وَّدَاعِيًا اِلَى اللهِ

اور بلانے والے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی طرف

سورہ الاحزاب آیت ۴۶

سیرت سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حصہ دوم)

سید محمد حمید الدین شرفی

سجادہ نشین حضرت تاج العرفاءؒ، ڈائریکٹر آئی ہرک

آئی ہرک پبلکیشنز - حمیدیہ، حیدرآباد

جملہ حقوق بحق آئی ہرک محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	وَّدَاعِيًا اِلَى اللهِ
مصنف	:	ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی
اشاعت	:	ربیع الاول شریف ۱۴۳۸ھ م ڈسمبر ۲۰۱۶ء
تعداد	:	۱۰۰۰
ناشر	:	اسلامک ہسٹری ریسرچ کونسل انڈیا (آئی ہرک)

ملنے کے پتے

"ایوان تاج العرفاء" حمید آباد
شرفی چمن، سبزی منڈی قدیم
حیدرآباد۔ ۵۰۰۲۶۷

"میلاد محل"، علیون باغ
ازرا چٹم پلی، نزد مومن پیٹھ
سداسیوپیٹ، ضلع رنگا ریڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

محبوب کردگار وجہ تخلیق کائنات رحمۃ للعلمین خاتم النبیین

حضور پاک محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت اقدس میں نذر عاجزانہ

فہرست مضامین

سلسلہ نشان	عنوان	صفحہ
۱	معرکہ حنین	۱
۲	طائف کا غزوہ	۷
۳	طائف سے واپسی	۱۰
۴	غزوۂ طائف کے بعد	۱۳
۵	غزوہ تبوک سے پہلے	۱۸
۶	غزوہ تبوک کے لئے تیاری	۱۹
۷	غزوہ تبوک کے لئے روانگی	۲۲
۸	تبوک سے مراجعت اور مسجد ضرار	۲۴
۹	غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے	۲۸
۱۰	اور توبہ قبول ہوگئی	۳۳
۱۱	سنہ ۹ ھ کے واقعات	۳۹
۱۲	وفود کی آمد	۴۱
	۱ وفد اسد بن خزیمہ	۴۲
	۲ وفد مزنیہ	۴۳
	۳ وفد فزارہ	۴۵
	۴ وفد تمیم	۴۶
	۵ وفد بنی عبس	۴۹
	۶ وفد مرہ	۵۰
	۷ وفد ثعلبہ	۵۱
	۸ وفد محارب	۵۲

۹	وفد سعد بن بکر	۵۲
۱۰	وفد کلاب	۵۳
۱۱	وفد رواس بن کلاب	۵۴
۱۲	وفد بنی عقیل	۵۵
۱۳	وفد جعدہ	۵۷
۱۴	وفد قشیر بن کعب	۵۷
۱۵	وفد بنی البکاء	۵۸
۱۶	وفد کنانہ	۵۹
۱۷	وفد بنی عبد بن عدی	۶۰
۱۸	وفد ہلال بن عامر	۶۱
۱۹	وفد عامر بن صعصعہ	۶۲
۲۰	وفد ثقیف	۶۵
۲۱	وفد عبد القیس	۶۸
۲۲	وفد بکر بن وائل	۷۰
۲۳	وفد تغلب	۷۱
۲۴	وفد حنیفہ	۷۱
۲۵	وفد شیبان	۷۲
۲۶	وفد طے	۷۳
۲۷	وفد تجیب	۷۴
۲۸	وفد خولان	۷۵
۲۹	وفد زہادیین	۷۶
۳۰	وفد غامدیہ	۷۷
۳۱	وفد بجیلہ	۷۸
۳۲	وفد فیروز دیلمی	۷۸

۳۳	وفد دارم	۷۹
۳۴	وفد دوس	۷۹
۳۵	وفد حبش	۸۱
۳۶	وفد صداء	۸۱
۳۷	وفد اشعرئین	۸۲
۳۸	وفد ازد	۸۲
۳۹	وفد فردہ بن عمرو الجذامی	۸۳
۴۰	وفد ہمدان	۸۴
۴۱	وفد طارق بن عبداللہ	۸۵
۴۲	وفد بنی سعد ہذیم	۸۶
۴۳	وفد بھراء	۸۷
۴۴	وفد عذرہ	۸۸
۴۵	وفد مخارب	۸۹
۴۶	وفد غسان	۸۹
۴۷	وفد بنی الحارث	۹۰
۴۸	وفد بنی عیش	۹۱
۴۹	وفد سلامان	۹۲
۵۰	وفد نجران	۹۲
۵۱	وفد نخع	۹۹
۵۲	وفد مراد	۱۰۰
۵۳	وفد زبید	۱۰۰
۵۴	وفد کندہ	۱۰۱
۵۵	وفد صدف	۱۰۲
۵۶	وفد خشین	۱۰۲

۵۷	وفد بلی	۱۰۳
۵۸	وفد جہینہ	۱۰۳
۵۹	وفد کلب	۱۰۵
٦۰	وفد جرم	۱۰٦
٦۱	وفد ازد	۱۰۸
٦۲	وفد قیل بن کعب	۱۰۹
٦۳	وفد اشجع	۱۱۰
٦۴	وفد باہلہ	۱۱۱
٦۵	وفد سلیم	۱۱۱
٦٦	وفد سعد العشیر ہ	۱۱۴
٦۷	وفد عنس	۱۱۵
٦۸	وفد داریین	۱۱٦
٦۹	وفد خشعم	۱۱۷
۷۰	وفد حضر موت	۱۱۷
۷۱	وفد ازد عمان	۱۱۹
۷۲	وفد غافق	۱۲۰
۷۳	وفد بارق	۱۲۰
۷۴	وفد شمالہ والحُدان	۱۲۱
۷۵	وفد اسلم	۱۲۱
۷٦	وفد جذام	۱۲۲
۷۷	وفد مہرہ	۱۲۳
۷۸	وفد حمیر	۱۲۳
۷۹	وفد جیشان	۱۲۴
۸۰	وفد کعب بن زہیر	۱۲۴

	۸۱ وفد السباع	۱۲۶
۱۳	سنہ ۱۰ھ کے واقعات	۱۲۷
۱۴	حضرت خالدؓ کی بنو حارث کی طرف روانگی	۱۲۹
۱۵	حجۃ الوداع	۱۳۴
	۱ مکہ مکرمہ میں ورود مسعود	۱۳۷
	۲ حضرت علیؓ کی آمد	۱۳۹
	۳ خطبہ حجۃ الوداع	۱۴۰
	۴ مزدلفہ میں شب بسری	۱۴۴
	۵ منیٰ کی طرف مراجعت اور ہدایات عالیہ	۱۴۵
	۶ اختتامی مراحل	۱۴۸
	۷ حجۃ الوداع سے مراجعت	۱۵۳
۱۶	غدیر خم	۱۵۴
۱۷	حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد	۱۵۷
۱۸	مدعیان کاذب کا برا انجام	۱۶۰
۱۹	حضرت اسامہ بن زیدؓ کا سریہ	۱۶۵
۲۰	رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت نزدیک آ گیا	۱۶۸
۲۱	میں نے اپنے رب سے ملاقات کو اختیار کر لیا ہے	۱۷۰
۲۲	رحلت شریف کا اشارہ	۱۷۳
۲۳	انصار کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	۱۷۷
۲۴	ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی سے رہنا	۱۷۸
۲۵	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی	۱۸۰
۲۶	سعادت خدمات اقدس	۱۸۶
۲۷	عاشقان حبیب کبریاؐ کے جذبات غم	۱۹۱
۲۸	خاندان نبویہ کے احساسات	۱۹۶

	صاحبزادگان سید کائنات ﷺ	۲۰۰
۱	حضرت قاسمؓ بن رسول مقبولؐ	۲۰۰
۲	حضرت عبداللہؓ بن رسول مقبولؐ	۲۰۰
۳	حضرت ابراہیمؓ بن محمد رسول اللہؐ	۲۰۱
	دختران حبیب کبریا ﷺ	۲۰۲
۱	شہزادئ دارین حضرت سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا	۲۰۲
۲	شہزادئ قبلتین حضرت سیدہ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا	۲۰۵
۳	شہزادئ ثقلین حضرت سیدہ بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا	۲۰۸
۴	شہزادی کونین خاتون جنت حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہرا بتول علیھا السلام	۲۱۰
	ازواج مطہرات	۲۱۴
۱	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۲۱۴
۲	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۲۱۸
۳	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۲۲۱
۴	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا	۲۲۳
۵	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۲۲۵
۶	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۲۲۷
۷	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۲۳۰
۸	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۲۳۲
۹	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۲۳۴
۱۰	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی صفیہ بنت حیئ رضی اللہ عنہا	۲۳۶
۱۱	ام المومنین حضرت سیدہ بی بی میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۲۳۸
۱۲	حضرت سیدہ بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا	۲۴۰

١	خصائص حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۲
۲	فضیلت وشان حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۵
۳	سراپائے اطہر واقدس صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۶
۴	شان تکلم	۲۷۱
۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی	۲۷۴
۶	ذات انور واطہر صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۸
۷	عظمتوں کے نورانی حقائق	۲۸۱
۸	فیضان نسبت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۴
۹	شان ظہور اقدس	۲۹۱
۱۰	عظمت ورفعت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم	۲۹۶
۱۱	اسوۂ حسنہ	۳۰۱
	۱ اخلاق کریمانہ کے جلوے	۳۰۱
	۲ معمولات اقدس واطہر	۳۰۵
	۳ حلم وعفو	۳۰۸
	۴ شفقت ورحمت	۳۱۰
	۵ مرحمانہ تعلیم	۳۱۳
	۶ شان شجاعت	۳۱۵
	۷ التفات وکرم	۳۱۸
	۸ عطاوکرم	۳۲۰
	۹ حیاء ایمان کا جز	۳۲۲
	۱۰ شان کرم	۳۲۵
	۱۱ شان صدق	۳۲۸
	۱۲ شان طاعت	۳۳۰
	۱۳ اوصاف جمیلہ	۳۳۳

۱۲	عبودیت کبریٰ	۳۳۵
۱۳	تعلیمات رحمت	۳۴۵
۱۴	کتابیات	۳۵۶

معرکہ حنین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح مکہ کا حال جب مختلف قبیلوں کو معلوم ہوا تو قبیلہ ہوازن کے لئے یہ خبر نہایت تکلیف دہ اور پریشانی کا باعث ہوئی۔ ان کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہوئی اور انھوں نے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف نصری نے ہوازن کے لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ مالک بن عوف کی آواز پر تمام کے تمام بنو ثقیف بھی جمع ہو گئے۔ اسی طرح قبیلہ مضر اور قبیلہ جُشم کا ایک ایک آدمی شریک ہوا۔ قبیلہ سعد بن بکر اور قبیلہ بنو ہلال کے کچھ لوگوں نے بھی جماعت میں اضافہ کیا اگر چہ کہ ان کی تعداد نہایت معمولی تھی۔ قیس عیلان کے یہی لوگ تھے جو شریک جنگ ہوئے مگر قبیلہ ہوازن کی اہم شاخوں قبیلہ کعب اور قبیلہ کلاب کے لوگ حاضر نہیں ہوئے۔ ان کا ایک آدمی بھی آ کر شریک نہ ہوا۔

بنو جُشم کا سربراہ درید بن صمہ ضعیف العمر اور سن رسیدہ تھا۔ اس میں قطعاً کوئی سکت نہ تھی مگر وہ نہایت تجربہ کار، جہاں دیدہ اور جنگ آزمودہ بوڑھا تھا اس لئے اس کی رائے اور مشورہ و نیز فن حرب میں کامل واقفیت سے استفادہ کی غرض سے ساتھ رکھا گیا۔ سارے قبائل پر مالک بن عوف نصری سپہ سالار اعظم مقرر ہوا اور جب مالک بن عوف نے رسول اللہؐ کی جانب روانگی کا ارادہ کیا تو لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اموال اور عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے کر چلیں۔ سب لوگوں نے اس کے کہنے اور اصرار پر ایسا ہی کیا۔ یہ سب جب اوطاس پہنچے تو یہاں خیمہ زن ہوئے اور تمام لوگ مالک بن عوف کے آس پاس جمع ہو گئے ان میں درید بن صمہ بھی تھا جسے ایک کھلے ہوئے ہودے میں بٹھا کر لایا گیا تھا۔

درید بن صمہ نے دریافت کیا کہ تم لوگ کس وادی میں ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ وادی اوطاس ہے وہ بولا گھوڑوں کے لئے یہ اچھی جولاں گاہ ہے زمین نہ بہت سخت ہے جو پاؤں کو کاٹے اور نہ بہت نرم جس میں پاؤں پھنس دھنس جائیں پھر بولا میں یہ کیسی آوازیں سن رہا ہوں۔ لوگوں نے بتایا کہ مالک بن عوف مردوں کے ساتھ عورتیں بچے اور مال مویشی بھی لے آیا ہے۔ درید بن صمہ نے مالک بن عوف کو بلایا۔ دونوں میں پیش آئندہ معرکہ کے متعلق اور جنگی حکمت عملی کے بارے میں بڑی دیر تک گفتگو ہوئی۔ مالک بن عوف نے درید بن صمہ کی تجاویز پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور ہوازن والوں سے کہا کہ یا تو تم میری اطاعت کرو گے یا پھر میں صرف اپنی تلوار پر اعتماد کروں گا۔ ہوازن کے لوگوں نے جواب دیا ”ہم سب اطاعت کے لئے تیار ہیں“۔ درید بن صمہ نے کہا کہ یہ وہ جنگ ہے جس میں نہ میں شریک ہوا اور نہ اس سے بچ ہی سکا۔

مالک بن عوف نے لوگوں سے کہا کہ مسلمانوں کو دیکھتے ہی اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالنا اور ایک ساتھ ہی شدت سے حملہ کر دینا۔ اس نے چند آدمیوں کو جاسوس بنا کر بھیجا مگر وہ لوگ یونہی واپس ہو گئے اور ان کے منصوبے تتر بتر ہو گئے۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ ﷺ مکہ سے ٦ رشوال المکرم یوم شنبہ بارہ ہزار مسلمانوں کے ہمراہ جن میں دس ہزار اہل مدینہ تھے اور دو ہزار اہل مکہ تھے روانہ ہوئے۔ کسی نے کہا کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔ رسول اللہؐ کے ساتھ بہت سے مشرکین بھی روانہ ہوئے جن میں صفوان بن امیہ بھی تھا۔ رسول اللہؐ نے اس سے سو زرہیں مع ان کے سامان کے، عاریۃً لی تھیں۔ شب سہ شنبہ کو شام کے وقت حضورؐ حنین پہنچے۔ مالک بن عوف تین آدمیوں کو روانہ کیا کہ رسول اللہؐ کے اصحاب کی خبر لائیں وہ لوگ اس طرح اس کے پاس واپس گئے کہ رعب کی وجہ سے ان کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے

سفید لوگ ابلق گھوڑوں پر سوار دیکھے ہیں اور ہمارے ہوش وحواس اڑ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو روانہ کیا وہ بنو ہوازن کے لشکر میں داخل ہوئے اس میں گھومے اور ان کی خبر لائے۔ جب رات ہوئی تو مالک بن عوف نے اپنے ساتھیوں کی طرف قصد کیا اور اس نے انھیں وادی حنین میں تیار کیا اور مشورہ دیا کہ وہ سب محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب پر ایک دم سے حملہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو صبح تڑکے تیار کیا اور ان کی چند صفیں بنا دیں چھوٹے جھنڈے اور بڑے جھنڈے ان کے مستحقین کو دیئے۔ مہاجرین کے ہمراہ ایک لواء تھا جسے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ اٹھائے ہوئے تھے اور ایک رایت تھا جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی نے اٹھایا ایک رایت حضرت عمر بن خطاب رضی کے ہاتھوں میں تھا۔ خزرج کا لواء حضرت حباب رضی بن المنذر اٹھائے تھے اور بہ روایت دیگر خزرج کا ایک دوسرا لواء حضرت سعد بن عبادہ رضی کے ہاتھوں میں تھا۔ اوس کا لواء حضرت اسید رضی بن حضیر کے ہمراہ تھا۔ اوس وخزرج کے ہر بطن (شاخ قبیلہ) میں لواء یا رایت تھا جسے انہیں کا ایک نام زد شخص اٹھائے تھا۔ قبائل عرب میں سب کے پاس لواء یا رایت تھا جنھیں ان کی قوم کا نام زد شخص اٹھائے تھا۔

رسول اللہ ﷺ جس روز مکے سے روانہ ہوئے آپ نے بنو سلیم کو مقدمہ بنایا اور ان پر حضرت خالد بن ولید رضی کو عامل کیا برابر وہی آپ کے مقدمہ پر عامل رہے یہاں تک کہ وہ الجعرانہ میں اترے۔ حضور ص وادی الحنین میں تیاری کے ساتھ پہنچے۔ حضور ص سفید خچر دلدل پر سوار ہوئے۔ دوزرہیں اور مغفر اور خود پہنی۔ پھر ہوازن کے آگے کوئی شے نظر آئی جس کے مثل تاریکی وکثرت کبھی انھوں نے نہ دیکھی تھی اور وہ صبح کے وقت کی تاریکی میں تھی۔

دشمن وادی میں پہلے سے موجود تھے اور ٹیلوں اور گڑھوں میں چھپ گئے تھے۔ وادی کی تنگ گھاٹیوں اور اس کے تنگ راستوں میں سے جب اسلامی لشکر نکلا تو دشمن نے ایک دم سے حملہ کر دیا۔ بنی سلیم اور ان کے ساتھ اہل مکہ اور دوسرے لوگ پشت پھیر کر بھاگے۔ رسول اللہ ﷺ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے "میری طرف چلے آؤ، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"۔ اس روز رسول اللہ ؐ کے ہمراہ حضرات عباس بن عبد المطلب، علی بن ابی طالب، فضل بن عباس، ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب، ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب، ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے چند گھر والوں اور ساتھیوں کے ہمراہ ثابت قدم رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ تم یہ ندا دو "اے گروہ انصار! اے اصحاب السمر ہ! اے اصحاب سورۃ البقرۃ!"۔ انھوں نے ندا دی اور وہ تھے بھی بڑی آواز والے، لوگ متوجہ ہوئے اور پلٹ آئے پھر مشرکین پر حملہ کر دیا۔ رسول اللہ ؐ نے نظر اٹھائی اور ان کا لڑنا دیکھا تو فرمایا "اب جنگ شروع ہوگئی۔ میں نبی ہوں غلط نہیں ہے میں عبد المطلب کا فرزند ہوں"۔ پھر حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا "مجھے کنکریاں دو"۔ انھوں نے حضور ؐ کو زمین سے کنکریاں دیں حضور ؐ نے وہ کنکریاں مشرکین کے چہروں پر پھینک دیں۔ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اس طرح بھاگے کہ ان میں سے کوئی کسی کی طرف رخ نہ کرتا تھا۔ (طبقات)

جب مسلمانوں نے پلٹ کر منظم طریقہ سے حملہ کیا تو غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا۔ پہلے گروہ میں ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا اور دوسرا گروہ جس میں ان کے اہل وعیال اور زر و مال تھا اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

رسول اللہ ﷺ نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری ؓ کو

مامور فرمایا۔ ابو عامر اشعریؓ نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہل وعیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا جب نبیؐ پاک کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا تو قلعہ کے محاصرہ کو اٹھا دینے کا حکم دیا کیونکہ ان لوگوں پر اہل وعیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی ۔ اوطاس میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار زن و بچہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

رسول اللہ ﷺ ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے اور انھوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی ۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے طائف میں نبی کریمؐ پر پتھر برسائے تھے اور بے پناہ ستم ڈھایا تھا۔ لیکن حضور رحمۃ للعلمینؐ نے ارشاد فرمایا ''ہاں! میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا (اور اسی انتظار میں تقریباً دو ہفتے ہو گئے کہ مال غنیمت بھی تقسیم نہ کیا گیا تھا)'' (کتب المغازی صحیح بخاری) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اپنے حصے کے اور اپنے خاندان کے حصے کے قیدیوں کو بہ آسانی چھوڑ سکتا ہوں اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا مگر تم دیکھتے ہو کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے اس لئے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا اس وقت کوئی صورت نکل آئے گی''۔ فرمایا ''تم خواہ مال کا لینا پسند کر لو یا اہل وعیال کا کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے''۔ دوسرے دن وہی سردار واپس آے اور انھوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش کی ۔ نبی الرحمۃؐ نے فرمایا ''میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں''۔ انصار و مہاجرین نے کہا ''ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں''۔ اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے تھے۔ ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف کیا جائے اس لئے انھوں

نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ رسول اللہؐ نے انھیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائی یہ قیمت حضور اکرمؐ نے ادا فرمائی اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔

ان قیدیوں میں حضرت بی بی حلیمہؓ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دودھ شریک بہن کو پہچانا اور ان کی نشست کے لئے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا ''اگر تم میرے پاس ٹھہرو تو بہتر ہے اگر قوم میں واپس جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے''۔ انھوں نے واپس جانا چاہا تو انھیں عزت و اکرام کے ساتھ ان کی قوم میں واپس بھیج دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیہ کے بڑے بڑے حصہ ان لوگوں کو عنایت فرمائے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے ان میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے کر اپنے اپنے گھر جائیں گے اور انصار رسول کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں داخل ہوں گے''۔ انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔ (رحمۃ للعلمینؐ)

طائف کا غزوہ

بنی ہوازن کا سالار مالک بن عوف اور شکست خوردہ لوگ معرکہ حنین میں شکست کھانے کے بعد طائف میں جمع ہو گئے جہاں قبیلہ ثقیف آباد تھا جو عرب کے بڑے زبردست قبیلوں میں سے ایک تھا اور اب تک اسلام سے بے بہرہ تھا۔

طائف ایک بڑا شہر ہے جس میں انگوروں، کھجوروں اور دوسرے پھلوں کی کثرت ہے یہ عرب کا زرخیز اور شاداب علاقہ ہے جہاں کی آب و ہوا بھی اچھی ہے اور یہ ٹھنڈا علاقہ ہے اس زمانے میں بھی اس کا ایسا ہی حال تھا طائف کی وجہ تسمیہ پر مختلف مورخین نے معلومات آفریں تفصیلات بیان کی ہیں۔

جب بنی ہوازن کا سردار مالک بن عوف اپنی قوم کی ایک بڑی جمعیت اور لشکر کے ساتھ طائف پہنچ گیا تو وہ لوگ شہر کی ایک حویلی یعنی چھوٹے قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے جہاں انھوں نے سال بھر کی رسد یعنی کھانے پینے کی اشیاء جمع کر لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حنین سے روانہ ہو کر طائف کی طرف رخ فرمایا۔ حضورؐ نے تمام اسیران غزوہ حنین اور اموال غنیمت پہلے ہی جعرانہ کی طرف بھجوا دیئے تھے۔ حضورؐ کے حکم پر بدیل بن ورقاء نے ان قیدیوں اور غنیمت کو جعرانہ پہنچا دیا ایک اور روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے حضرت ابوسفیانؓ بن حرب کو ان قیدیوں کا امین مقرر فرمایا تھا (غالباً یہ واقعہ حضور انورؐ کے غزوہ طائف سے واپس آنے کے بعد کا ہے) طائف کی مہم میں حضرت خالد بن ولید ہراول دستے کے سالار تھے گھوڑ سوار دستہ بنی سلیم کا تھا۔

آخر یہ لشکر چلتے چلتے طائف پہنچ گیا اور اس نے اس قلعہ کے پاس پڑاؤ ڈالا جس میں مالک بن

عوف بنی ہوازن کے باقیماندہ لشکر کے ساتھ پناہ گزیں تھا۔ مشرکوں نے قلعہ کے اندر سے مسلمانوں پر زبردست تیر اندازی کی جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ مجروح ہوئے جن کے منجملہ ایک حضرت ابو سفیانؓ بن حرب تھے جن کی ایک آنکھ میں تیر آ کر لگا۔ غزوہ طائف میں مشرکین کی تیر اندازی کے باعث شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بارہ ہوگئی۔ اسی محاصرہ کے دوران حضرت خالدؓ بن ولید لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور پکار کر دشمنوں سے کہا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلہ میں آئے مگر وہاں سے کوئی شخص سامنے نہ آیا دشمن کے سپاہی قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ حضرت خالدؓ کی للکار پر قلعہ کے اوپر سے عبد یالیل نے جواب دیا" ہم میں سے کوئی شخص بھی قلعہ سے اتر کر تمہارے پاس نہ آئے گا ہم قلعہ بند رہیں گے ہمارے پاس اس قدر رسد اور کھانے پینے کا سامان ہے جو برسوں کافی ہو سکتا ہے اس لئے اگر تم اس وقت تک ٹھہرو جب ہمارا رسد اور غلہ ختم ہو جائے تو ضرور ہم اپنی تلواریں سنبھال کر تمہارے سامنے نکل آئیں گے اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک ہمارا آخری آدمی ختم نہ ہو جائے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس غزوہ میں اہل طائف کے مقابلے میں منجنیق بھی نصب کی گئی۔ اور اس قلعہ پر پتھر مارے گئے یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام کے زمانے میں منجنیق کا استعمال کیا گیا اور اس سے پتھراؤ کیا گیا۔ اس تدبیر کا مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا تھا۔ سیرت طیبہ میں ہے کہ منجنیق حضرت سلمان فارسی نے خود اپنے ہاتھ سے بنائی تھی۔ (غزوہ خیبر میں قلعہ صعب کی فتح ہوئی تو مسلمانوں کو مختلف جنگی آلات میں دبابے اور منجنیقیں بھی ملیں)۔

طبقات ابن سعد میں بیان کی گئیں تفصیلات کے مطابق رسول اللہ ﷺ جب طائف تشریف لائے تو قلعہ طائف کے قریب اترے اور اسی مقام پر حضورؐ نے چھاؤنی بنائی۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر شدید تیر اندازی کی کہ چند مسلمان زخمی ہوئے اور بعض کی شہادت ہوئی جن میں حضرات عبداللہ بن ابی'

امیہ بن مغیرہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اس روز حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کو تیر لگا تھا زخم مندمل ہو گیا مگر پھر کھل گیا جس سے وہ انتقال فرما گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف میں اس مقام پر تشریف فرما ہوئے جہاں آج مسجد طائف ہے۔ ازواج مطہرات میں سے حضورؐ کے ہمراہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور ام المومنین حضرت زینبؓ تھیں۔ ان دونوں کے لئے دو خیمے نصب کئے گئے۔ حضورؐ پورے محاصرے کے زمانے میں دونوں خیموں کے درمیان نماز پڑھتے رہے۔ رسول اللہؐ نے اٹھارہ روز تک محاصرہ کیا۔ دوران محاصرہ محصورین کو ڈرا کر باہر لانے کے لئے بعض لوگوں نے یہ خبر پھیلائی کہ ان کے انگور کے باغات قطع کر کے انھیں نذر آتش کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جب قلعہ میں محصور لوگوں کو یہ بات پہنچی تو انھوں نے حضور رحمۃ للعلمینؐ سے درخواست کی کہ ان باغات کو اللہ کے لئے چھوڑ دیں۔

حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے لئے رحم کر کے چھوڑتا ہوں۔ رسول اللہؐ کے منادی نے ندا دی کہ جو غلام ہمارے پاس قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہو گا۔ اس اعلان کو سن کر ان میں سے زائد از دس آدمی نکلے جن میں ابو بکرہ بھی تھے۔ چوں کہ وہ ایک جماعت (بکرہ) کے ساتھ اترے اس لئے "ابو بکرہ" یعنی جماعت کے باپ کہلائے۔ رسول اللہؐ نے انھیں آزاد کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک شخص کو ایک ایک مسلمان کے سپرد کیا جو اس کا خرچ برداشت کرتا تھا۔ اہل طائف پر یہ بہت شاق گزرا۔

طائف سے واپسی

سیرت النبیؐ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ خویلہ بنت حکیم سلمی نے کہا ''یارسول اللہ! اگر اللہ تعالیٰ آپ کو طائف فتح کرادے تو بادیہ بنت غیلان بن مظعون بن سلمہ یا فارعہ بنت عقیل کے زیورات مجھے عنایت فرمادیجئے''۔ ثقیف کی عورتوں میں سے ان دونوں کے پاس سب سے زیادہ زیور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خویلہ سے فرمایا ''خویلہ! اور اگر ثقیف سے جنگ کرنے کے لئے مجھے اس وقت اجازت ہی نہ دی گئی تو؟'' خویلہ نے اپنی اس گفتگو کا تذکرہ حضرت عمرؓ سے کیا۔ حضرت عمرؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہ! خویلہ نے مجھ سے یہ بات بیان کی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے''۔ تب رسول اللہؐ نے فرمایا ''بے شک میں نے یہ بات کہی ہے'' حضرت عمر نے دریافت کیا ''یارسول اللہؐ! کیا ثقیف سے جنگ کرنے کے سلسلے میں ابھی آپ کو اجازت نہیں دی گئی؟'' فرمایا ''نہیں'' حضرت عمر نے کہا ''کیا میں لوگوں میں روانگی کا اعلان کردوں؟'' فرمایا ''کیوں نہیں''۔

چنانچہ حضور انور ﷺ سے اجازت لے کر حضرت عمرؓ نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ طائف میں شہادت پانے والوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مہاجر شہداء میں حضرات سعید بن سعید بن عاص بن امیہ ،عرفطہ بن خباب ،عبداللہ بن ابوبکر صدیق ،عبداللہ بن ابی امیہ ،عبداللہ بن عامر ، سائب بن حارث ،عبد اللہ بن حارث اور جلیحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور انصار شہداء کے نام یہ ہیں۔ حضرات ثابت بن جذع ، حارث بن سہل بن ابی صعصعہ ،منذر بن عبداللہ ، رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ شہدا میں جملہ سات قریشی ، چار انصار اور ایک آدمی بنولیث کے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپسی ہوتے ہوئے (طائف کے ایک ضلع) دحنا کی طرف نکلے اور مقام جعرانہ میں پہنچ گئے۔ تمام لوگ حضورؐ کے ساتھ تھے اور وہ اسیران جنگ بھی جو ہوازن سے گرفتار کئے گئے تھے۔ حضورؐ نے جس وقت ثقیف سے کوچ فرمایا تو آپ کے صحابہ میں سے ایک نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! آپ انھیں بدعاء دیجئے'' تو حضورؐ نے فرمایا ''یااللہ! ثقیف کو صحیح راستہ دکھا''۔

رسول اللہ ﷺ نے ہوازن پر جو احسان فرمایا تھا وہ بیان ہو چکا ہے۔ حضورؐ نے ہوازن کے وفد سے بات چیت کے دوران مالک بن عوف کے رویہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ وفد نے اس کے ثقیف والوں کے ساتھ طائف میں ہونے کی بات بتائی۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''تم جا کر مالک کو خبر کر دینا کہ اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر آئے گا تو میں اسے اہل عیال اور اموال واپس کر دوں گا اور ایک سو اونٹ اور بھی دوں گا''۔ مالک کو یہ خبر پہنچا دی گئی چنانچہ اس نے طائف سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جانے کا ارادہ کرلیا۔ ساتھ ہی اسے اپنے متعلق یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر ثقیف کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہؐ نے یہ پیام بھیجا ہے تو وہ اسے روک لیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی اونٹنی کو تیار کرنے کا حکم دیا اور وہ تیار کر دی گئی۔ ساتھ ہی گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ گھوڑا بھی طائف میں اس کے پاس پہنچا دیا گیا۔ پھر یہ رات میں نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی اونٹنی کے پاس اسی جگہ پہنچا جہاں اس نے تیار رکھنے کے لئے کہہ دیا تھا وہاں سے اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوا اور بالآخر جعرانہ یا مکہ مکرمہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

رسول اللہؐ نے مالک بن عوف کے اہل وعیال اور اموال واپس کر دیئے اور ایک سو اونٹ بھی عطاء کئے۔ مالک بن عوف اسلام لے آئے پھر ان کا اسلام بہتر ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے مالکؓ بن عوف کو ان لوگوں پر جو ان کی قوم میں سے مسلمان ہو گئے تھے نیز ثمالہ، سلمہ اور فہم کے قبائل پر عامل مقرر فرما دیا۔

مالکؓ بن عوف ان کی جمعیت ساتھ لے کر ثقیف سے برابر لڑنے گئے ثقیف کا جو قافلہ نکلتا مالک اس پر غارت گرانہ حملہ کرتے تھے یہاں تک ثقیف تنگ آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب محرم ۹ ھ کا چاند دیکھا تو محصلوں کو عرب سے صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضورؐ نے عینیہ بن حصنؓ کو بنی تمیم کی طرف بھیجا کہ وہ ان سے صدقہ وصول کریں۔ بریدہؓ بن الحصیب کو اسلم وغفار کی طرف اور کہا جاتا ہے کہ (بجائے بریدہ کے) کعب بن مالک کو' عباد بن بشر الاشہلی کو سلیم ومزنیہ کی طرف' رافع بن مکیث کو جہنیہ کی طرف' عمرو بن العاص کو بنی فزارہ کی طرف' ضحاک بن سفیان الکلابی کو بنی کلاب کی طرف، بسر بن سفیان الکعبی کو بنی کعب کی طرف، ابن اللتبیہ الازوی کو بنی ذبیان کی طرف، سعد ہذیم کے ایک شخص کو حضورؐ نے ان کے صدقات جمع کرنے پر روانہ کیا۔ رسول اللہؐ نے اپنے مصدقین (صدقہ وصول کرنے والوں) کو حکم دیا کہ جو زیادہ ہو وہ ان سے لے لیں اور ان کے عمدہ مالوں سے بچیں۔

غزوۂ طائف کے بعد

سریہ عینیہ بن حصن الفزاری

محرم ۹ ھ میں بنی تمیم کی جانب سریہ عینیہ بن حصن الفزاری ہوا جو السقیاء اور زمین بنی تمیم کے درمیان تھے۔ رسول اللہؐ نے ابن حصن انفزاریؓ کو پچاس سواروں کے ہمراہ جن میں نہ کوئی مہاجر تھا نہ انصار، بنی تمیم کی جانب روانہ کیا۔ وہ رات بھر چلے اور دن بھر پوشیدہ رہے۔ پھر ان پر ایک جنگل میں انھوں نے اقدام کیا۔ مشرکین اپنے مواشی چرا رہے تھے کہ مسلمانوں کو دیکھا اور بھاگے، ان میں سے گیارہ آدمی گرفتار کئے گئے۔ انھوں نے محلے میں گیارہ عورتیں اور تیس بچے پائے تو انھیں بھی مدینہ لے آئے۔ رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ وہ رملہ بنت الحارث کے مکان میں رکھے جائیں۔

بنو تمیم کے متعدد سردار اور امراء کا ایک وفد حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا (جس کا ذکر وفود کے سلسلہ میں بیان ہوگا)۔

بعث ولید بن عقبہ

رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو بنی المصطلق کی جانب بھیجا جو خزاعہ میں سے تھے وہ لوگ اسلام لے آئے تھے اور مساجد بنائی تھیں۔ جب انھوں نے ولید کے نزدیک آنے کی خبر سنی تو ان میں سے بیس آدمی ولید کی خوشی میں اونٹ بکریاں ان کے پاس لے جانے کو نکلے۔ جب ولید نے ان کو دیکھا تو مدینہ واپس آگئے اور رسول اللہؐ کو خبر دی کہ انھوں نے ہتھیاروں سے مقابلہ کیا اور صدقہ جمع

کرنے میں مزاحم ہوئے۔رسول اللہؐ نے ان کی جانب ان لوگوں کے بھیجنے کا ارادہ کیا جو ان سے جنگ کریں۔یہ خبر اس قوم کو پہنچی تو حضورؐ کے پاس وہ سوار آئے جو ولید سے ملے تھے۔انھوں نے نبیؐ کریم کو واقعے کی صورت سے آگاہ کیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی

''اے ایمان والوں! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ''۔ (ق/ ۴۹/ ٦)

رسول اللہؐ نے انھیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ان کے ہمراہ حضرت عبادؓ بن بشر کو بھیجا کہ وہ ان کے اموال کی صدقات لے لیں۔رسول اللہؐ نے جو حکم دیا عباد نہ اس سے بڑھے اور نہ انھوں نے کوئی حق ضائع کیا۔ان کے پاس وہ دس روز رہے پھر ہنسی خوشی رسول اللہؐ کے پاس آگئے۔

سریہ عبداللہ بن عوسجہ

ماہ صفر ۹ھ میں رسول اللہؐ نے عبداللہ بن عوسجہ کو بنی عمرو بن حارثہ کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے ایک والا نامہ دے کر روانہ فرمایا۔ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ کے والا نامہ کی بے حرمتی کی۔حضرت عبداللہ بن عوسجہ نے آکر جب حضورؐ سے واقعہ بیان کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''کیا ان لوگوں کی عقل جاتی رہی؟'' اس وقت سے لے کر اس وقت تک اس قبیلہ کے لوگ احمق اور نادان ہیں،تقریباً فاترالعقل اور گونگے ہیں۔

سریہ قطبہ بن عامر بن حدیدہ

ماہ صفر ۹ھ میں رسول اللہؐ نے قطبہ عامر بن حدیدہ کو بیس آدمیوں کے ہمراہ قبیلہ خثعم کی جانب جو

نواح تبالہ میں تھا، بھیجا۔قطبہ بن عامر بن حدیدہ تعمیل ارشاد میں نکل پڑے وہ دس اونٹ پر روانہ ہوئے جنھیں باری باری استعمال کرتے تھے۔انھوں نے ایک آدمی کو پکڑ کر اس سے دریافت کیا تو وہ ان کے سامنے گونگا بن گیا پھر قبیلے کو پکارنے لگا اور انھیں ڈرانے لگا۔اس سریہ میں اتنی سخت جنگ ہوئی کہ دونوں فریق میں مجروحین کی کثرت ہوگئی۔قطبہ بن عامر نے نہایت پامردی کے ساتھ حالات پر قابو پالیا۔ یہ لوگ مال غنیمت مدینہ لائے۔خمس نکالنے کے بعد ان کے حصے میں چار چار اونٹ آئے ایک اونٹ دس بکریاں کے برابر کیا گیا۔

سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی

ماہ ربیع الاول ۹ ھ میں بجانب کلاب سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی ہوا۔رسول اللہؐ نے القرطاء کی جانب ایک لشکر بھیجا جن پر ضحاک بن سفیان بن عوف بن ابی بکر الکلابی امیر تھے۔ان کے ہمراہ اصید بن سلمہ بن قرط بھی تھے الزج زج لاوہ میں یہ ان لوگوں سے ملے اور انھیں اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کیا تو ان لوگوں نے ان سے جنگ کی اور شکست دی۔

سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی

ربیع الآخر ۹ ھ میں سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی ہوا۔رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حبشہ کے کچھ لوگ ہیں جنھیں اہل جدہ نے دیکھا۔حضورؐ نے ان کی جانب علقمہؓ بن مجزز کو تین سو آمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔

حضرت علقمہؓ بن مجزز تین سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔جب وہ سمندر میں ایک جزیرے تک

پہنچے سمندر ان کی طرف چڑھ گیا تو جن کی طرف وہ نکلے تھے اور جو اس جزیرہ میں روپوش تھے وہ لوگ مسلمانوں کی آمد اور سمندر کے چڑھتے پانی دونوں کو دیکھ کر بھاگ نکلے اور لاپتہ ہو گئے۔ مسلمان جب وہاں سے لوٹے تو لشکر کے کچھ لوگوں نے عجلت کی اور یہ ارادہ کیا کہ باقی ساتھیوں سے پہلے پہلے اپنے گھر پہنچ جائیں جب انھوں نے حضرت علقمہؓ سے اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمیؓ نے بھی واپس لوٹنے کے بارے میں عجلت کی تو حضرت علقمہؓ بن مجزز نے انھیں عجلت کرنے والوں کا امیر بنا دیا۔ حضرت عبد اللہؓ بن حذافہ کو مزاح (ہنسی خوش دلی) کی عادت تھی۔ یہ لوگ راستے میں کہیں اترے اور آگ سلگا کر تاپنے اور کھانا پکانے لگے۔ عبد اللہؓ چوں کہ اس گروہ پر امیر تھے انہوں نے کہا کہ اس آگ میں کود و۔ بعض ان میں سے کھڑے ہو گئے اور جمع ہوئے کہ عبد اللہؓ کے حکم کی تعمیل کریں۔ حضرت عبد اللہ نے خیال کیا کہ اب یہ لوگ اس میں تعمیل حکم میں کود پڑیں گے۔ یہ سوچ کر اور سامنے لوگوں کی آگ میں کود پڑنے پر آمادگی کے پیش نظر فوراً کہا کہ "بیٹھو! میں تو تمہارے ساتھ صرف ہنسی کرتا تھا"۔ جب وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہؐ سے یہ تفصیل عرض کی تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "اگر تمھیں کوئی کسی مصیبت کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرے"۔ (طبقات)

سریہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ

ربیع الآخر ۹ھ میں قبیلہ طے کی جانب حضرت علیؓ بن ابی طالب کا سریہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ڈیڑھ سو انصار کے ہمراہ سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر الفلس کی جانب روانہ کیا تا کہ وہ اس جگہ کو بت سے پاک کر دیں۔ ان کے ہمراہ رایت (بڑا جھنڈا) سیاہ اور لواء (چھوٹا جھنڈا) سفید تھا۔ فجر ہوتے ہی آل حاتم سے جنگ شروع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو

فتح سے سرفراز کیا۔ حضرت علیؓ نے اس سرزمین کو الفلس سے پاک کر دیا۔ کئی لوگ اسیر ہوئے اور بہت ساری اونٹیں اور بکریاں ہاتھ آئی۔ قیدیوں میں عدی بن حاتم کی ہمشیرہ بھی تھیں جب کہ عدی شام کی طرف چلے گئے۔ الفلس کے خزانے میں تین تلواریں پائی گئیں اور تین زرہیں بھی ملیں۔ رسول اللہؐ نے اسیروں پر حضرت ابوقتادہؓ کو عامل بنا دیا تھا اور مواشی اور اسباب پر حضرت عبداللہؓ بن عتیک عامل بنائے گئے تھے۔ وہ لوگ جب رکک میں اترے تو مال غنیمت تقسیم کرلیا۔ قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ نے بارگاہ رسالت پناہیؐ میں معروضہ کیا کہ ''آپ ہم پر احسان کیجئے کیونکہ میرا والد حاتم وفات پا چکا ہے اور بھائی جو میرا خبر گیران تھا وہ فرار ہو گیا ہے''۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''تمہارا خبر گیران اور سر پرست کون تھا؟'' سفانہ بنت حاتم نے عرض کیا ''عدی بن حاتم'' حضور نے ارشاد فرمایا کہ ''وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگا ہے؟'' حضورؐ نے سفانہ سے ارشاد فرمایا ''کہ تم پر احسان کیا جائے گا عجلت نہ کرو میں چاہتا ہوں کہ تمہاری قوم کا کوئی شخص قابل اطمینان مل جائے تو اس کے ہمراہ تم کو بھیج دوں''۔ چنانچہ دو تین ہی روز کے بعد قبیلہ طے کے کچھ آدمی شام جانے والے مل گئے۔ حضورؐ نے ازراہ لطف و کرم زادراہ اور سواری اور کچھ جوڑے دے کر ان کو رخصت کیا۔ سفانہ، حضورؐ کے مرحمانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئی اور مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ان الفاظ میں حضورؐ کا شکریہ ادا کیا کہ ''خدا کرے وہ ہاتھ آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہے جو خوشحالی کے بعد فقیر اور خالی ہوا ہو اور وہ ہاتھ آپ پر کبھی قابو نہ پائے جو فقر کے بعد امیر ہوا ہو اور خدا کرے آپ کا احسان ہمیشہ بر محل واقع ہو اور خدا کرے آپ کو کبھی کسی سے کوئی ضرورت نہ پیش آئے۔ اور خدا کسی شریف کی نعمت سلب نہ کرے مگر آپ کو اس کی واپسی کا ذریعہ اور وسیلہ بنائے''۔ سفانہ بنت حاتم حضورؐ سے اجازت لے کر مدینہ سے رخصت ہوئی اور شام پہنچیں۔ اپنے بھائی عدی بن حاتم سے ملیں اور تمام حالات بتائے۔ عدی

نے بہن سے مشورہ کیااور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے سفانہ نے جواب دیا ''خدا کی قسم! میں یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ تم جلد از جلد جا کر ان سے ملو وہ نبی ہیں اور ان کی طرف دوڑنا اور سبقت کرنا باعث فضیلت ہے'' عدی نے بہن کا مشورہ سن کر کہا کہ ''خدا کی قسم! رائے قوی ہے''۔ عدی بعد ازاں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (بحوالہ اصابہ)

غزوہ تبوک سے پہلے

کعب بن زہیر اور ان کا بھائی بجیر بن زہیر جان بچا کر مکہ سے فرار ہوئے تھے اور مقام ابرق الغراف میں جا کر ٹھیرے۔ بجیر نے کعب کو وہیں ٹھرا کر خود بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور وہ کلام حق اور دین اسلام سے متعلق معلومات حاصل کر کے حلقہ بگوش ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ بجیر آئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طائف سے مراجعت فرما ہونے اور مدینہ منورہ پہنچنے پر بجیر نے اپنی بھائی کعب کو ایک خط لکھا کہ ''تجھ کو اگر اپنی جان عزیز ہے تو فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جا اور جو شخص مسلمان اور تائب ہو کر حضورؐ کے پاس آتا ہے حضورؐ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو کہیں دور چلا جا تا کہ تو بچ سکے''۔ کعب کو یہ ناگوار گزرا کہ بجیر میرے مشورہ کے بغیر مسلمان ہو گئے انھوں نے چند اشعار جواباً لکھ بھیجے۔ بجیر نے بھی جواب میں چند موثر اشعار لکھے اور کعب کے پاس بھیجے جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور کعب نے حضور انورؐ کی شان اقدس میں ایک قصیدہ لکھا اور اسے لے کر مدینہ منورہ چل پڑے۔ مدینہ پہنچ کر صبح نماز کے بعد حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ انھوں نے جب اپنا لکھا ہوا قصیدہ سنایا تو حضور اکرمؐ نے انھیں اپنی یمانی چادر مرحمت فرمائی۔ (طبقات)

غزوہ تبوک کے لئے تیاری

غزوہ تبوک رجب ۹ ھ میں پیش آیا۔ اس غزوہ کو غزوہ عسیرہ بھی کہا جاتا ہے نیز اس کو غزوہ فاضحہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے ۹ ھ میں ہونے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ غزوہ حجۃ الوادع سے پہلے کا ہے۔ اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب معلوم ہوا کہ رومیوں نے شام میں زبردست لشکر جمع کرلیا ہے اور یہ کہ انھوں نے اپنے ہراول دستوں کو بلقاء کے مقام تک بڑھا دیا ہے جو ایک مشہور مقام کا نام ہے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صحابہ کرام کو کوچ کا حکم دیا۔ حضور انورؐ بالعموم جب بھی کسی غزوہ کے لئے روانہ ہوتے تو اپنی منزل کو ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ اور جہاں جانا ہوتا اس کے خلاف راستہ اختیار فرمایا کرتے تھے مگر غزوہ تبوک میں چوں کہ فاصلہ زیادہ تھا اور مشقت وتکلیف بھی سامنے تھی اور موسم بھی بہت سخت تھا اس لئے آپ نے سفر کا مقصد ظاہر فرما دیا تھا۔ پھر یہ کہ دشمن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی لہذا یہ بھی مقصد تھا کہ لوگوں کو جو تیاری کرنی ہے وہ پوری کرلیں۔ حضورؐ نے جہاں صحابہ کو کوچ کا حکم دیا وہیں حضورؐ نے مکہ اور دوسرے عرب قبائل میں آدمی بھیجے کہ وہ لوگ لشکر میں شریک ہوں۔ حضور اقدسؐ نے مالداروں کو توجہ دلائی کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کریں اور انھیں اس کے لئے تاکید فرمائی۔

یہ رسول اللہؐ کا آخری غزوہ ہے جس میں آپ تشریف لے گئے۔ اس غزوہ کے لے حضرت عثمان غنیؓ نے نہایت کشادہ دلی اور فیاضی سے اپنا مال راہ خدا میں نذر کیا۔ انھوں نے اس قدر مال و دولت حاضر کیا کہ کوئی اس بارے میں ان کا ہمسر نہ بن سکا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دس ہزار دینار لشکر کی تیاری میں

دیئے جو اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ تھے ۔ انھوں نے جو اونٹ دیئے ان کی تعداد نو سو تھی اور جو گھوڑے پیش کئے ان کی تعداد ایک سو تھی اس کے علاوہ بے شمار زادراہ ساز و سامان اور متعلقہ ضروری اشیاء فراہم کئے یہاں تک کے پانی کے کچھال باندھنے کے لئے رسیاں بھی دیں ۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان یعنی ان کے جھولوں اور پالانوں کے دیئے تھے ۔ رسول اللہؐ کو حضرت عثمان کی اس فیاضانہ بلند حوصلگی پر بے حد خوشی ہوئی ۔

حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں اور خوش ہوں تو بھی اس سے راضی اور خوش ہوجا'' ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ شروع رات سے صبح تک حضرت عثمان غنیؓ کے لئے دعائے خیر فرماتے رہے اور حق تعالی کی بارگاہ میں عرض کررہے تھے کہ ''اے اللہ! عثمان سے راضی ہوجا کیونکہ میں اس سے راضی ہوں'' ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عثمانؓ ایک ہزار دینار لے کر آئے اور انھیں رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور انورؐ ان کی اس فیاضی سے اس قدر مسرور ہوئے کہ آپ ان دیناروں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے الٹتے پلٹتے جاتے تھے (اور بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا) ۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عثمانؓ دس ہزار دینار لے کر آئے اور انھیں رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس روایت میں جن دس ہزار دینار کا ذکر ہوا ہے غالباً وہ رقم تھی جس سے انھوں نے دس ہزار کے لشکر کو مسلح کیا تھا۔ اور یہ کہ وہ دس ہزار دینار ان ایک ہزار دینار کے علاوہ تھے جن کا ذکر ہوا اور جو انھوں نے رسول اللہؐ کے سامنے لاکر ڈھیر کئے تھے ۔

حضرت عثمان غنیؓ کے علاوہ جو دوسرے مالدار صحابہ کرام تھے انھوں نے بھی لشکر کی تیاری میں زبردست اعانت کی ۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی ساری دولت لاکر رسول اللہ ﷺ کو نذر کر

دی جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا ''کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ بچایا ہے یا نہیں'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ''میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے'' پھر حضرت عمر بن خطابؓ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان سے بھی پوچھا ''کیا اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ بچایا ہے'' حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ باقی آدھا مال ان کے لئے بچالیا ہے۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ دوسو اوقیہ چاندی لے کر حاضر ہوئے (ایک اوقیہ ساڑھے دس درہم کے وزن کا ہوتا ہے۔ سو اوقیہ ایک ہزار پچاس درہم کے وزن کے برابر ہوا)۔

اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بے شمار دولت لے کر آئے اور حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یونہی حضرت طلحہ بہت سا مال دولت لے کر آئے۔ اس کے علاوہ مستورات اور خواتین اسلام نے بھی اس عظیم کام میں دل کھول کر حصہ لیا۔ عورتوں کے پاس جو کچھ زیورات وغیرہ تھے ان میں سے طاقت اور استطاعت کے مطابق سب نے نذر پیش کی اور مجاہدین کے لشکر کی تیاری میں اپنا حق و حصہ ادا کیا۔ حضرت عاصمؓ بن عدی نے ستر وسق کھجوریں لا کر نذر کیں (ایک وسق ایک اونٹ پر جتنا وزن لادا جاتا ہے اس کو کہتے ہیں) جملہ وزن ان کھجوروں کا پونے چار ٹن تھا۔ نادار صحابہ کو بھی زبردست ذوق شہادت تھا وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی تعداد سات تھی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے انتظام کے لئے درخواست کی تا کہ وہ بھی غزوہ میں شریک ہوسکیں۔ ان درخواست گزاروں کے لئے سواری کا انتظام فی الفور مشکل تھا جب انھوں نے نفی میں جواب پایا تو بہت دل برداشتہ اور رنجیدہ ہوئے یہاں تک کہ یہ لوگ روتے ہوئے یہاں سے واپس ہوئے ان حضرات کو بکاون سے موسوم کیا گیا تاہم ان اصحاب کے منجملہ دو کے لئے حضرت عباس بن عبدالمطلب نے سواری کا انتظام کیا اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے تین صاحبوں کے لئے سواریاں مہیا کیں جو قبل ازیں لشکر کے

لئے ان کے عطائے سے علحدہ تھیں مابقی دو حضرات کے لئے یا مین بن عمرو نضری نے سواری کا انتظام کر دیا۔ انھوں نے ان دونوں کو اپنی اونٹنی دی اور ساتھ ہی دو دو صاع کھجوریں بطور زادِ راہ کے حوالے کیں۔ اس طرح ان ساتوں اصحاب کے لئے سواریوں کا انتظام ہو گیا۔

غزوہ تبوک کے لئے روانگی

لشکر کی تیاری مکمل ہونے پر رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ تعداد لشکر کے بارے میں دیگر اقوال بھی ملتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو مدینہ منورہ میں ناظم مقرر فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل و عیال کی حفاظت و خبر گیری کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑا۔ حضرت علیؓ نے اس پر رسول اللہؐ سے عرض کیا ”یا رسول اللہؐ! آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں“ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا ”کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں“

کچھ منافق آئے جو رسول اللہؐ سے بغیر کسی عذر و سبب کے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہتے تھے۔ حضورؐ نے انھیں اجازت دے دی وہ لوگ زائد از اسّی (۸۰) تھے۔ اس طرح اعراب میں سے بیاسی آدمی جو جھوٹا عذر کرنے والے تھے آئے کہ انھیں بھی رہ جانے کی اجازت دی جائے انھوں نے حضورؐ سے عذر کیا مگر حضورؐ نے ان کا عذر قبول نہیں کیا۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے اپنے یہود اور منافق حلفاء کے ہمراہ ثنیۃ الوداع میں لشکر قائم کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دونوں لشکروں میں اس کا لشکر کم نہ تھا۔ رسول اللہؐ کے حکم پر حضرت ابو بکر صدیقؓ لشکر کو نماز پڑھاتے تھے۔ رسول اللہؐ روانہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی اور جو اس

کے ہمراہ تھے پیچھے رہ گئے۔ چند مسلمان بھی بغیر کسی شک اور شبہ کے پیچھے رہ گئے ان میں حضرات کعب بن مالک، ہلال بن ربیع، مرارہ بن الربیع، ابوخثیمہ السالمی اور ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہم تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار اور قبائل عرب کی ہر ہر شاخ کو یہ حکم دیا کہ وہ لواء (چھوٹا جھنڈا) اور رایت (بڑا جھنڈا،) بنالیں۔ حضورؐ اپنی مرضی کے موافق روانہ ہو کر اپنے اصحاب کو لے چلے۔ تیس ہزار آدمیوں اور دس ہزار گھوڑوں کے ہمراہ حضورؐ تبوک آئے۔ وہاں بیس شب اس طرح قیام کیا کہ دو رکعت نماز (قصر) پڑھتے تھے وہیں ابوخثیمہ السالمی اور ابوذرؓ الغفاری حضورؐ سے آملے۔ ہرقل اس زمانے میں حمص میں تھا۔

اسی مقام پر رسول اللہؐ نے حضرت خالدؓ بن الولید کو چار سو بیس سواروں کے ہمراہ بطور سریہ اکیدر عبدالملک کی طرف روانہ فرمایا جو ہرقل کی طرف سے دومۃ الجندل کا حاکم و فرمانروا تھا۔ اکیدر قبیلہ کندہ میں سے تھا۔ ان کے پاس ایسے وقت پہنچے کہ چاندنی رات میں وہ قلعے سے نکل کر مع اپنے بھائی کے ایک نیل گائے کا شکار کھیل رہا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے لشکر نے اس پر اقدام کیا اکیدر اسیر ہو گیا اس کا بھائی حسان لڑا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جو لوگ ان دونوں کے ساتھ تھے وہ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گیر ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا کہ میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو۔ اکیدر نے اس شرط کو منظور کیا۔ خالدؓ بن ولید، اکیدر کو لے کر حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دے کر صلح کی۔ (عیون الاثر ج ۲)

تبوک سے مراجعت اور مسجد ضرار

تبوک سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا'' کچھ لوگ ہیں جو اگر چہ مدینہ میں ہیں مگر تم جس راستے پر بھی چل رہے ہو اور جس وادی سے بھی گزر رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہیں'' لوگوں نے دریافت کیا کہ'' یا رسول اللہ ! وہ لوگ مدینہ میں موجود ہیں ۔'' حضورؐ نے فرمایا'' ہاں کسی نہ کسی عذر کی وجہ سے وہ لوگ وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے'' (یعنی وہ لوگ ساتھ آنا چاہتے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے طلبگار تھے مگر اپنی واقعی مجبوریوں کی وجہ سے ساتھ نہ آسکے ۔ بلکہ دل مسوس کر رہ گئے لیکن پھر بھی اگر چہ ان کے جسم وہاں ہیں مگر دل یہیں پڑے ہوئے ہیں اور قلبی طور پر وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہیں) اس کے بعد رسول اللہؐ آگے بڑھے یہاں تک کہ ذی اوان کے مقام پر فروکش ہوئے جو ایک مقام کا نام ہے ۔ یہاں سے مدینے تک فاصلہ ایک دن سے کم کا سفر ہے' '' علامہ بکری'' لفظ اوان کے بارے میں کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ الف اور واؤ کے درمیان سے را کا حرف رہ گیا ہے ۔ اور اصل میں لفظ اروان ہو گا جو ایک مشہور کنویں ہے جس کے نام پر اس جگہ کا نام ہے ۔

رسول اللہ ﷺ یہاں قیام فرما تھے کہ اللہ تعالی نے آپ کو مسجد ضرار کے متعلق خبر دی (جو منافقین نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور مذاق اڑانے کے لئے بنائی تھی جس کی تفصیل آرہی ہے) چنانچہ حق تعالی کا ارشاد ہوا

''اور وہ لوگ جنھوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہچانے کے لئے کفر کرنے کے لئے اور پھوٹ

ڈالنے کے لئے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گاہ بنایا ہے اس کے لئے کہ جو لڑتا رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے اب تک اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالی محبت کرتا ہے پاک وصاف لوگوں سے تو کیا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ کے تقوی پر اور (اس کی) رضا جوئی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی وادی کے کھوکھلے دہانے کے کنارے پر جو گرنے والا ہے پس وہ گر پڑا اسے لے کر دوزخ کی آگ میں اور اللہ تعالی راہ حق پر نہیں چلاتا ظالم قوم کو۔ ہمیشہ ان کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے۔ کھٹکتی رہے گی ان کے دلوں میں مگر یہ کہ پارہ پارہ ہو جائیں ان کے دل اور اللہ تعالی سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے"۔ (ق ۹/ ۱۰۷ تا ۱۱۰)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں مدینہ طیبہ تک مسجدیں تعمیر ہوئیں جس طرح کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اور ان کے سواء مقامات میں جہاں جہاں حضور اکرمؐ نے امامت فرمائی تھی یا نماز پڑھی تھی لوگوں نے مسجدیں تعمیر کی تھیں۔ یہاں تک کہ حضور اکرمؐ نے موضع ذی اوان میں نزول فرمایا اور یہ جگہ مدینہ سے ایک گھڑی کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں حضور اکرمؐ کو "مسجد ضرار" کی تعمیر کی خبر پہنچی جو منافقین نے مسجد قباء شریف کے روبرو بنائی تھی حضور اکرمؐ نے اسے گرانے اور برباد کرنے کا حکم فرمایا۔ اس مسجد کی تعمیر اور اس کی بربادی کا پورا قصہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے اور حضور اکرمؐ کی تشریف آوری سے قبل اس جگہ قبیلہ بنی خزرج کے اکابر میں ابو عامر راہب تھا۔ جو دین نصرانیت اختیار کئے ہوئے تھے اور توریت وانجیل

کے علم میں مہارت پیدا کرلی تھی۔ اور بہت زیادہ عبادت وریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے دماغ میں سرداری کا جنون سمایا ہوا تھا۔ وہ ابتداء میں ہمیشہ اہل مدینہ پر نبی آخر الزماں کے اوصاف وشمائل بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ان کے اوصاف جن وملک سے میں نے سنے ہیں لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور اس شہر پاک کے مسلمان حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جمال با کمال کے شیفتہ وشیدا ہوئے اور لوگوں نے دین اسلام کو اختیار کیا تو اس شقی باطن کے کانوں سے آتش حسد کا شعلہ بھڑکا اور دنیا کی محبت' سرداری کی چاہت اور شیطان کے اغواء نے اس کی راہ ماری اور وہ لوگوں کو حضور اکرمؐ کی متابعت سے روکنے لگا۔ لوگوں نے اس سے کہا "کیا تو وہ نہیں ہے جو حضور اکرمؐ کی نعت وصفت ہمارے سامنے بیان کرتا تھا۔ اب کیا ہوا کہ لوگوں کو ان کی متابعت سے روکتا ہے۔" اس نے کہا "یہ وہ نبی نہیں جن کی میں صفت بیان کرتا تھا یہ اور کوئی ہیں جو ان سے مشابہت رکھتے ہیں، جن کے بارے میں کہا تھا وہ آئندہ ظاہر ہوں گے" رسول اللہؐ نے اس کو بلایا اور دعوت اسلام دی۔ اس نے قبول نہ کیا اور سرکشی وعناد کی راہ اختیار کی۔ جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو عزت وشوکت حاصل ہوئی تو وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ چلا گیا اور کفار قریش کو حضور اکرمؐ سے عناد وجنگ کرنے پر اکسانے لگا۔ غزوہ احد میں کفار کی جانب سے سب سے پہلے جس نے لشکر اسلام پر تیر پھینکا، وہ یہی تھا۔ اس پر مسلمانوں نے اس کا لقب فاسق رکھا اور حضور اکرمؐ نے اس کے لئے اللہ تعالی سے عرض کیا "اے اللہ! اسے یکہ وتنہا بے یار ومددگار ہلاک کر" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غزوہ احد کے بعد وہ بھاگ کر روم چلا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ حنین میں موجود تھا اور وہاں سے فرار ہو کر ہرقل کے پاس چلا گیا اور اس کا ملازم ومقرب بن گیا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ ہرقل سے لشکر لے کر حضور اکرمؐ کے ساتھ جنگ کرنے نکلے مگر ایسی کوئی صورت نہ بن پڑی۔ پھر اس نے وہاں سے مدینہ کے منافقوں کے نام ایک خط لکھا کہ تم مسجد

قباء شریف کے مقابل اپنے محلہ میں میرے لئے مسجد بناؤ تا کہ جب میں مدینہ آؤں تو وہاں بیٹھوں اور افادہ عام میں مشغول ہو جاؤں اور وہ مسجد میرے اور تمہارے درمیان کمین گاہ کی حیثیت رکھے گی تا کہ وقت کے مطابق اس جگہ سوچ بچار اور صلاح ومشورہ کر سکیں۔ ان منافقوں نے یہ مسجد تعمیر کر دی اور غزوہ تبوک سے حضور اکرمؐ کی واپسی تک یہ مکمل ہو چکی تھی۔ جب حضورؐ تبوک سے واپس ہو کر تشریف لا رہے تھے تو منافقوں نے آ کر چرب زبانی اور نفاق کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے۔ ''یا رسول اللہؐ! ہم نے بیماروں اور کمزروں کو بارش سے بچانے کے لئے ایک جگہ بنائی ہے ہم آرزومند ہیں کہ حضور وہاں قدم رنجہ ہو کر اپنی نماز سے اس مسجد کو مشرف فرمائیں اور ہم پر احسان فرمائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقوں کو جواب میں فرمایا ''اس وقت تو ہم جہاد میں مشغول ہیں'' اگر میں آیا اور ''خدا نے چاہا'' تو نماز پڑھوں گا'' پھر جب واپسی میں حضورؐ موضع ذی آوان میں تشریف لائے تو وہ لوگ پھر آئے اور حضور کو یاد دلایا۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے ''والذین اتخذ و مسجد اضرار۔۔ الخ''

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک ؓ بن خشم اور معن بن عدی ؓ اور کچھ لوگوں کو بلایا اور فرمایا اس مکان (مسجد ضرار) جو جسے ان ظالموں نے بنایا ہے اکھاڑ کے پھینک دو۔ وہ چلے گئے اور جو فرمان تھا اسے بجالایا۔ کتب سیر میں ان بارہ منافقین کے نام مندرج ہیں جو اس کے بنانے میں شریک تھے وہ جگہ یہ عمارت بنائی گئی رفتہ رفتہ کوڑا گھر بن گئی اہل سیر کہتے ہیں کہ اس جگہ کو اکھاڑ پھینکنے کے بعد مدتوں اس جگہ سے دھواں نکلتا رہا۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے قریب آے اور ارادہ فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوں تو اہل مدینہ حضور انور ؐ کے استقبال کے لئے اور پیشوائی کے لئے شہر سے باہر آگئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ میں ایک قوم ایسی ہے جو کسی وادی کی سیر نہیں کرتی مگر یہ کہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور یہ بات اس حکم کے مطابق ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور یہ تمہارے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے اور ایک اور فرقہ ہے جو تم میں سے ہوتے ہوئے بھی تم سے جدا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے بالائی حصہ پر صعود کیا تو فرمایا ''یہ شہر پاکیزہ ہے اور یہ احد پہاڑ ہے جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں'' اور جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباس ؓ نے قصیدہ غرّاء میں جو نہایت فصیح وبلیغ ہے حضور انور ؐ کی مدح فرمائی۔

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے متخلفین کہلاتے ہیں ان میں منافقین کا ایک بڑا گروہ تھا۔ علاوہ ازیں چند مخلصین مومنین بھی نفاق کی بناء پر نہیں بلکہ بعض عذر صحیح کے باعث یا بہ مقتضائے بشریت

یعنی گرمی اور طویل مسافت وغیرہ سے گھبرا کر رہ گئے تھے۔ ان لوگوں میں سے پانچ اصحاب کے اسماء گرامی ملتے ہیں حضرت ابوذر غفاری، ابوخثیمہ سالمی، کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم۔ ان کی صورت یہ تھی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ، حضور انور ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے تو چلے لیکن راستہ میں ان کا اونٹ تھک گیا۔ حضرت ابوذرؓ نے اونٹ سے اپنا سامان اتارا اور ضروری اشیاء کو باندھ کر اپنے کاندھے پر اٹھایا اور چل پڑے یہاں تک کہ منزل تبوک تک جا پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کا اونٹ تھک کر اڑیل ہو گیا تو آپ نے اس وقت تک رک کر انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا جب تک اونٹ کی تھکاوٹ دور ہو کر وہ چلنے کے قابل نہ ہو جائے۔

اسی وجہ سے آپ نے توقف کیا لیکن جب بہت زیادہ وقت گزر گیا اور اونٹ کمزور ہی رہا بحال نہ ہوا تو آپ نے ناامید ہو کر اپنا سامان اٹھایا اور نکل پڑے اور پاپیادہ تبوک جا پہنچے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ دور سے کوئی چلا آ رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "یارسول اللہ! کوئی دور سے پاپیادہ اور یکا و تنہا چلا آ رہا ہے"، تو حضور انورؐ نے فرمایا "ابوذر ہیں" جب وہ حضور اقدسؐ کے قریب پہنچے تو سرکار دو عالمؐ اٹھے اور مرحبا کہہ کر فرمایا "اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحمت فرمائے تنہا چل کر آیا اور تنہاء کوچ کرے گا۔ اور تنہاء اٹھایا جائے گا"، حضور اکرمؐ نے ان سے پوچھا "کیا حال ہے"، تو انھوں نے اونٹ کا تمام ماجرا عرض کیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم میرے اہل میں بہت عزیز ہو جتنے قدم تم ہماری طرف اٹھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ایک گناہ معاف فرمائے"۔

حضرت ابوخثیمہؓ، آقائے دو جہاں ﷺ کے تبوک تشریف لے جانے کے کئی دن بعد غزوہ کے لئے تبوک کی طرف نکلے تھے۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک دن وہ اپنے گھر آئے وہ دن سخت اور شدید گرمی کا

تھا۔حضرت ابوخثیمہؓ کی دو بیویاں تھیں۔ہر ایک نے عریشہ پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے صراحیوں میں ٹھنڈا پانی مہیا کر کے اور عمدہ قسم کے لذیذ کھانے تیار کر کے انھیں دسترخوانوں پر سجا کر بیٹھی تھیں۔جب حضرت ابوخثیمہؓ آئے اور عریشہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ ان کی بیویاں نہایت اہتمام کے ساتھ ان کے آرام وراحت کا سامان مہیا کئے بیٹھی ہیں۔یہ منظر دیکھ کر ان کے دل پر ایک چوٹ لگی ان کا جذبہ ایمان انھیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ رسول اللہؐ تو بیابان میں آفتاب کی سخت گرمی اور راستہ کی گرم وتیز ہواؤں میں ہوں اور ابوخثیمہ ٹھنڈے سائے میں سرد پانی اور عمدہ کھانے اور اپنی بیویوں کے درمیان عیش ولطف اٹھائے۔یہ بات محبت رسول اور انصاف سے بعید ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس عریشہ میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ میں اللہ کے رسولؐ سے نہ ملوں۔پھر انھوں نے تھوڑا سا زادراہ باندھا اور اپنے اونٹ کو باہر نکال کر سوئے تبوک روانہ ہو گئے۔اور منزل تبوک میں سرور کائناتؐ سے جا ملے اور ساری کیفیت حضور انورؐ سے بیان کی۔حضورؐ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

بقیہ تین صحابیوں میں یعنی حضرات کعب بن مالک،مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم مشہور ہیں۔حضرت کعبؓ بن مالک کا واقعہ کچھ عجیب ہے ان کے ضمن میں مابقی دو اصحاب کا بھی ذکر آ جاتا ہے۔حضرت کعبؓ بن مالک مدینہ منورہ کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کو بیعت عقبہ ثانیہ میں موجود رہنے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کے سبب اور ان کی نادر المثال توبہ اور اس قبولیت نے ان کے قصہ کو بے حد اہمیت بخش دی۔حضرت کعب ہی سے مروی ہے کہ ’’غزوہ تبوک میں میرا رہ جانا ابتلائے محض تھا اس میں میرا ظاہری قصد واختیار ہرگز نہ تھا اور کوئی ایسا عذر بھی نہ تھا جس کے باعث میرا رہ جانا مناسب معلوم ہوتا۔تمام سامان سفر تیار تھا اور میری عمدہ سواری بھی تیار تھی کبھی کسی غزوہ میں میرے پاس دو اونٹ نہ تھے لیکن تبوک کے سفر کے لئے میں نے دو اونٹ خرید رکھے

تھے لیکن ہوا انتہائی گرم تھی۔ مدینہ منورہ کی کھجوریں پکی ہوئی تھیں اور سامنے طویل ترین سفر تھا اور طبعی طور پر لوگوں کے دل نہ چاہتے تھے کہ آفتاب کے سایہ سے جائیں اور میں اس بات کے موجود ہونے سے کہ اسباب وسواری تو مہیا ہے کوئی فکر نہ رکھتا تھا اور دل میں عزم تھا کہ جس دن کوچ ہو گا میں بھی نکل کر چل دوں گا۔ جب روانگی ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا آج تو مجھے کچھ کام ہے کل کو روانہ ہو جاؤں گا اسی طرح دو تین دن تاخیر ہوگئی یہاں تک کہ لشکر اسلام کی بہت دور روانگی ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ آج تو مجھے کچھ کام ہے کل کو روانہ ہو جاؤں گا اسی طرح دو تین دن تاخیر ہوگئی یہاں تک کہ لشکر اسلام بہت دور نکل گیا اور وقت ضائع ہو گیا۔ جب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا تو مجھے عظیم وحشت اور غمگینی لاحق ہوئی یہاں تک کہ میں جب گھر سے نکلتا تو یاس وغم اور زیادہ ہوتا کہ مدینہ منورہ میں سوائے ان منافقین کے جنھوں نے جھوٹی عذرداری کی اور ان کے کمزوروں اور ضعیفوں کے جن کا عذر بجا تھا کوئی نہ رہا تھا۔ میں شرمساری اور حسرت و اندوہ کی آگ میں جلتا تھا کہ کیوں میں سرکار دوعالمؐ کے ساتھ اس غزوہ میں نہ گیا۔ اور سید عالمؐ نے مجھے کہیں یاد نہ فرمایا بجز اس غزوہ تبوک کے کہ عبداللہ بن انس انصاریؓ سے میرے بارے میں دریافت فرمایا۔ جب رسول اللہؐ کی واپسی کی خبر مجھے ملی تو میں اور زیادہ غمگین ہوا یہاں تک کہ حضور انورؐ مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوگئے۔ میں حیران و پریشان تھا کہ کل جب مجھ سے دریافت فرمایا جائے گا کہ پیچھے کیوں رہ گئے تو میں کیا عذر بیان کروں گا۔ اور کس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کے غصہ سے نجات پاؤں گا۔ عزیز و اقارب مختلف بہانے اور عذر پیش کرنے کے مشورے دیتے رہے حتیٰ کہ وہ روز مسعود بھی آپہنچا کہ جس دن آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ رونق افروز ہوگئے۔ میں نے تمام باطل اندیشے اور جھوٹے بہانے وغیرہ دل سے نکال پھینکے اور میں نے سوچا سچ کے سواء کسی میں میری نجات نہ ہوگی اگرچہ منافقین جھوٹی قسمیں کھائیں گے اور باطل عذر بیان کریں گے اور رسول اللہؐ بظاہر ان کے عذر قبول کریں گے

اور باطن کو اللہ کے سپرد فرمائیں گے ۔اس کے بعد میں حاضر ہوا اور میں نے سلام عرض کیا۔حضور اکرمؐ نے میری طرف نگاہ مبارک اٹھائی اور ایسا خشم آمیز تبسم فرمایا کہ میرے ہوش جاتے رہے ۔فرمایا ''اے کعب !تم کیوں پیچھے رہے کیا تمھیں اسباب سفر مہیا نہ تھا'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ بلاشبہ جس قدر سامان کی ضرورت تھی سب موجود تھا لیکن میرے نفس نے مجھے غافل بنا دیا اور مجھ پر کسل مندی اور کاہلی غالب آ گئی ۔شیطان نے میری راہ اچک لی اور مجھے محرومی و رسوائی کے گرداب میں ڈال دیا۔'' حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''اٹھو اور جاؤ یہاں تک کہ حق سبحانہ وتعالی تمہارے بارے میں حکم فرمادے'' میرے عزیز و اقارب نے مجھے برا بھلا کہا وہ کہتے کہ دوسروں کی مانند کیوں تم نے کوئی عذر بیان نہ کیا۔ میں نے کہا ''میں وحی کے نازل ہونے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ میرے جھوٹ کی گواہی نہ دے دے ۔اگر میرا معاملہ کسی دنیادار سے ہوتا تو میں جو چاہتا کہہ دیتا لیکن یہاں تو سچائی کے سوا کوئی راستہ ہی نہ تھا۔اس کے بعد میں نے جب لوگوں سے پوچھا ''میرے اس واقعہ کی مانند کسی اور کو بھی ایسا معاملہ درپیش آیا ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ ''مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ کی بھی یہی صورت واقعہ ہے اور وہ دونوں بھی اس بلا میں گرفتار ہیں'' اس وقت میرے دل کو ڈھارس بندھی اور میں نے سوچا یہ دونوں مسلمان صالح ہیں اب دیکھئے کیا ہوتا ہے رسول اللہؐ نے صحابہ کرام کو منع فرمایا کہ ہمارے ساتھ نشت و برخاست' گفت وشنید اور میل جول کوئی نہ کرے۔ تمام صحابہ نے ہم سے کنارہ کشی کی اور ہمارا حال دگر گوں ہو گیا۔اس نہج پر ہمارے اوپر پچاس دن گزر گئے یہاں تک کہ ہم اپنی جانوں سے بیزار ہو گئے ۔ان پچاس دنوں میں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع تو گھر سے باہر نکلے ہی نہیں وہ پیرانہ سالی کا صنعف بھی رکھتے تھے جب کہ میں جوان تھا اور دلیری دکھاتا تھا نماز کے لئے نکلتا تھا اور ترساں ولرزاں حضورؐ کی مجلس شریف میں ایک گوشہ میں بیٹھ بھی جاتا تھا اور حضور انورؐ دزر دیدہ نگاہ کرم میری طرف فرماتے اور میری شکستگی اور پریشان حالی ملاحظہ فرماتے تھے۔

اور توبہ قبول ہوگئی

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے حضرت کعبؓ بن مالک اور دیگر متخلفین سے حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر صحابہ نے نشست و برخاست بول چال اور میل جول موقوف کر دیا تھا۔ حضرت کعبؓ نے اس زمانے میں ان پر گزرنے والی حالت خود ہی بیان فرمائی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ''اور جب میں حضور انورؐ کی طرف دیکھتا تو حضور میری طرف توجہ نہ فرماتے، اعراض فرماتے۔ اور اگر کسی کام کے لئے باہر نکلتا تو کوئی مسلمان مجھ سے بات نہ کرتا اور نہ مجھے کوئی سلام کرتا نہ جواب دیتا۔ یہاں تک کہ ایک دن میرا ضبط وتواں جواب دے گیا اور میرا دل بھر آیا۔ میں مدینہ منورہ سے باہر نکلا چوں کہ ابوقتادہ میرے چچا کے فرزند تھے جو مجھے بہت چاہتے تھے۔ ان کا مدینہ سے باہر ایک باغ تھا وہ وہاں کچھ تعمیر کروا رہے تھے میں ان کے پاس گیا اور انھیں سلام کیا انھوں نے جواب نہ دیا اور مجھ سے اپنا منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا ''اے ابوقتادہ! تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک میرے دل میں نہیں ہے۔ کس لئے تم مجھ سے بات نہیں کرتے اور مجھے جواب نہیں دیتے'' میں نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ انھوں نے آخر میں بس اتنا کہا ''اللہ ورسولہ اعلم'' اس کے بعد مجھے اپنے حال پر رونا آ گیا۔ اور بہت زیادہ رویا اور مدینہ منورہ چلا آیا۔ اچانک میں نے ایک نصرانی کو دیکھا جو شام کی جانب سے آ رہا تھا اور میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا پھر رہا تھا۔ جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو اس سے کہا ''وہ ہے'' جس کی تم تلاش کر رہے ہو۔ یہ ایک قاصد تھا جو شاہ غسان کی طرف سے میرے نام ایک خط لایا تھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا ''اے کعب! واضح ہو کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے آقا (حضور

انورؐ) کا دل تم سے گراں ہے اور تم کو اپنے پاس سے نکال دیا ہے اور ان کے صحابہ تمہارے ساتھ ظلم و جفا کرتے ہیں تم ایسے شخص نہیں کہ ایسی جگہ رہو جہاں تم پر ظلم و جفا ہو اور تمھیں مہجور اور مطرود کر دیا جائے۔ جب تم اس خط کے مضمون سے باخبر ہو تو بلا توقف فوراً آجاؤ تا کہ تم ہماری نوازشوں اور مہربانیوں کو دیکھو'' حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں جب میں نے اس خط کو پڑھا تو اپنے دل میں کہا ''یہ بھی ان بلاؤں میں سے ایک بلا ہے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے اور اس سے زیادہ بری بلا اور کیا ہوگی کہ ایک کافر کی طمع مجھ پر اور میرے دین پر پڑے اور مجھے کفر کی طرف بلائے'' میرا غم اور بڑھ گیا اور اس خط کو میں نے آگ میں ڈال دیا اور قاصد کو اپنے سامنے سے نکال دیا اور کہا کہ ''جاؤ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا میرے آقا کی مجھ پر بے عنایتی اور بے التفاتی تیری عنایت و التفات سے لاکھ درجے بہتر اور خوشتر ہے'' اس کے بعد میں گھر چلا گیا میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ نے کسی کو بھیجا ہے کہ میں اپنی بیوی سے جدا رہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہ حکم ہے کہ میں طلاق دے دوں۔ اس نے کہا نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اس سے قربت نہ کرو۔ اس پر میں نے بیوی کو اس کے والد کے گھر بھیج دیا۔ اور دو اشخاص یعنی ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع کو بھی یہی حکم فرمایا کہ وہ عورتوں سے دور رہیں۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب اس طرح پچاس دن گزر گئے تو ایک رات میں انتہائی دل تنگی و شکستگی کی حالت میں چھت کے اوپر پڑا ہوا تھا کہ اس حالت میں اچانک میں نے آواز سنی میں نے غور سے دیکھا کہ کوئی شخص ٹیلہ پر کھڑا آواز دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے ''اے کعب بن مالک تمھیں خوشی و مبارک ہو تمہاری توبہ مقبول ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کوہ سلع پر جو کہ کعب بن مالک کے گھر کے قریب ہے آ کر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کعب بن مالک کی توبہ قبول کر لی ہے۔ اس کے بعد میرے دوست احباب برابر آنے لگے۔ اور یہ بشارت مجھے پہنچانے لگے اور لوگوں میں شہرہ ہو گیا کہ متخلفین کی توبہ مقبول ہوگئی۔ اس کے بعد میں سر کو

زمین پر رکھا اور سجدہ شکر بجالایا اور دربار اقدس میں حاضر ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ مہاجرین نے مجھے مبارکبادیاں دیں انصار خاموش رہے۔ پھر میں نے جب سلام عرض کیا تو رسول اللہؐ کا روئے مبارک میں نے دیکھا جو چودھویں رات کے چاند کی مانند درخشاں وتاباں تھا۔ حضور اکرمؐ کی عادت شریف یہ تھی کہ جب آپ کو کوئی خوشی ومسرت پہنچتی تو آپ کا روئے انور درخشندہ وتابندہ ہوجاتا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ''اے کعب! تمھیں بشارت ہو اس دن کی جب سے تم ماں کے بطن سے پیدا ہوئے اس دن سے بہتر کوئی دن تم پر نہیں آیا جان لو کہ کوئی دن تم پر اس سے بہتر نہ گزرا ہوگا' آؤ کہ تمہاری توبہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوگئی۔'' میں نے عرض کیا'' یا رسول اللہؐ! قبول توبہ کے شکرانے میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں'' حضور انورؐ نے فرمایا'' ایسا نہ کرو'' میں عرض کیا'' اس کا ادھا مال'' فرمایا'' نہیں'' میں عرض کیا'' تہائی مال'' فرمایا اچھا ہے اور تہائی بہت ہے'' ☆ حضرت سعیدؓ سے منقول ہے کہ میں ہلال بن امیہ کی طرف گیا اور ان کو بشارت دی تو وہ سجدہ میں گر کر تضرع وزاری اور گریہ کرنے لگے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اپنا سر نہ اٹھائیں گے جب تک کہ روح جسم سے پرواز نہ کرجائے۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ ان دنوں وہ کھانا پینا بہت کم کرتے تھے اور بسا اوقات کئی کئی دن صوم وصال کرتے اور گریہ وزاری اور نالہ وسوگواری تو ہمیشہ ہی جاری رہا۔

☆ غزوہ تبوک سے تخلف یعنی پیچھے رہ جانے والوں میں تین صحابہ کے نام تو یہی مشہور ہیں جن کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں حق تعالی نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ

''یقینا رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالی نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہوجائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا ہے ☆ اور ان

تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انھوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بہ کرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے (والا) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے''۔ (ق ۹/ ۱۱۷،۱۱۸)

دو اور صحابی ہیں ایک حضرت ابوذر غفاریؓ جن کا اونٹ راستہ میں تھک کر بیٹھ گیا اور بعد میں وہ پیدل چل کر تبوک پہنچے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے۔ دوسرے ابوخثیمہؓ ہیں جو مدینہ میں اور چند دن بعد جا کر مل گئے۔ مواہب لدنیہ میں چند اور نام بھی گنائے گئے ہیں۔ ایک ابولبابہ بن عبدالمنذر ہیں (جن کا بنی قریظہ کے واقعہ میں ذکر ہے) جب حضور انورؐ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو ابولبابہ نے تخلف کیا اور متخلفین کی جماعت میں قرار پائے۔ جب وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آقائے دو جہاںؐ نے ان سے اپنا رخ انور پھیر لیا۔ اس پر حضرت ابولبابہ خوفزدہ ہو گئے اور خود کو ستون سے باندھ لیا اور کہا یہ میری جگہ ہے۔ میں اس وقت تک جدا نہ ہوں گا جب تک کہ حق تعالیٰ یا تو مجھے دنیا سے رخصت کر دے یا میری توبہ قبول فرمائیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ وہ دس اشخاص تھے جنھوں نے سید عالمؐ سے غزوہ تبوک میں تخلف کیا جب حضور اقدسؐ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے مسجد شریف کے ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ دیا۔ رسول اللہؐ ان کے آگے سے گزر گئے جب سید عالمؐ مسجد میں داخل ہوئے تو فرمایا یہ کون ہیں'' صحابہ کرام نے عرض کیا ''یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنھوں نے یارسول اللہ! آپ سے تخلف کیا انہوں نے طے کیا ہے کہ جب تک آپ انہیں معاف فرما کر کھول نہ دیں وہ یونہی رہیں گے'' فرمایا ''خدا کی قسم! نہ میں انھیں کھولوں گا اور نہ انھیں معذور رکھوں گا جب تک کہ حق تعالیٰ نہ انھیں کھلوائے اور انھیں معاف نہ فرمائے انھوں نے مجھ سے اعراض

کیااورغزوے سے تخلف کیا'' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''کچھ اورلوگ ہیں جنھوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا انھوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل امید ہے کہ اللہ تعالی قبول فرمائے ان کی توبہ بے شک اللہ تعالی بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے'' (ق ۹/۱۰۲) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو بھیجا تا کہ انھیں کھول دیں اور معافی کی بشارت دے دیں۔ یہ مواہب میں مرقوم ہے اور پہلے بنی قریظہ کے غزوہ میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت ابو لبابہ کی خطا اوران کا مسجد کے ستون سے خود کو باندھنا بنی قریظہ کے غزوہ سے متعلق تھا لیکن اس روایت کا ظاہر عبارت اس میں ہے کہ اس وقت تو صرف عتاب تھا اور مسجد کے ستون سے باندھنا غزوہ تبوک میں واقع ہوا۔ اس عبارت میں ان دس اشخاص کے نام نہیں گنائے گئے کہ کون کون تھے سیر کی کتابوں میں محض تین نام حضرت کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ اور دو نام یعنی حضرت ابوذر اور حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مہاجرین میں سے ابوامیہ برادر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی مخلفین کے زمرہ میں ہے جن کو سید عالم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی معذرت خواہی سے معذور رکھا اوران کی اس خطا سے درگزر فرمایا۔ (مدراج النبوۃ)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ رمضان ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ آئے تو فرمایا سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس سفر میں اجر وثواب عطا فرمایا۔ حضور ﷺ کے پاس وہ لوگ آئے جو پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے قسم کھائی تو آپ نے ان کا عذر قبول کیا اوران کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ حضور ﷺ نے کعب بن مالک اوران کے دونوں ساتھیوں کے معاملہ میں انتظار فرمایا یہاں تک کہ ان کی توبہ نازل ہوئی۔ مسلمان اپنے ہتھیار بیچنے لگے اور کہنے لگے جہاد ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کیا اور فرمایا ''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر جہاد کرتی رہے گی تا آنکہ دجال ظاہر ہو'' حضرت کعب بن

مالکؓ سے مروی ہے کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی غزوے کا ارادہ فرمایا اور اسے دوسرے نام سے نہ چھپایا ہو بجز غزوہ تبوک کے کہ اسے رسول اللہؐ نے سخت گرمی میں کیا۔ حضورؐ نے سفر بعید اور کثیر دشمن کی جنگ کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں سے حضورؐ نے ان کا نام صاف صاف بیان فرمادیا کہ وہ اپنے دشمن کی طرح تیار ہوجائیں اور انھیں حضورؐ نے اپنے اس رخ سے آگاہ کر دیا جس کا آپ قصد فرماتے تھے۔ غزوہ تبوک میں دو دو اور تین تین آدمی ایک اونٹ پر تھے وہ سخت گرمی میں روانہ ہوئے انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مدینے میں ایسی جماعتیں ہیں کہ تم نے کوئی راستہ طے کیا ہو یا کوئی وادی قطع کی ہو مگر وہ تمہارے ساتھ ہی رہے۔ انھوں نے کہا ''یارسول اللہ! وہ مدینے ہی میں تھے'' حضورؐ نے فرمایا ''ہاں انھیں عذر نے روک لیا تھا''۔ (طبقات ابن سعد)

سنہ ۹ ھ کے واقعات

رمضان المبارک ۹ ھ میں تبوک سے مراجعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے کہیں باہر تشریف لے جانے کا ارادہ نہیں فرمایا مابقی ایام رمضان مبارک ماہ شوال المکرم اور ماہ ذی قعدہ میں مدینہ منورہ ہی میں رونق افروز رہے البتہ ماہ ذی الحجہ میں رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بحیثیت امیر حج مقرر فرما کر تین سو اصحاب پر مشتمل ایک قافلہ کے ساتھ روانہ کیا تا کہ لوگ رسول اللہؐ کے ارشادات کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت وسرکردگی میں مناسک حج اچھی طرح اور عمدگی کے ساتھ ادا کرسکیں۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ قربانی کے لئے بیس اونٹ بھیجے جن کے گلوں میں قلاوے ڈالے گئے تھے۔ حضورؐ نے قربانی کے اونٹوں پر حضرت ناجیہؓ بن جندب الاسلمی کو مقرر کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیر قیادت جب یہ قافلہ حجاج مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا تو رسول اللہؐ پر سورہ براءۃ کا نزول ہوا جس میں اللہ تعالی نے مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرمایا اور ان کے ساتھ جو معاہدے تھے ان کو کالعدم فرمادیا۔ رسول اللہؐ نے اگر کسی سے کوئی عہد فرمایا ہے تو وہ اس کی مدت تک پورا کرنے اور جن معاہدات کی مدت کا تعین نہیں ہوا تھا ان کے لئے چار ہ ماہ کی معیاد مقرر کردی گئی تا کہ اسی دوران لوگ اپنے اپنے گھروں کو بعافیت واپس لوٹ سکیں اور چار ماہ کی مدت ختم ہونے کے بعد معاہدات کو ختم سمجھا جائے۔ اس سورت میں دیگر کئی احکام بھی اترے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ حج کے لئے جائیں اور میدان

عرفات میں سورہ براءۃ پڑھ کر سنا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا ناقہ مبارک القصواء عطا فرمایا تا کہ وہ اس پر سوار ہو کر جائیں۔ حضرت علیؓ مکہ مکرمہ کی سمت روانہ ہوئے اثناء راہ بمقام العرج حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جا ملے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے تمہیں حج پر مامور فرمایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ''نہیں، مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو سورہ براءۃ پڑھ کر سناؤں اور ہر عہد والے کو اس کا عہد واپس کر دوں۔

حضرت ابو بکرؓ روانہ ہوئے انھوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ حضرت علیؓ نے یوم النحر (۱۰/ذی الحجہ) کو جمرہ (عقبہ) کے پاس لوگوں کو سورہ براءۃ سنائی۔ ہر عہد والے کو اس کا عہد واپس کر دیا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے چار باتوں کے اعلان کا حکم تھا جو میں نے حج کے موقع پر لوگوں کو پہنچا دیا۔ (۱) ایمان کے بغیر کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (۲) کوئی مرد یا عورت برہنہ طواف بیت اللہ نہ کرے (۳) جن جن کے ساتھ حضورؐ پاک کا کوئی معاہدہ ہے جب اس کی مدت پوری ہوگی تو وہ عہد خود بخود کالعدم ہو جائے گا (۴) غیر مسلم کو حج ادا کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

وفود کی آمد

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد پے در پے وفود کی آمد ورفت ہوئی اور حسب ارشاد حق تعالیٰ ''اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ دین میں فوج درفوج داخل ہوتے ہیں'' (ق/۱۱۰ آیت ۲)۔ اطراف و اکناف سے لوگ آتے اور اسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے اس بناء پر اس سال کو ''سنتہ الوفود'' (وفود کے سال) کا نام دیا گیا مسجد نبوی شریف میں ایک ستون ہے جسے ''اسطوانۃ الوفود'' کہتے ہیں یہ الفاظ اس پر لکھے ہوئے ہیں گویا اکثر اوقات وفود سے اسی جگہ حضور علیہ السلام ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وفود کی ابتداء حضور اکرمؐ کے جعرانہ سے واپسی کے بعد سنہ ۸ھ کے آخر سے ہے مگر اکثر کا قول یہی ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ہے اور یہی صواب ہے اس لئے کہ بعض وفود کی ابتداء حضور سید عالمؐ کے جعرانہ سے مراجعت اور کثرت سے آنا جانا سنہ ۹ھ ہی میں ہوا۔

محدثین اور اہل سیر کی کثیر جماعت نے ان وفود کو ضبط کیا ہے۔ ہر کتاب میں ان میں سے بعض کا ذکر ملتا ہے۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ وفود کی آمد پر لباس ہائے فاخرہ زیب تن فرماتے اور صحابہ کرام کو بھی آراستہ وپیراستہ رہنے کا حکم فرماتے اور ان وفود کو اچھے گھروں اور مکانوں میں ٹھہراتے اور ان کی مہمان نوازی فرمایا کرتے اور ہر ایک کو ان کے حالات کے مطابق انعام واکرام سے نوازتے۔ یہاں ان تمام وفود کا ذکر کیا جا رہا ہے جو مختلف مواقع پر حضورؐ کی خدمت میں حاضری کا شرف پایا۔

وفد اسد بن خزیمہ

اس قوم کے دس اشخاص آئے اور مسلمان ہوئے۔ ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے روایت کی ابتدائے ۹ ھ میں بنی اسد بن خزیمہ کے دس گروہ رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے جن میں حضرمی بن عامر، ضرار بن الازور، وابصہ بن معبد، قتادہ بن القائف، مسلمہ بن جیش، طلحہ بن خویلد اور نقادہ بن عبداللہ بن خلف بھی تھے۔ مدارج میں وفود کے سلسلہ میں اولین ذکر وفد اسد بن خزیمہ کا ملتا ہے۔ جب کہ طبقات میں ان کا ذکر وفد مزنیہ کے بعد ہے وفد مزنیہ کا قبیلہ مضر سے تعلق تھا اس کا ذکر آگے آئے گا۔ بنی اسد بن خزیمہ کے حضرمی بن عامر نے کہا کہ ہم لوگ سخت تاریک شب اور سخت خشک سالی میں سفر کر کے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ہمارے پاس کوئی لشکر نہیں بھیجا انھیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو"۔ (ق ۴۹/۱۷)

ان لوگوں کے ہمراہ بنی الزبینہ کی بھی ایک قوم تھی جو مالک بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اسد کی اولاد سے تھے۔ ان لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ الرشدہ کی اولاد ہو۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ ہم مثل اولاد محولہ کے نہیں ہیں یعنی عبداللہ بن غطفان کے نہیں ہیں

بنی مالک بن مالک کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے نقادہ بن عبداللہ بن خلف بن عمیرہ اسدی سے فرمایا کہ اسے نقادہ میرے لئے ایک ایسی اونٹنی تلاش کرو جو دودھ بھی دے اور سواری کا

کام بھی دے۔ اسے بچے سے جدا نہ کرنا۔ نقادہؓ نے اپنے جانوروں میں تلاش کی مگر کوئی نہ ملی البتہ اپنے چچا زاد بھائی کے پاس سے جن کا نام سنان بن ظفیر تھا وہ اونٹنی منگائی اور نقادہ اسے حضورؐ کے پاس لے آئے۔ رسول اللہؐ نے اسے اپنے دست اقدس کے لمس سے سرفراز کیا اور نقادہؓ کو طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے اور انھوں نے اس اونٹنی کا دودھ دوہ لیا۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسے نقادہ! دودھ کا وہ حصہ چھوڑ دو جس سے دوبارہ دودھ اترے۔ حضرت نقادہؓ نے کچھ حصہ چھوڑ دیا۔ رسول اللہؐ نے خود نوش فرمایا اور اصحاب کو بھی عطا فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت نقادہؓ کو سرفراز کیا اور ارشاد فرمایا ''اے اللہ! اس اونٹنی کو اور اس شخص کو جس نے اسے دیا ہے برکت دے'' نقادہؓ نے عرض کیا ''یا نبی اللہ! اور اس شخص کو جو اسے لایا ہے'' تب حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اور اس شخص کو جو اسے لایا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی تفصیلات اور ان کے آنے جانے کی ترتیب کے ضمن میں مختلف ارباب سیر کے پاس الگ الگ تفصیل و ترتیب ملتی ہے۔ تاہم جملہ اہل سیر نے کم و بیش تمام وفود کا ذکر کیا ہے۔

وفد مزنیہ

ابن سعد نے کثیر بن عبداللہ المزنی کی روایت دی ہے کہ انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ قبیلہ مضر کا سب سے پہلا وفد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مزنیہ کے چار سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ وفد رجب سنہ ۵ ھ میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ رسول اللہؐ نے ان کے مکانوں میں

رہنے ہی کو ہجرت قرار دیا چنانچہ اس وفد کے لئے یہ خصوصی ارشاد ملتا ہے ''تم لوگ جہاں رہو مہاجر ہو۔ لہذا تم لوگ اپنے مال متاع کی جانب واپس جاؤ'' چنانچہ وہ لوگ اپنے وطن واپس گئے۔ ابو عبد الرحمن العجلانی سے مروی ہے کہ قبیلہ مزنیہ کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی جن میں خزاعی بن عبد نہم بھی تھے۔ انھوں نے اپنی قوم مزنیہ پر آپ سے بیعت کی ان میں سے دس آدمی ساتھ آئے جن میں بلال بن الحارث، نعمان بن مقرن، ابو اسماء، اسامہ، عبید اللہ بن بروہ، عبد اللہ بن درہ و بشر بن المفتحر بھی تھے ایک روایت میں ہے کہ ان میں دکین بن سعید اور عمرو بن عوف بھی تھے۔ ہشام نے کہا پھر خزاعی اپنی قوم کی جانب روانہ ہو گئے۔ مگر انھوں نے ان لوگوں کی وہ کیفیت نہیں پائی جیسا ان کا خیال تھا وہ مقیم ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے حسان بن ثابتؓ کو یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''خزاعی کا ذکر کرو اور ان کی ہجو نہ کرو'' چنانچہ حضرت حسان بن ثابت نے تعمیل ارشاد میں جو اشعار بیان کئے ان کا مفہوم یوں ہے۔ ''خبر دار خزاعی کے پاس قاصد بھیج دے کہ وفاداری مذمت کو دھوکہ دیتی ہے۔ تم عثمان بن عمرو (کی اولاد) میں سب سے بہتر ہو جب خوبی و بلندی کا ذکر کیا جائے تو ان سب میں زیادہ بلند و خوب تر ہو۔ تم نے رسول اللہؐ سے بیعت کی اور وہ خیر تھی جو خیر کی طرف پہنچ گئی اور تمھیں ثروت نے پہنچا دیا۔ تم کو عاجز نہ کرے یا جن اشیاء کی تم کو طاقت نہیں ہے اس قوم سے عداء عاجز نہ ہو'' خزاعی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ''اے قوم! ان بزرگ کے شاعر نے تم کو خاص کیا لہذا میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں'' ان لوگوں نے کہا ہم تم پر اعتراض نہ کریں گے۔ وہ سب لوگ اسلام لائے اور بطور وفد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہؐ نے قبیلہ مزنیہ کا جھنڈا خزاعی کو دیا اس روز وہ ایک ہزار آدمی تھے۔ وہ (خزاعی) عبد اللہ بن المغفل کے والد مغفل کے بھائی اور عبد اللہ ذی البجادین کے بھائی تھے۔

وفدفزارہ

تقریباً بیس اشخاص پر مشتمل تھا ابو وجزہ السعدی سے مروی ہے کہ رجب سنہ ۹ ھ میں بنی فزارہ کے لوگوں کا ایک وفد دبلے اونٹوں پر آیا۔ انھوں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کیا۔ اس وفد میں جس کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے بیس افراد تھے یا انیس آدمی تھے ان میں خارجہ بن حصن، حر بن قیس بن حصن فرازی کے نام بطور خاص ملتے ہیں یہ تمام افراد وفد عینیہ بن حصین فرازی کے قبیلہ والے تھے رسول اللہؐ نے ان کے وطن کا حال دریافت کیا تو ایک شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا "یارسول اللہؐ! ہمارے وطن میں قحط سالی ہے مواشی ہلاک ہوگئے اور اطراف وجوانب خشک ہوگئے اور ہمارے عیال بھوکے مر گئے لہذا اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعاء فرمائیے"۔

رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور دعاء فرمائی "اے اللہ! اپنے شہر اور جانوروں کو سیراب کردے اپنی رحمت کو پھیلا دے اور مردہ شہر کو زندہ کردے۔ اے اللہ! ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر دے جو مدد کرنے والی مبارک، سرسبز، شبانہ روز، وسیع، فوری، غیر تاخیر کنندہ، مفید وغیر مضر ہو۔ اے اللہ! ہمیں باران رحمت سے سیراب کردے نہ کہ باران عذاب سے یا منہدم اور غرق کرنے اور مٹانے والی بارش سے۔ اے اللہ! ہمیں بارش سے سیراب کر اور ہمارے دشمنوں کے مقابل میں ہماری مدد کر" (اس دعاء کے بعد) اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں کو چھ روز تک آسمان نظر نہ آیا۔ رسول اللہؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اور دعاء فرمائی کہ "اے اللہ! ہمارے اوپر نہیں ہمارے اطراف ٹیلوں پر زمین سے ابھرے ہوئے پتھروں پر وادیوں پر جھاڑیوں پر ہو، ابر مدینے سے اس طرح پھٹ گیا جس طرح کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ (طبقات)

وفد تمیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشر بن سفیان (جو نحّام العدوی کے نام سے بھی مشہور تھے) کو خزاعہ سے تعلق رکھنے والے بنی کعب کے اموال صدقات کی وصولی پر مقرر فرما کر روانہ کیا۔ ان کے پاس بنی کعب کے اطرف قیام پذیر بنی عمرو بن جندب بھی آئے۔ جب خزاعہ نے اپنی زکوٰۃ جمع کی جن میں مواشی تھے تو اس بات کو بنی عمرو نے پسند نہ کیا اور انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور یہی نہیں بلکہ آمادۂ پیکار ہو گئے انھوں نے اپنے ہتھیار نکالے اور تلواریں لے کر آگے بڑھے۔

محصول زکوٰۃ بشر بن سفیان واپس مدینہ منورہ آے اور ساری صورتحال بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے عینیہ بن بدر الفرازی کو خود ان کی آمادگی پر مامور فرمایا ان کے ہمراہ پچاس عرب سواروں کو بھیجا۔ ان لوگوں میں مہاجر وانصار سے کوئی نہ تھا۔ جب عینیہ اور ان کے ساتھیوں نے اقدام کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح سے نوازا۔ وہ قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس ہوے۔

روسائے بنی تمیم کی ایک کثیر تعداد جن میں عطارد بن حاجب، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم، قیس بن حارث، نعیم بن سعد، اقرع بن حابس، ریاح بن الحارث، عمرو بن الاہتم وغیرہ شامل تھے مدینہ منورہ آئی۔ جب اسیروں نے ان کو دیکھا تو عورتیں اور بچے ان کے سامنے رونے لگے۔ یہ لوگ بہ عجلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے کی طرف آے اور ندا دی "یا محمدؐ! ہماری طرف تشریف لائیے"۔ رسول اللہؐ برآمد ہوئے۔ رسول اللہؐ سے لپٹ گئے اور نہایت لجاجت سے گفتگو کرنے لگے۔

بارگاہ رسالت پناہیؐ میں یہ لوگ اس وقت آے جب کہ نماز ظہر کے لئے اذان ہو چکی تھی اور لوگ حضور انورؐ کے کاشانہ اقدس سے برآمدگی کے منتظر تھے۔ رسول اللہؐ تشریف لاے تو وفد بنی تمیم اسی وقت ملنا اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن نماز ظہر کے لئے اقامت کہی گئی اور رسول اللہؐ نے بلاتوقف نماز ظہر پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد حضورؐ نے وفد بنی تمیم کی طرف توجہ فرمائی اس وفد میں زائد از اسّی افراد آے تھے۔ اقرع بن حابس نے کہا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ کہوں کیوں کہ میری سعی باعث زینت اور میری مذمت عیب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ ایہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے۔ بنی تمیم کے وفد نے اپنے خطیب عطارد بن حاجب کو آگے کیا کہ وہ تقریر کریں۔ حضور انورؐ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس سے فرمایا کہ تم ان کا جواب دو اور انھوں نے حسب ارشاد انھیں جواب دیا۔ پھر وفد والوں نے حضور انورؐ سے عرض کیا کہ ہمارے شاعر کو اشعار سنانے کی اجازت مرحمت فرمائی جاے جسے قبول فرمالیا گیا اور وفد کے شاعر زبرقان بن بدر اٹھے اور چند اشعار پڑھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ تم ان کا جواب دو۔ حضرت حسانؓ بن ثابت نے زبرقان بن بدر نے جس طرح کے اشعار پڑھے تھے اسی طرح کے اشعار کہہ کر جواب دیا۔

وفد والوں نے جب حضرت ثابتؓ بن قیس کی جوابی تقریر سنی اور حضرت حسان بن ثابتؓ کے اعلیٰ معیاری اور فی البدیہہ اشعار سنے تو بے ساختہ اعتراف کیا کہ واللہ رسول اللہؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے کہیں بڑھ کر فصیح اللسان اور بلیغ ہے اور آپ کا شاعر واقعی ہمارے شاعر سے کہیں زیادہ بلند رتبہ ہے اور یہ سارے حضرات ہم سے زیادہ بردبار اور حلیم ہیں۔ انھیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

"بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ (ق ۴۹/ ۴)

رسول اللہ ﷺ نے قیس بن عاصم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ اونٹ کے اون والوں کے سردار ہیں۔ پھر حضورؐ نے وفد والوں پر عنایت فرمائی اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دینے کا حکم سرفراز فرمایا۔ مزید یہ کہ جس طرح معمول شریف تھا کہ وفد والوں کو آپ انعام و اکرام سے نوازتے اسی طرح وفد بنی تمیم کے لئے بھی انعامات کی عطائی کا حکم مرحمت فرمایا اور وہ نوازے گئے۔ حسب ارشاد حضرت بلالؓ نے ارکان وفد میں فی کس ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کا انعام تقسیم کیا۔ اس وفد میں جو سب سے کم عمر لڑکا تھا اسے پانچ اوقیہ دیئے گئے۔ اس لڑکے کا نام عمرو بن الاہتم تھا۔

سفیان بن العزیل جن کا تعلق عمرو بن تمیم سے تھا بارگاہ رسالت پناہیؐ میں وفد کے طور پر حاضر ہوئے اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ جب ان کے بیٹے نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا تو انھوں نے کہا تھا کہ میں پہلے جا کر آجاؤں پھر دوبارہ میرے ساتھ چلنا۔ ان کے فرزند کا نام قیس تھا۔ وہ بعد میں مشرف بہ ایمان ہوئے ان کے فرزند کو حضور انورؐ کی رحلت شریف کے بعد یہ سعادت ملی۔ غنیم بن قیس بن سفیان کی روایت ہے کہ ہمیں ایک شتر سوار دور سے آتا ہوا دکھائی دیا جب وہ قریب آیا تو خبر سنائی کہ اب حضور انورؐ دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں۔ ہم لوگ اپنی اپنی جھونپڑیوں سے نکل پڑے اور بے ساختہ کہا کہ ہمارے ماں باپ رسول اللہؐ پر قربان ہو جائیں۔ غنیم نے اس وقت حضورؐ کی محبت میں سرشار اور نہایت ہی غم واندوہ میں ڈوب کر یہ شعر کہا جس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ ”خبردار! میری تباہی ہے (حضرت) محمدؐ (کے دنیا سے پردہ فرمانے) کے واقعہ پر کہ میں آپ کی حیات میں بیٹھا رہا (اور آپ کی زیارت نہ کی) میں ظالم دشمن سے بھی (حالاں کہ) امن میں تھا“۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں قیس بن سفیان بن العزیل نے وفات پائی وہ حضرت علاء بن الحضرمی کے ساتھ بحرین میں تھے۔ (طبقات ابن سعد)

وفد بنی عبس

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں نو افراد پر مشتمل بنی عبس کا وفد حاضر ہوا۔ ان لوگوں میں میسرہ بن مسروق، حارث (کامل سے بھی معروف) بن ربیع، قنان بن دارم، بشر بن الحارث بن عبادہ، ہدم بن مسعدہ، سباع بن زید، ابوالحصین بن القمان، عبداللہ بن الحصین بن فضالہ شامل تھے۔ بارگاہ رسالت پناہیؐ میں حاضری کے بعد یہ لوگ اسلام سے مشرف ہوے۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کے لئے دعاے خیر فرمائی۔ حضور انورؐ نے انہیں حکم دیا کہ ایک ایسے آدمی کو ڈھونڈ کر منتخب کرو جو تمہارے عشر (یعنی زکوٰۃ کا دسواں حصہ) وصول کرے تا کہ میں تمہارے لئے جھنڈا باندھ دوں۔ اس ارشاد کے بعد طلحہ بن عبید اللہ کی نامزدگی ہوگئی۔ وہ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوے اور حضور انورؐ نے انہیں جھنڈا عطا کیا اور بنی عبس کے لئے انھیں شعار "عشرہ" مقرر فرمایا۔ (شعار یعنی چند مخصوص الفاظ جو پہلے سے مقرر کر لئے جاتے ہیں تا کہ میدان جنگ میں ان الفاظ کی مدد سے لوگ فوج میں اپنے لوگوں کو پہچان سکیں) جب قریش کا ایک قافلہ شام سے آرہا تھا بنی عبس کے ہمراہ ایک سریہ روانہ کیا گیا۔ بنی عبس کے لئے جھنڈا باندھا گیا تھا۔

بنی عبس کے لوگوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا "یارسول اللہؐ! ہم جملہ نو لوگ ہیں اور اگر مال غنیمت حاصل ہو تو ان کی تقسیم کی کیا صورت ہوگی"۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارا دسواں میں ہوں" اور سب سے بڑا جھنڈا جماعت و امام کا کر دیا" فرمایا "بنی عبس کے لئے چھوٹا جھنڈا انہیں ہے"۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس تین اشخاص بنی عبس کے حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ "یا

رسول اللہؐ! ہمارے پاس قاری (یعنی قرآن مجید کے حافظ اور معلم) آئے اور انھوں نے یہ خبر دی ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام نہیں۔ ہمارے پاس مال اور مواشی ہیں جو ہماری معیشت کا ذریعہ ہیں۔ اگر ایسا ہے کہ جو ہجرت نہ کرے وہ مسلمان نہیں تو ہم ان مویشیوں کو فروخت کر دیں گے اور ہجرت کریں گے" ان کا معروضہ سن کر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا "جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ اگر تم (دور دراز مقامات) صمد اور جازان میں بھی رہو جب بھی اللہ تعالی تمہارے اعمال میں کچھ کم نہ کرے گا"۔

وفد مرہ

۹ھ میں جب کہ وفود کی آمد کا سلسلہ جاری تھا، مراجعت تبوک کے وقت مرہ کے ۱۳ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان کے سردار کا نام حارث بن عوف تھا۔ ان لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! ہم آپ ہی کے قبیلہ اور خاندان کے لوگ ہیں۔ ہم لوئ بن غالب کی اولاد سے ہیں" رسول اللہؐ نے خوشی کا اظہار اپنے تبسم مبارک سے فرمایا پھر ان کے سردار حارث بن عوف سے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنے متعلقین کو کس مقام پر چھوڑا ہے انھوں نے عرض کیا کہ سلاح اور اس کے اطراف و اکناف میں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے علاقہ کی کیا حالت ہے۔ انھوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم لوگ قحط کے شکار ہیں آپ ہمارے لئے دعاء فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء کی "اے اللہ! ان لوگوں کو بارش سے سیراب فرما" یہاں آپ نے دعاء کی اور وہاں ان کی بستی میں اللہ تعالی نے بارش برسائی۔ حضرت بلالؓ کو حضور انورؐ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی اور چار سو درہم بطور انعام دے دو اور ان کے سردار حارث

بن عوف کو بارہ اوقیہ دو۔ حضرت بلال نے تعمیل ارشاد کی۔ بنی مرہ مسلمان ہو چکے تھے۔ جب وہ مدینہ منورہ سے اپنی منزل کو واپس ہوئے تو نہایت مسرور تھے۔ دولت دین سے مالا مال اور حضور اکرمؐ کی عنایات خاص سے بہرہ منداور اپنے حالات کے خوشگوار انداز سے بدل جانے پر شاد و خرم تھے۔

وفد ثعلبہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالی میں بنی ثعلبہ کے چار آدمی حاضر ہوئے (بعض روایتوں میں آیا ہے کہ بنی ثعلبہ کا وفد قبل ازیں اس وقت حاضر ہوا تھا جب کہ حضور انورؐ جعرانہ سے واپس تشریف لائے تھے) بنی ثعلبہ کا وفد حضورؐ سے عرض کرنے لگا ہم اپنی قوم کے نہایت غریب اور پسماندہ لوگوں کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی اور ان کی طرف سے اسلام قبول کرنے کا اقرار کرتے ہیں رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ ثعلبہ والوں کی مہمان داری کی جائے۔ وہ لوگ چند دنوں تک مدینہ منورہ میں مقیم و مہمان رہے پھر جب واپسی کا ارادہ کیا تو اجازت طلب کرنے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور رخصت کی اجازت چاہی۔ حضور اقدسؐ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی اور حضرت بلالؓ کو یاد فرمایا جب وہ حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ”اے بلال! بنی ثعلبہ والوں کو بھی اسی طرح انعام دو جیسا کہ دوسرے وفود کو عطاء کیا جاتا ہے“ چنانچہ وہ چاندی کے چند سکے لائے اور ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی بارگاہ رسالت کے انعام کے طور پر دیئے۔ بنی ثعلبہ والے اس عنایت خاص پر بے حد خوش ہوئے کیونکہ وہ لوگ نہایت غریب، پریشان حال اور ضرورت مند تھے۔ اس وقت ان کے پاس کسی قسم کا مال و متاع، روپیہ پیسہ کچھ نہ تھا۔ انھیں جب پانچ پانچ اوقیہ کا انعام ملا تو ان کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ لوگ انعام پا کر اپنے وطن واپس ہو گئے۔

وفد محارب

حجتہ الوادع میں وفد محارب آیا۔ ابی وجزۃ العدی سے مروی ہے کہ وہ لوگ جملہ دس کی تعداد میں تھے جن میں سواء بن الحارث اوران کے بیٹے خزیمہ بن سواء بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کو رملہ بنت الحارث کے مکان میں اتارا گیا۔ حضرت بلالؓ صبح وشام ان کے لئے کھانا لایا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے پسماندہ لوگوں کے قائم مقام ہیں۔ وفد محارب نے اپنے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کئے۔ اس وفد میں انہی کے قوم کے ایک شخص تھے رسول اللہؐ نے انھیں پہچانا انھوں نے عرض کیا ''تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اتنا زندہ رکھا کہ میں نے آپ کی تصدیق کی'' رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ قلوب اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' رسول اللہؐ نے خزیمہ بن سواء کے چہرے پر دست مبارک پھیرا تو ان کی پیشانی سفید ومنور ہوگئی چمکنے لگی۔ رسول اللہؐ نے انھیں انعام دیا جس طرح آپ وفد کو عطاء فرمایا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے متعلقین کے پاس واپس ہوگئے۔

وفد سعد بن بکر (ضمام بن ثعلبہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رجب ۵ ھ میں ضمان بن ثعلبہ بنی سعد بن بکر کی طرف سے بارگاہ رسالت میں بطور وفد کے حاضر ہوئے۔ ضمام بن ثعلبہ نہایت حوصلہ مند، جری، شجیع اور دراز گیسوؤں

والے وجیہہ شخص تھے۔ جب وہ حضور سید عالمؐ کی خدمت میں پیش ہوئے تو انھوں نے عرض کیا کہ میں چند باتیں آپ سے دریافت کروں گا۔ حضورؐ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی۔ ضمام نے عرض کیا کہ ''کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف بھیجا ہے؟''۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ''ہاں''۔ اس کے بعد ضمام نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں پوچھا۔ حضور اقدسؐ نے ان کے تمام سوالات کے جواب سرفراز فرمائے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ''میں ضمام ابن ثعلبہ ابن سعد ابن بکر کا بھائی ہوں۔ انھوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ میں آپ سے دین حق کے بارے میں دریافت کروں اور جو کچھ آپ سے سنوں انھیں جا کر بتلاؤں''۔ اس کے بعد وہ بہ صدق دل ایمان لائے، مسجد سے نکلے اور اونٹ پر سوار ہو کر واپس چلے گئے۔ اپنی قوم میں واپس پہنچ کر تمام بتوں کو اکھاڑ پھینکا اور حقائق دین سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ معروف و منکر سمجھایا یعنی رسول اللہؐ نے جن امور کا حکم دیا تھا اور جن باتوں سے منع فرمایا تھا ساری تفصیلات بتا دیں اور پھر انھیں دعوت اسلام دی جس کا یہ اثر ہوا کہ ضمام جس دن اپنی قوم میں پہنچے تھے ابھی شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ ہر طرف سے اذانیں بلند ہونے لگیں اور باجماعت نماز پڑھی جانے لگی لوگوں نے بہت جلد مسجدیں تعمیر کیں اور پوری طرح اسلام میں داخل ہو گئے۔

وفد کلاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ۹ھ میں بنی کلاب کا ایک وفد جو تیرہ نفوس پر مشتمل تھا حاضر ہوا۔ خارجہ بن عبداللہ بن کعب کی روایت کے بموجب اس وفد میں لبید بن ربیعہ اور جبار بن سلمی بھی شامل

تھے۔رسول اللہؐ نے وفد کلاب کو رملہ بنت حارث کے مکان میں اترنے کا حکم دیا۔ وفد میں شامل جبار بن سلمی اور کعب بن مالک میں بڑا دوستانہ تھا۔ حضرت کعب کو جب معلوم ہوا کہ بنی کلاب کے وفد میں جبار بھی آئے ہیں تو بے حد مسرور ہوئے ان کی خاطر تواضع کی اور ہدیہ دیا۔

حضرت کعب بن مالک کے ساتھ بنی کلاب کا وفد اپنا قیامگاہ سے نکلا اور سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے حضورؐ کو سلام کیا۔ اورعرض کرنے لگے کہ آپ نے جو ضحاک بن سفیان کو ہمارے پاس روانہ فرمایا تھا وہ آئے اور ہمارے ہاں کلام اللہ اور آپ کی سنت لائے۔ آپ نے جیسی ہدایت فرمائی تھی۔ اس کے مطابق انھوں نے ہمیں دعوت اسلام دی۔ ہم نے اس دعوت حق کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے قبول کرلیا۔ اور ہم سارے لوگ اسلام لے آئے ہیں ضحاک نے حسب ارشاد اقدس ہمارے امراء سے اموال زکوۃ حاصل کئے اور ہمارے ہی فقراء کے درمیان اس کو تقسیم کردیا۔

وفد رواس بن کلاب

رواس بن کلاب کی اولاد میں عمرو بن مالک نامی ایک جویائے حق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دولت ایمان سے مالا مال ہوکر اپنے قبیلہ میں واپس لوٹا اور سب کو جمع کر کے انھیں دعوت اسلام دی۔ ان کی قوم والوں نے جواباً کہا کہ ہم اس وقت تک ایمان قبول نہیں کریں گے اور مسلمان نہیں ہوں گے جب تک کہ ہم بنی عقیل بن کعب پر اسی طرح مصیبت نازل نہ کرلیں گے جن طرح انھوں نے ہمارے ساتھ کیا۔ اسی قبیلہ کے ایک راوی ابی نفیع طارق بن علقمہ رواسی بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ بنی عقیل کے ارادے سے نکلے اور ان کے ساتھ عمرو بن مالک بھی تھے۔ وہ لوگ بنی عقیل کے سروں پر پہنچ

گئے اور اس طرح ان پر اقدام کیا اور مصیبت لائی جس طرح ان لوگوں نے کیا تھا۔ بنی عقیل کے مواشی کو ہنکاتے ہوئے جب واپس ہو رہے تھے تو بنی عقیل کے ایک سوار نے جس کا نام ربیعہ بن منتفق تھا یہ منظوم قسم کھائی کہ ''سوائے سوار کے کسی کو نیزہ نہیں ماروں گا'' چنانچہ رواسی قبیلہ کا ایک شخص محرس بن عبد اللہ اس کی زد میں آ گیا۔ ربیعہ نے اس کو ایسا نیزہ مارا کہ ایک بازو بیکار ہو گیا۔ محرس اپنے گھوڑے کی گردن سے لپیٹ گئے اور اپنی قوم کو آواز دی۔ ربیعہ نے آوازہ کسا کہ گھوڑوں کے رواس کو بلاتے ہو یا آدمیوں کے رواس کو آواز دے رہے ہو عمر بن مالک نے یہ سنا تو بلا تامل ربیعہ کو نشانہ بنایا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ رواس والے بنی عقیل کے مویشیوں کو ہنکاتے ہوئے وادی تربہ کے دوسرے بازو تک پہنچ چکے تھے۔ بنی عقیل نے اگر چہ کہ ان کا تعاقب کیا مگر وادی تربہ درمیان میں حائل ہو گئی تو واپس لوٹ گئے۔ عمرو بن مالک کو بڑی حیرانی تھی کہ اسلام لانے کے باوجود ان سے خون ہو گیا اس کا انھیں اس قدر احساس ہوا کہ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور انورؐ نے ان سے رخ پھیر لیا تاہم عمروؓ بن مالک نے نہایت لجاجت سے اعتراف خطا کیا اور درخواست رضا کی جو قبول ہوئی۔

(طبقات ابن سعد)

وفد بنی عقیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بنی عقیل کے چند لوگ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں ربیع بن معاویہ بن خفاجہ، مطرف بن عبد اللہ، انس بن قیس بطور وفد حاضر ہوئے۔ وہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور دست اقدس پر بیعت کی اور اپنی قوم کے چھوٹے ہوئے لوگوں کی طرف سے بھی سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارکہ پر بیعت کی۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کو عقیق کے مقام پر زمین عطا فرمائی جس میں چشمے اور کھجور کے باغات تھے بنی عقیل والوں کے لئے یہ عنایت خاص تھی۔ رسول اللہؐ نے انھیں ایک تحریری فرمان بھی سرفراز فرمایا جس کا مضمون اس طرح تھا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ سند ہے جو محمد رسول اللہؐ نے ربیع و مطرف وانس کو عطا فرمائی ہے۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کو اس وقت تک کے لئے عقیق (مقام) عطا فرمایا ہے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں زکوۃ ادا کرتے رہیں اور اطاعت وفرماں برداری کرتے رہیں۔'' رسول اللہؐ نے انھیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا۔ فرمان مطرف کے قبضہ میں تھا لقیط بن عامر بن المنتفق (جو رزین کے والد تھے) بطور وفد کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے انھیں ایک جگہ جو نظیم سے موسوم تھی عنایت فرمائی۔ یہاں پانی بھی موجود تھا لقیط نے اپنی قوم کی طرف سے حضورؐ کے دست انور پر بیعت کا شرف پایا۔ اسی طرح رسول اللہؐ کے پاس ابوحرب بن خویلد بن عامر بھی حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے انھیں قرآن مجید سنایا اور ان کو دعوت اسلام دی۔ ابوحرب نے عرض کیا'' بے شک آپ اللہ تعالی کی طرف بلاتے ہیں اور ایسی بات ارشاد فرماتے ہیں جسے ہم اچھی طرح سمجھ نہیں پا رہے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس دین جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اور اس مذہب جس میں قائم ہوں قرعہ ڈالوں'' ابوحرب نے تیر گھمانے شروع کئے۔ کفر کا تیر ان کے خلاف نکلا۔ دوبارہ اور تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا کہ کفر کا تیر ان کے خلاف نکلا۔ ابوحرب نے عرض کیا'' یہ تو اسی کو قبول کرتا ہے جو آپ کی رائے ہے''۔ ابوحرب یہاں سے چل کر اپنے بھائی عقال بن خویلد کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا تمھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلچسپی ہے جو اسلام کی دعوت دیتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں۔ انھوں نے مجھے موضع عقیق پر اختیار دیا اور اس پر مالکانہ تصرف دیا ہے۔ عقال نے جواباً کہا ''میں تمھیں اس سے زیادہ زمین دوں گا جو محمدؐ نے تم کو عطا کی ہے'' ابوحرب اپنے بھائی عقال کے ساتھ

عقیق کے نشیبی حصہ میں گئے اور تمام نشیبی حصہ اس میں موجود چشمہ کے ساتھ لے لیا۔ اس واقعہ کے بعد خود عقال بن خویلد نے بارگاہ رسالت میں حاضر کا شرف پایا۔ رسول اللہؐ نے عقل بن خویلد کے سامنے بھی اسلام پیش کیا اور قبول اسلام کی دعوت دی اور ارشاد فرمایا کہ ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں'' وہ کہنے لگے ''ہاں میں گواہی دیتا ہوں'' اہل علم کا ارشاد ہے کہ حصین بن المعلی بن ربیعہ بن عقیل اور ذو الجوشن بھی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

وفد جعدہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں الرقاء بن عمرو بن ربیعہ بطور وفد حاضر ہوئے حضور اکرمؐ نے ان کو (مقام) نلج میں ایک خاص جائیداد عطا فرمائی اور انھیں اس کا تحریری فرمان بھی عطا فرمایا۔ جو جعدہ کے لوگوں کے پاس ہمیشہ موجود رہا۔

وفد قشیر بن کعب

بنی قشیر کا ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں ثور بن عروہ بن عبد اللہ بھی تھے۔ یہ اسلام سے مشرف ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل نے انھیں ایک اراضی عطا فرمائی اور اس سے متعلق تحریری فرمان بھی مرحمت فرمایا اور اس وفد میں حیدہ بن معاویہ بن قشیر اور قرۃ بن ہبیرہ بن سلمۃ الخیر قشیرہ بھی تھے۔ یہ واقعہ حجۃ الوادع سے پہلے اور غزوہ حنین کے بعد ہوا۔ قرۃ بن ہبیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے کچھ عطا فرمایا اور ایک چادر بھی اوڑھائی اور حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے محصل زکوۃ بن جائیں۔ قرۃ جب واپس ہوئے تو انھوں نے اس واقعہ کو بہت ہی خوبصورت اشعار میں نظم کیا۔

وفد بنی البکاء

۹ھ میں بنی البکاء کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا ان میں معاویہ بن ثور بھی تھے ان کی عمر اس وقت ایک سو سال سے متجاوز تھی ان کے ہمراہ بشر بن معاویہ، فجیع بن عبد اللہ بن جندح اور عبد عمر والبکائی تھے۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کے ٹھہرانے اور مہمان رکھنے کا حکم دیا اور انھیں انعامات سے نوازا اور یہ لوگ اپنی قوم میں واپس ہوئے۔ معاویہ بن ثورؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ میں آپ کے چھونے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں میں بوڑھا ہو گیا ہوں پھر انھوں نے اپنے بیٹے کو بارگاہ اقدس میں حاضر کیا اور معروضہ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میرے ساتھ نیکی کرتا ہے آپ اس پر مہربانی فرمائے اس کے چہرے پر اپنے دست مبارک کو پھیر دیجئے۔ رسول اللہؐ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور اپنے دست اقدس کو بشر بن معاویہ کے چہرہ پر پھیر دیا اور انھیں سفید رنگ کی بھیڑیں عطا فرمائیں اور برکت کی دعاؤں سے نوازا جس کا اثر یہ ہوا کہ قحط سالی کے دوران یہ لوگ ہمیشہ اس کے اثرات سے محفوظ رہتے تھے۔ (طبقات)

وفد کنانہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وفد کنانہ، واثلہ بن الاسقع کی سرکردگی میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ ایسے وقت آئے جب کہ رسول اللہؐ تبوک جانے کی تیاریاں فرما رہے تھے۔ واثلہ بن اسقع کا مدینہ منورہ کے مضافات میں قیام تھا۔ حضورؐ ایک دن وہاں رونق افروز ہوئے اور نماز فجر میں واثلہ بن اسقع شریک ہوئے۔ نماز سے فراغت کے بعد رسول اللہؐ نے معمول شریف کے موافق جماعت میں شامل افراد پر نگاہ رحمت ڈالی تو دیکھا کہ واثلہ بن اسقع بھی موجود ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا ''تم کون ہو تمھیں کیا چیز لائی ہے اور تمہاری کیا حاجت ہے'' واثلہ بن اسقع نے اپنا نام و نسب عرض کیا اور کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ اللہ اور رسول پر ایمان لاؤں اور بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہؐ نے ان سے بیعت لے لی۔ اس کے بعد حضرت واثلہ بن اسقعؓ اپنے قبیلہ میں واپس گئے۔ اور گھر والوں سے کہا کہ میں مشرف بہ اسلام ہو کر آیا ہوں تو ان کے والد نے برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں تم سے کوئی بات نہ کروں گا لیکن جب ان کی بہن کو اسلام کی حقانیت معلوم ہوئی اور انھوں نے تفصیلات سنی تو ایمان لے آئیں اور اپنے بھائی کے لئے سامان سفر درست کر دیا اور وہ اپنے گھر سے نکل کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضورؐ تبوک کی طرف تشریف لے جا چکے ہیں اور حضورؐ کے پیچھے لشکر جا رہا ہے۔ چوں کہ ان کے پاس سواری نہ تھی اور مسافت طویل تھی اسی لئے انھوں نے منادی کر دی کہ جو مجھے سواری فراہم کرے گا میں اپنا حصہ مال غنیمت اسے دے دوں گا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت کعب بن عجرہ نے انھیں اپنے اونٹ پر سوار کروا لیا اور ان کے خورونوش کا انتظام بھی اپنے ذمہ لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب ایک لشکر کا سربراہ بنا کر دومتہ الجندل کی طرف بھیجا تو واثلہ

بن اسقع بھی اس مہم میں شریک ہوئے اور جب انھیں غنیمت میں چھ اونٹنیاں ملیں تو حسب وعدہ و اعلان انھوں نے یہ اونٹنیاں کعب بن عجرہ کے حوالے کر دیں لیکن حضرت کعب بن عجرہ نے ایثار سے کام لیا اور جذبہ اخوت و مروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت واثلہؓ بن اسقع کو ان کے غنیمت میں ملی ہوئی اونٹیاں واپس کر دیں۔ حضرت واثلہؓ بن اسقع کا نسب مناۃ بن کنانہ سے جاملتا ہے اسی بناء پر وہ کنانی لیثی تھے اور ان کا وفد ''وفد کنانہ'' سے مشہور ہوا۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت واثلہ بن اسقعؓ نے تین سال رسول اللہؐ کی خدمت انجام دی اور وہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ بعد میں وہ بصرہ چلے گئے۔ اور مدت دراز تک وہاں مقیم رہے۔ پھر بصرہ سے شام چلے آئے اور دمشق میں وفات پائی۔

وفد بنی عبد بن عدی

اس وفد میں حارث بن رُہبان عویمر بن الاخرم' حبیب بن ملتعہ' ربیعہ بن ملتعہ کے علاوہ ان کے قبیلہ کے بہت سے لوگ تھے۔ یہ لوگ بطور وفد کے رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے عرض کی ''یارسول اللہؐ! ہم لوگ ساکن حرم اور اہل حرم ہیں اور حرم میں جتنے لوگ رہتے ہیں ان سب میں زیادہ طاقتور ہم لوگ ہی ہیں ہم آپ سے جنگ وجدال نہیں چاہتے آپ اگر غیر قریش سے مجادلہ فرمائیں تو ہم آپ کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کریں گے لیکن ہمارا معروضہ ہے کہ ہم قریش کے لوگوں سے جنگ نہیں کریں گے اس لئے کہ ہم آپ سے آپ کے خاندان اور آپ کی قوم سے محبت کرتے ہیں تاہم طرفین کی طرف سے اگر کسی کا خون ہو جائے تو جو ذمہ دار ہوگا خوں بہا ادا کرے گا'' رسول اللہؐ نے فرمایا ''ہاں'' پھر وہ تمام لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

وفد ہلال بن عامر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بنی ہلال کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ ان میں عبدعوف بن اصیرم، قبیصہ بن مخارق اور زیاد بن عبداللہ بن مالک بھی شامل تھے رسول اللہؐ نے عبدعوف کا نام عبد اللہ رکھا اور ان سے فرمایا کہ تم عبداللہ ہو زیاد بن عبداللہ حضرت ام المومنین بی بی سیدہ میمونہؓ کے بھانجے تھے۔ وہ مدینہ پہنچ کر سیدھے اپنی خالہ صاحبہ کے گھر چلے گئے۔ جب رسول اللہؐ رونق افروز ہوئے تو دیکھا کہ زیاد بیٹھے ہیں حضرت میمونہؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! یہ میرے بھانجے ہیں'' اس روز نماز ظہر کے وقت زیاد کو اپنے ساتھ لے گئے اور بعد نماز کے اپنے قریب بیٹھنے کا شرف عطا کیا اور انھیں دعاؤں سے نوازا اور اپنا دست مبارک ان کے سر پر پھیرا۔ حضورؐ نے اپنا دست رحمت ان کے سر سے ناک کے کنارے تک اتارا، جس کا یہ اثر ہوا کہ بنی ہلال کہتے ہیں کہ زیاد کے چہرے پر ہم لوگ برابر برکت کا مشاہدہ کرتے تھے۔ وفد میں شریک قبیصہ بن مخارق نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! میں نے قرض کا ایک بوجھ اٹھا رکھا ہے جسے کسی اور کی طرف سے فتنہ وفساد کے دور کرنے اور لوگوں میں اصلاح حال کی غرض سے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میری قوم کے ایک شخص نے کسی آدمی کو قتل کر دیا تھا جس سے اس پر دیت لازم ہوگئی تھی جو اگر ادا نہ کی جاتی تو فتنہ وفساد بھڑک اٹھتا اور اس فتنہ کو مٹانے کی خاطر میں نے قرض لے کر اس شخص کی طرف سے دیت ادا کردی۔ اب میں اس قرض کی ادائیگی کے لئے پریشان ہوں۔ میں التجا کرتا ہوں کہ اس قرض سے میری گردن چھڑانے کے لئے میری اعانت فرمائی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے احوال سماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ہمارے ہاں

رکے رہو شاید کوئی انتظام ہو جائے کوئی صدقہ آئے تو اس سے تمہارے قرض کی ادائیگی کا سامان ہو جائے گا۔اس کے بعد ارشاد مبارک ہوا کہ کسی سے سوال کرنا ان تین باتوں کے سوا کسی جگہ حلال نہیں ہے۔ (۱) قرض کا بوجھ اٹھا رکھا ہے (اس کے لئے لوگوں سے سوال کرنا حلال ہوگا تا کہ جو مال حاصل ہوا اس سے قرض ادا کیا جائے اور جب قرض ادا ہو جائے تو پھر اپنے آپ کو سوال سے باز رکھے) (۲) کسی کو کوئی حادثہ پہنچا اور اس کا مال تباہ ہو گیا (تو اس کے لئے لوگوں سے سوال کرنا حلال ہے تا کہ وہ اپنے حال پر آجائے) (۳) جسے فاقہ پہنچا ہے اور تین عاقل و ہشیار آدمی جو اس کی قوم کے ہوں گواہی دیں (کہ فلاں فاقہ میں مبتلا ہے۔لہذا اس کا بقدر حاجت سوال کرنا حلال ہے)۔ان تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے (اسے مسلم نے روایت کیا ہے) سوال اور گداگری کی مذمت میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔

وفد عامر بن صعصعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ حاضر ہوئے۔عامر نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ" اگر میں اسلام لاؤں تو میرے کیا حقوق ہوں گے۔رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا"تمہارے حقوق وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور تم پر وہی امور لازم ہوں گے جو مسلمانوں پر لازم ہیں" اس نے کہا کہ کیا آپ اپنے بعد خلافت میرے لئے کرتے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا "خلافت نہ تمہارے لئے ہوگی نہ تمہاری قوم کے لئے۔اس نے عرض کیا"اچھا تو کیا آپ یہ کریں گے کہ دیہات میرے لئے ہوں اور شہر آپ کے لئے۔" حضورؐ نے فرمایا"نہیں لیکن میں

گھوڑوں کی باگیں تمہارے لئے کردوں گا۔ کیوں کہ تم شہہ سوار ہو‘‘ اس نے کہا کہ کیا مجھے یہ طاقت نہیں ہے کہ میں پیادہ سوار لشکر سے آپ پر عافیت تنگ کردوں پھر یہ دونوں واپس لوٹ گئے۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہؐ نے دعاء کی ’’اے اللہ! ان دونوں سے مجھے کفایت فرما۔ اے اللہ! بنی عامر کو ہدایت فرما اور اے اللہ! اسلام کو عامر بن الطفیل سے بے نیاز فرما‘‘ اللہ تعالی نے عامر کی گردن پر ایک بیماری مسلط کردی جس سے اس کی زبان اس کے حلق سے سوج کر لٹک پڑی۔ اربد پر اللہ تعالی نے ایک بجلی بھیجی جس نے اسے ہلاک کردیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر، اربد بن ربیعہ، اربد بن قیس، خالد بن جعفر اور حسان بن اسلم اس وفد میں آئے تھے۔ یہ چند لوگ بنی عامر کے روساء اور اس قوم کے شیاطین تھے عامر بن الطفیل وہی بدبخت شخص ہے جس نے ستر قاریوں (حفاظ قرآن) کو شہید کردیا تھا۔ اب وہ اس وفد میں بھی غداری اور فریب کاری کے ارادہ سے آیا تھا اس نے اربد وغیرہ سے کہا تھا کہ میں محمدؐ کو باتوں میں مشغول رکھوں گا اور تم پیچھے سے آکر بے دریغ تیغ کا وار کرنا اور خون بہانا تاکہ ہمارے دلوں کو چین وقرار آئے۔ جب حضور انور سے گفتگو ہوئی اور وہ لشکر کے ساتھ آنے کی بات کہہ کر واپس پلٹ پڑا اور اربد سے کہا میں نے تو تجھے وار کرکے قتل کردینے تاکید کی تھی لیکن تو نے عمل نہیں کیا۔ کیوں؟۔ اربد نے کہا جب بھی ارادہ کرتا تو تو آڑے آجاتا کیا میں وار کرکے تجھے ختم کردیتا‘‘۔

جب وہ دونوں پلٹے تو حضور علیہ السلام نے اللہ تعالی دسے دعاء کی ’’اے اللہ عامر کے شر سے مجھے محفوظ رکھنا‘‘ ایک اور روایت میں ہے کہ ’’اے اللہ! عامر اور اربد کے شر سے محفوظ رکھ‘‘ اللہ تعالی نے دونوں کو کیفر کردار تک پہنچایا وہ دونوں اشرار جہنم رسید ہوگئے۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ الصلوۃ والتسلیم نے یہ بھی دعا کی تھی کہ اے اللہ بنی عامر کو ہدایت عطا فرمائی اور عامر سے اسلام کو بے نیاز کر۔ اس کا یہ اثر

ہوا کہ بنی عامر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے بنی عامر میں جو نام عامر کا ہے وہ عامر بن الطفیل کے علاوہ ہے یعنی عامر بن مالک کا نام ہے ابن سعد نے کہا کہ اس وفد میں مطرف کے والد عبداللہ التسخیر بھی تھے۔

علقمہ بن علاثہ، ہوذہ بن خالد بن ربیعہ اور ان کے بیٹے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے علقمہ کو اپنے پہلو اقدس میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور انہیں احکام اسلام بتائے اور قرآن مجید سنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ یا محمدؐ! بے شک آپ کا رب کریم ہے اور میں آپ پر ایمان لاتا ہوں میں عکرمہ بن خصفہ کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ ہوذہ بن خالد اور ان کے بیٹے بھی مشرف بہ اسلام ہوے عون بن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وفد بنی عامر آیا ان کے ساتھ ایک عریضہ بھی تھا۔ حضورؐ مقام ابطح میں ایک سرخ خیمہ میں رونق افروز تھے۔ ان لوگوں نے حضورؐ کو سلام کیا تو حضورؐ نے دریافت فرمایا تم لوگ کون ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ بنی عامر بن صعصعہ ہیں۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا مرحبا! تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ نماز کا وقت آ گیا تو حضرت بلالؓ اٹھے اور اذاں کہی۔ ایک برتن حضور انورؐ کے پاس لایا گیا جس میں پانی تھا۔ حضورؐ نے وضو فرمایا۔ زائد پانی بچ گیا۔ ہم لوگ حضورؐ کے وضو سے بچے ہوے پانی سے وضو کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور رسول اللہؐ نے ہمیں نماز پڑھائی۔

وفد ثقیف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبوک سے واپسی کے بعد جو وفود حاضر ہوئے ان میں سے ایک وفد ثقیف بھی تھا۔ عبداللہ بن ابی یحییٰ اسلمی سے مروی ہے کہ عروہ بن مسعودؓ غیلان بن سلمہ طائف کے محاصرہ میں موجود نہ تھے۔ یہ دونوں جرش میں سنگ اندوزی، قلعے کی نقب زنی اور گوپھن وغیرہ آلات جنگ کی صنعت سیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں اس وقت آئے جب رسول اللہؐ طائف سے مراجعت فرما ہو چکے تھے۔ ان لوگوں نے آلات سنگ اندوزی نقب زنی و منجنیق (گوپھن) وغیرہ نصب کئے اور آمادہ پیکار ہوئے۔ اللہ تعالی نے عروہ بن مسعود کے قلب میں اسلام کی محبت پیدا فرمادی اوران کے ارادوں کو بدل دیا مخالفت اسلام کے بجائے اب وہ تائید اسلام میں آگے بڑھے ان کی حالت تبدیل ہوگئی اور نکل کر رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ انھوں نے رسول اللہؐ سے اپنی قوم میں واپس جانے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دے سکیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''وہ لوگ تم سے جنگ کریں گے'' عروہ بن مسعودؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کے لوگوں میں ان کے اکلوتے بیٹوں سے زیادہ محبوب ہوں'' پھر وہ عروہ نے دوبارہ اجازت طلب کی حضور اکرمؐ کے سکوت پر تیسری مرتبہ بہ اصرار اجازت مانگی تب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم چاہو تو جاؤ'' حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نکلے اور پانچ دن تک سفر کرتے ہوئے طائف پہنچے جب اپنے مکان میں گئے تو عشاء کا وقت تھا ان کی قوم ان سے ملنے اور بات کرنے آئی تو شرک کا سلام کیا وہ عروہ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمھیں اہل جنت کا سلام اختیار کرنا چاہئیے جو ''السلام علیکم'' ہے اور انھیں اسلام کی دعوت

دی۔ تو وہ لوگ حضرت عروہؓ کے گھر سے نکلے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے جب صبح ہوئی تو حضرت عروہ بن مسعودؓ اپنے مکان کے بالاخانے پر آئے اور اذان کہی۔ اہل ثقیف ہر طرف سے نکل پڑے۔ بنی مالک کے ایک شخص نے جس کا نام اوس بن عوف تھا اتنا مشتعل اور برانگیختہ ہوا کہ اس نے ایک تیر چلایا اور جو حضرت عروہؓ کے رگ ہفت اندام یعنی کلائی میں آلگا (کلائی کی وہ رگ جس میں فصد کھولی جاتی ہے) اور تیزی سے خون جاری ہو گیا جو بند نہ ہو سکا یہ دیکھ کر غیلان ابن سلمہ، کنانہ بن عبد یا لیل، حکم بن عمرو بن وہب اور حلیفوں کے امراء اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے بغرض انتقام ہتھیار پہن لئے۔ حضرت عروہؓ بن مسعود نے دیکھا کہ بات بہت بڑھ جائے گی اور زبردست خون ریزی ہو گی تو آپ نے اپنے حامیوں سے فرمایا کہ رک جاؤ میں اپنا خون، خون کرنے والے کو معاف کر دیا تا کہ اس ذریعہ سے میں تمہارے درمیان صلح کرادوں۔ یہ جو کچھ ہوا ہے میرے لئے باعث عزت و سرفرازی ہے جو اللہ تعالی نے اپنے دین کی راہ میں عطا فرمائی ہے اس واقعہ کے سبب جس میں مجھے زخمی ہونا پڑا ہے اللہ تعالی نے میرا اکرام کیا ہے اور یہ شہادت ہے جسے اللہ نے میرے پاس بھیج دیا ہے حضرت عروہ بن مسعودؓ نے لوگوں سے کہا کہ مجھے ان شہداء کے ساتھ دفن کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور درجہ شہادت پایا تھا کچھ دیر بعد حضرت عروہ بن مسعودؓ کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے حسب وصیت انھیں شہداء کے ساتھ دفن کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی وفات پر ارشاد فرمایا کہ عروہؓ بن مسعود کی مثال صاحب یاسین کی سی ہے جنھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو قوم کے لوگوں نے انھیں شہید کر دیا ابو الملیح بن عروہ اور قارب بن اسود بن مسعود رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قبولیت اسلام سے مشرف ہوئے رسول اللہؐ نے مالک بن عوف کے متعلق دریافت فرمایا جب ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم نے انھیں

طائف میں چھوڑا ہے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انھیں میرا یہ پیام دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے حضور میں آئیں تو میں ان کے اعزہ اور اموال انھیں واپس عطا فرمادوں گا اور مزید ایک سو اونٹ مرحمت کر دوں گا۔

مالک بن عوف نے رسول اللہؐ کی اس عنایت بے پایاں کے متعلق سنا تو فوراً بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے حضور انورؐ نے انھیں یہ سب عطا فرمادیا۔ مالک بن عوفؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ثقیف کے لئے میں اکیلا کافی ہوں میں ان کا مزاحم ہوتا رہوں گا اور اس وقت تک اطمینان کی سانس نہ لوں گا جب تک وہ سب مسلمان ہو کر خدمت عالیہ میں حاضر نہ ہو جائیں۔

رسول اللہؐ نے مالک بن عوف کو ان کی قوم کے ان لوگوں کی طرف جو اسلام لا چکے ہیں اور ان قبائل کی طرف جو انہی سے تعلق رکھتے تھے عامل بنا دیا۔ مالک بن عوفؓ لوٹ گئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ وہ ثقیف والوں سے جہاد کرتے رہے اور ہر مرحلہ میں کامیاب ہوتے رہے۔ یہ دیکھ کر اہل ثقیف عبد یالیل کے پاس جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے اپنی قوم کے چند آدمیوں کو بطور وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجیں چناں چند آدمی جن میں عبد یالیل ان کے دو بیٹے کنانہ و ربیعہ اور شرحبیل بن غیلان، حکم بن عمرو، عثمان بن ابی العاص، اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ بن ربیعہ بھی شامل تھے نکلے اور مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا۔ اثناء راہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو معلوم ہوا تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ثقیف کے وفد کا حال سنایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے سنا کہ وفد ثقیف آرہا ہے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ اطلاع وہ خود بارگاہ رسالت میں دینے کی مسرت حاصل کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وفد ثقیف کی آمد کی اطلاع دی۔

حضور انورؐ نے ان کی آمد پر مسرت کا اظہار فرمایا۔ وفد ثقیف میں جو لوگ حلیف تھے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مہمان بنے۔ حضرت مغیرہ نے ان کا اکرام کیا اور ان کی خوب مہمان نوازی کی، مابقی لوگ جو بنی مالک میں سے تھے ان کے لئے احاطہ مسجد نبویؐ میں ایک جانب خیمہ نصب کر کے ٹھہرایا گیا۔ رسول اللہؐ ہر شب کو بعد عشاء ان لوگوں کے پاس تشریف لاتے۔ قریش کے احوال زیر گفتگو رہا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ثقیف کے معروضہ کو قبول فرمایا اور ان کے صلح کی تجویز کو منظور فرمالیا۔ ان لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی گئی اور ان پر عثمان بن ابی العاصؓ کو عامل بنایا گیا۔ یہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور دین حق پر مضبوطی سے قائم رہے۔

وفد عبد القیس

رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین کے نام فرمان جاری فرمایا کہ ان میں سے بیس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر کئے جائیں، چنانچہ بیس آدمی حاضر ہوئے ان کے رئیس عبد اللہ بن عوف الاشج تھے۔ ان لوگوں میں جارود اور اشج کے بھانجے منقد بن حیان بھی تھے ان کی آمد فتح مکہ والے سال ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ عبد القیس کے دو وفود تھے ایک وفد فتح مکہ سے پہلے اور یہ پرانا وفد تھا۔ جو سال پنجم یا اس سے پہلے آیا تھا اور ان کا قصبہ بحرین تھا۔ اس وفد میں تیرہ مرد یا چودہ سوار تھے۔ اور اس وفد میں ایمان کے بارے میں اور شراب کے برتنوں کے بارے میں مسائل دریافت کئے گئے تھے۔ اس وفد کا سردار کبیر الشان اشج تھا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا "بے شک تجھ میں دو خوبیاں ہیں ایک بردباری اور دوسرا وقار" (مسلم براویت ابوسعید) اور دوسرا وفد "سنۃ الوفود" یعنی وفود

کے سال میں آیا تھا۔ اس وفد کے دوبارہ آنے کی تائید حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ''کیا بات ہے کہ تمہارے سب رنگ بدلے ہوئے ہیں'' یہ الفاظ مبارک دلالت کرتے ہیں کہ یہ لوگ پہلے حاضر ہو چکے تھے (بحوالہ مدارج) طبقات کے مطابق جب رسول اللہؐ سے عرض کیا گیا کہ یہ عبد القیس کا وفد ہے تو فرمایا گیا ''مرحبا'' ان لوگوں کی آمد سے قبل اسی روز صبح کے وقت رسول اللہؐ نے افق کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ''ضرور ضرور مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جن کو اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اونٹوں کو (چلاتے چلاتے تھکا کر) دبلا کر دیا ہے۔ اے اللہ! عبد القیس کی مغفرت کر جو میرے پاس مال مانگنے نہیں آئے ہیں جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں''۔

عبد القیس کے لوگ جب مدینہ پہنچے رسول اللہؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے حاضر ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ رسول اللہؐ نے ان کی طرف دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم میں عبد اللہ الاشج کون ہے۔ عبد اللہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں ہوں'' حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی کھال سے مشک نہیں بنائی جاتی (عبد اللہ الاشج کچھ خوبصورت نہ تھے) البتہ آدمی کی دو سب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے ایک اس کی زبان اور دوسرا اس کا دل۔ رسول اللہؐ نے ان کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا ''اے عبد اللہ! تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے'' عبد اللہ الاشج نے عرض کیا وہ کونسی۔ آپ نے فرمایا کہ ''حلم اور وقار'' انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! یہ چیزیں پیدا ہو گئی ہیں یا میری خلقت اسی پر ہوئی ہے'' جارود نصرانی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ اسلام لے آئے اور ان کا اسلام اچھا اور مستحکم تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے وفد عبد القیس کو رملہ بنت الحارث کے مکان پر ٹھہرایا۔ ان لوگوں نے خوب مہمان داری کی۔ عبد القیس والے دس دن مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ عبد اللہ الاشج ، رسول اللہؐ سے

قرآن مجید سیکھا اور فقہ کی تعلیم پائی۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کے لئے انعامات کا حکم دیا۔ عبداللہ الاشج کو زیادہ عطا ہوا انھیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی اور منقد بن حیان کے چہرے پر اپنا دست رحمت پھیرا۔

وفد بکر بن وائل

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بکر بن وائل کا وفد حاضر ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے رسول اللہؐ سے قیس ابن ساعدہ کے بارے میں دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے۔ یہ تو قبیلہ ایاد کا ایک شخص ہے جو زمانہ جاہلیت میں حنیفی (دین حضرت ابراہیمؑ کا پیرو) بن گیا تھا اس وقت عکاظ پہنچا کہ وہاں لوگ جمع ہوتے ہیں وہ لوگوں سے باتیں کرنے لگا جس کو اس سے یاد کر لی گئیں۔ اس وفد میں بشیر بن الخصاصیہ وعبداللہ بن مرثد اور حسان بن حوط بھی تھے۔ حسان کی اولاد میں سے کسی کا یہ شعر ہے (ترجمہ) ''میں حسان بن حوط کا بیٹا ہوں میرے والد تمام قبیلہ بکر کی طرف سے قاصد بن کر نبی اللہؐ کے پاس گئے تھے'' انھیں لوگوں کے ہمراہ عبداللہ بن اسود بن شہاب سدوسی بھی رسول اللہؐ کے پاس آئے یہ یمامہ میں رہا کرتے تھے وہاں جو مال تھا اسے فروخت کر کے ہجرت کی۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں کھجور کا ایک برتن لائے تو حضور اقدسؐ نے انھیں دعائے برکت دی۔

وفد تغلب

بنی تغلب کے سولہ مسلمانوں اور سونے کے صلیب پہنے ہوئے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں اترے۔ نصاریٰ نے حضور اکرمؐ سے صلح کی درخواست کی جو آپ نے منظور فرمائی۔ رسول اللہؐ نے بنی تغلب والوں کو انعامات سے نوازا۔

وفد حنیفہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالی میں بنی حنیفہ کے انیس افراد پر مشتمل ایک وفد حاضر ہوا۔ ان لوگوں میں وحال بن عنفوہ سلمی بن حنظلہ، طلق بن علی کے علاوہ بنی شمر میں سے حمران بن جابر' علی بن سنان' اقص بن مسلمہ' زید بن عمرو کے علاوہ مسیلمہ بن حبیب بھی تھا' ان کے رئیس سلمی بن حنظلہ تھے یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں ٹھہرائے گئے تھے۔ ان کی مہمان نوازی دستور کے موافق کی جاتی رہی۔ یہ لوگ مسجد بنوی میں حاضر ہوئے اور حق کی شہادت دی مشرف بہ اسلام ہوئے البتہ وفد حنیفہ والوں نے مسیلمہ کو کجاوے میں اونٹوں کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا تھا وہ حاضر نہ ہوا۔ جب حضورؐ نے اہل وفد میں ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی بطور انعام عطا فرمائی تو وفد والوں کے معروضہ پر مسیلمہ کو بھی عطائی کا حکم ہوا۔ یہ لوگ یمامہ واپس گئے۔ رسول اللہؐ نے انھیں پانی کا ایک مشکیزہ سرفراز فرمایا جس میں آپ کے وضوء کا

بچا ہوا پانی تھا جسے اس جگہ کے دھونے کے لئے استعمال کا حکم تھا جہاں مسجد بنائی جانے والی تھی۔ ان لوگوں نے یہی کیا۔ یہ مشکیزہ اقعس بن مسلمہ کے پاس رہا۔ طلق بن علی موذن مقرر ہوئے۔

وفد شیبان

عبداللہ بن حسان جو بنی عنبر میں سے تھے، ان سے روایت ہے کہ ان کی دادیاں صفیہ بنت علیبہ اور دحیبہ بنت علیبہ نے قیلہ بنت مخرمہ کی حدیث بیان کی۔ صفیہ اور دحیبہ قیلہ کی پروردہ تھیں قیلہ ان کے والد کی نانی ہوتی تھیں۔ قیلہ بنت مخرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کو چلیں تو اپنے ساتھ حدیباء کو لے لیا۔ اور جب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب دن نکل آیا تو رسول اللہؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ قیلہ کانپنے لگیں تو رسول اللہؐ نے ان کو تسکین و تسلی سے سرفراز کیا۔ قیلہ کی قوم کے لوگوں نے رسول اللہؐ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ حضور اکرمؐ نے وفد کے معروضہ پر مقام دہنا کے متعلق فرمان عطا فرمایا جس میں بنی تمیم کو ہدایت تھی کہ دہنا کے مقام سے ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں۔ اس بارے میں قیلہ اور اس کی قوم کے فرد میں جو گفتگو ہوئی کتب سیر میں اس کی تفصیل موجود ہے رسول اللہؐ نے ایک فرمان سرخ چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر کیا ہوا عطا فرمایا جس میں فرمایا کہ ان کے حق میں ظلم نہ کیا جائے نہ انھیں نکاح پر مجبور کیا جائے ہر مومن مسلم ان کا مددگار رہے تم (عورتیں) بھی اچھا کرو برائی نہ کرو۔ صفیہ و دحیبہ کے دادا حرملہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اتنی مدت آپ کی خدمت میں رہے جتنے عرصہ میں انھوں نے علوم نبویہ سے کماحقہ فیضان نہ حاصل کیا۔

وفد طے

(۱) ارباب سیر نے وفو داہل یمن میں وفد طے کا ذکر کیا ہے۔ عبادہ سے روایت ہے کہ قبیلہ طے کے پندرہ آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے رئیس زید خیر تھے۔ جن کا نام زید خیل بن مہلہل تھا اور بنی نبہان سے تعلق رکھتے تھے اس وفد میں وزر بن جابر بن سدوس اور قبیصہ بن الاسود بھی تھے جو طے کی شاخ نبہان اور جرم سے تھے۔ بنی معن سے مالک بن عبد اللہ بن خیبری اور قعین بن خلیف بن جدیلہ تھے۔ جب کہ بنی بولان سے بھی ایک شخص وفد میں آیا تھا۔ وفد کے لوگ جب مدینہ میں آئے تو رسول اللہؐ مسجد میں تشریف فرما تھے ان لوگوں نے اپنی سواریوں کو مسجد کے سامنے ہی ایک جگہ جو کھلی تھی باندھ دیا اور خود رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت حق دی اور اسلام پیش فرمایا۔ وفد طے کے تمام افراد نے حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر شرف اسلام پایا۔ وفد کے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی مرحمت ہوئی اور زید خیل کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے عرب کے کسی شخص کا تذکرہ نہیں کیا گیا جس کو میں نے اس سے کم نہ پایا جیسا کہ کہ ذکر کیا گیا بجز زید کے ان کی جتنی خوبیاں بیان کی گئیں اس سے زیادہ ہی پائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زید خیر رکھا۔ حضورؐ نے انھیں فید اور دو زمینوں کی جاگیر عطا فرمائی اس کے متعلق انھیں ایک فرمان بھی عطا فرمایا۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ واپس ہوئے مقام فروہ میں پہنچ کر وفات پائی۔ ان کی بیوی نے فرامین اقدس کی قدر نہ کی۔

(۲) طے کی وفد میں عمرو بن المسیح بن کعب کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ انھوں نے حضور علیہ السلام

سے شکار کے مسائل دریافت کئے تھے۔ رسول اللہؐ نے انھیں اس کے متعلق مسائل سمجھائے عمرو بن مسیح عرب کے مشہور تیر اندازوں میں سے تھے ان کے بارے میں مشہور شاعر امرو القیس بن حجر یہ نے شعر بھی کہے ہیں۔

وفد تجیب

سنہ ۹ ھ میں بارگاہ رسالت میں جو وفود حاضر خدمت ہوئے ان میں وفد تجیب بھی تھا۔ یہ لوگ تیرہ تھے انھوں نے اپنے ہمراہ وہ صدقات بھی لائے جو اللہ نے ان پر فرض کئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد پر مسرت کا اظہار فرمایا اور کلمات خیر ارشاد فرمائے۔ حضورؐ نے ان کو اچھی جگہ ٹھہرانے اور عمدہ مہمانداری کا حکم دیا اس کام کے لئے حضرت بلالؓ کو پابند فرمایا گیا اور وفد والوں کو اچھے انعام سے سرفراز فرمایا گیا۔ رسول اللہؐ معمولاً وفود کو جو عطا فرمایا کرتے تھے ان لوگوں کو اس سے زائد سرفراز کیا گیا۔ ان لوگوں نے عرض کیا "یارسول اللہؐ! ہم نے اپنے کجاووں پر ایک لڑکے کو چھوڑ رکھا ہے" جب حضورؐ نے دریافت فرمایا تھا کہ "کیا تم میں کوئی چھوٹ تو نہیں گیا" وفد نے جب لڑکے کے بارے میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ اسے بلالاؤ۔ جب لڑکا حاضر خدمت کیا گیا تو اس نے عرض کیا "یارسول اللہؐ! میں بھی اسی گروہ سے ہوں جو ابھی آپ کی عنایات سے مالا مال ہوا ہے۔ آپ نے ان کی ضروریات پوری فرمادی ہیں مجھ پر بھی عنایت فرمائیں اور میری حاجت بھی پوری فرمادیجئے" حضور علیہ السلام نے اسے اپنی حاجت بیان کرنے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا "اللہ تعالی سے دعاء کیجئے کہ وہ میری مغفرت کرے مجھ پر رحمت کرے میری امیری میرے دل میں کردے۔" رسول اللہؐ نے اس کے لئے

دعاء کی آپ نے اس لڑکے کو بھی اتنا ہی انعام عطا کرنے کا حکم دیا جتنا اس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو سرفراز ہوا تھا۔ پھر یہ لوگ اپنے متعلقین کے پاس لوٹ گئے۔ اس قبیلہ کے سولہ آدمی حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے اس لڑکے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ ان لوگوں نے عرض کیا ''اسے جو کچھ اللہ دے دے اس پر اس سے زیادہ قناعت کرنے والا ہم نے کسی کو نہیں دیکھا'' حضورؐ نے دعاء فرمائی۔

وفد خولان

دس افراد پر مشتمل قبیلہ خولان کا ایک وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ شعبان ۱۰ھ میں حاضر ہوئے تھے ان لوگوں نے حاضری کے بعد عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! ہم لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے اور اپنی قوم کے رہ جانے والوں کے قائم مقام ہیں۔ اور ہم نے آپ کی جانب اونٹوں کو تھکا کر سفر کیا ہے آپ کی زیارت کی خاطر ہم نے نرم و سخت راہیں طے کی ہیں ہم پر خدا کا انعام اور اس کے رسول کا احسان ہے''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''لیکن تمہارا یہ کہنا ہے کہ ہم نے نرم و سخت راہیں طے کی ہیں۔ تو جان لو کہ تمہارے اونٹوں نے اس راہ میں جو بھی قدم اٹھایا ہے ہر قدم کے بدلے تمہارے لئے ایک نیکی اور اور ایک درجہ مقرر ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم آپ کی زیارت کی خاطر آئے ہیں تو جان لو کہ جو میری زیارت کے لے مدینہ آئے گا تو روز قیامت وہ میرے پڑوس میں ہوگا''۔ مدراج النبوۃ میں حضرت شیخ محققؒ فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جو میری قبر انور کی زیارت کرے گا گویا اس نے میری زیارت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل وفد سے فرمایا کہ عم انس جوان لوگوں کا بت تھا کیا ہوا۔ ان لوگوں نے عرض کیا ہم نے اس کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لا لیا ہے اور اسے قبول کرلیا ہے جسے آپ لائے ہیں۔ اب جب ہم واپس جائیں گے تو عم انس باقی نہ رہے گا۔ اہل وفد نے رسول اللہؐ سے اور دین سے متعلق چند باتیں دریافت کیں۔ حضور علیہ السلام نے انھیں تمام باتیں بتائیں۔ رسول اللہؐ نے کسی کو حکم دیا کہ انھیں قرآن وحدیث کی تعلیم دیں۔ یہ لوگ رملہ بنت حارث کے مکان میں ٹھہرائے گئے۔ چند روز بعد جب رخصت ہونے کے لئے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وفائے عہد کیا اور امانت وعمدہ ہمسائیگی کا وعدہ فرمایا اور ظلم سے منع فرمایا۔ فرمایا کہ ظلم قیامت کی تاریکیوں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد خولان کو انعام و کرام سے نواز کر رخصت فرمایا۔ حضورؐ نے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی انھیں عطا فرمانے کا حکم دیا۔ یہ لوگ اپنی قوم میں واپس گئے اور اپنے سامان کی گرہ تک نہ کھولی جب تک عم انس کو منہدم نہ کر دیا۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر ان تمام چیزوں کو حرام کرلیا جو رسول اللہؐ نے ان پر حرام کر دی تھیں اور انھیں حلال کرلیا جو حضورؐ نے ان کے لئے حلال کر دی تھیں۔

وفد زہادیین

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زہاد امیر قبیلہ مدلج پندرہ آمیوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ انھوں نے رملہ بنت حارث کے گھر میں قیام کیا۔ حضور اکرمؐ صحابہ کرام کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے نہایت مختصر وقت میں گفتگو فرمائی۔ وفد والوں نے اپنے زاد راہ سے کچھ کھانے کی چیزیں نکال کر حضور انورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ آپ اس میں تناول فرمائیں۔ حضورؐ چوں کہ نفل

روزے سے تھے اس وجہ سے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ ''کھاؤ'' اور صحابہ کرام نے تعمیل ارشاد کی۔ وفد کی جانب سے دوسرا تحفہ ایک گھوڑا تھا جس کی تیز رفتاری قابل توجہ تھی۔ حضورؐ نے اس کے عوض اہل وفد کو ایک دوسرا گھوڑا مرحمت فرمایا۔ ان لوگوں کو حسب عادت کریمانہ انعام دیا گیا اور وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

وفد غامدیہ

یہ لوگ اپنے پدر غامد کی طرف منسوب تھے ان کے مورث کا نام عمر بن عبداللہ تھا۔ اس وفد میں دس آدمی آئے تھے انھوں نے بقیع غرقد میں قیام کیا۔ ایک جوان کو مال واسباب کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر ما بقی لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوے اور سلام عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تمہارا محافظ سو گیا ہے اور ایک چور آیا۔ اس نے تمہارے اسباب میں سے ایک کی زنبیل چرالی ہے پھر وہ جوان محافظ نے اس چور کو پکڑا اور زنبیل واپس لے لی اور اسباب میں حفاظت کے ساتھ رکھ دیا''۔ جب وفد کے لوگ واپس ہوئے تو ویسا ہی واقعہ سنا جیسا کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ وہ کہنے لگے رسول اللہؐ نے ہمیں اس کی خبر دی تھی تا کہ ہم آپ کی رسالت کی گواہی دیں پھر وہ محافظ جوان آیا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو وفد غامدیہ کی تعلیم قرآن کے لئے مامور فرمایا چنانچہ آپ نے وفد والوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔

وفد بجیلہ

حضرت جابر بن عبد اللہ بجلیؓ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اس وفد میں ڈیڑھ سو افراد حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم لوگوں کے پاس وہ لوگ آرہے ہیں جن کے ایک شخص کے چہرے کو فرشتے نے مسح کیا تھا۔ یہ گویا حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی کے حسن و جمال کی طرف سرکار دو عالمؐ نے متوجہ فرمایا اور یہ واضح فرمایا کہ فرشتے نے ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا ہے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی بڑے حسین اور خوبصورت تھے حسن و جمال نے ان کو بڑا متین اور بارعب بنا دیا تھا۔ لوگ حضرت جریر کو ان کے حسن و جمال کے سبب یوسف امت سے مخاطب کرتے تھے۔ حضرت جریر کا حسن و جمال دراصل حسن محمدیؐ کی ایک شعاع نور کا فیضان اثر تھا۔ سرکار دو عالمؐ کے حسن بے نظیر کے آگے مہر و ماہ خجل تھے۔ حضرت جریر جیسی حسین شخصیت نے جب جمال حبیب کبریاؐ کے دیدار کی سعادت پائی تو فوراً شیدائے حسن محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہو گئے اور ایمان لے آئے۔ حضرت جریرؓ کے ساتھ ان کی قوم کے آئے ہوئے جملہ لوگ سعادت ایمان سے مالا مال ہوئے۔

وفد فیروز ویلمی

نجاشی کے خواہر زادے کی سرکردگی میں یہ وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ فیروز ویلمی وہی ہیں جنھوں نے جھوٹے دعویدار اسود عنسی کو قتل کیا تھا۔

وفد دارم

یہ قبیلہ لخم سے تھے ان کے دس افراد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے سردار کا نام ہانی بن حبیب تھا۔ ان لوگوں نے حضورا کرم ﷺ کی خدمت میں کئی گھوڑے، قبائے زربفت اور ایک مشکیزہ بطور ہدیہ نذر کئے۔ اس موقع پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کردی ہے اس کی خرید وفروخت حرام کردی ہے۔ البتہ حضورؐ نے گھوڑے اور قباء زربفتی قبول فرمالیا اور قباء کو حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو مرحمت فرمادیا۔ انھوں نے حضورا کرمؐ کی اجازت سے اس قباء کو فروخت کردیا۔

وفد دوس

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ اسلام لاکر جب وطن جانے لگے تو انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! دعاء فرمائیے کہ میری قوم بھی مسلمان ہوجائے۔'' حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء فرمائی ''اے اللہ! طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنادے''۔ طفیل جب گھر پہنچے تو ان کے ضعیف والد ملنے کے لئے آئے طفیل نے اپنے والد سے کہا ''اباجان! اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں'' ان کے والد نے پوچھا'' کیوں'' طفیل نے عرض کیا ''میں تو حضرت محمدؐ کا دین قبول کرکے مسلمان ہو کے آیا ہوں'' ان کے والد نے کہا ''بیٹا! جو تیرا دین ہے وہ میرا بھی دین ہے''۔ حضرت طفیلؓ نے کہا ''خوب! تب آپ اٹھئے اور غسل کیجئے، پاک کپڑے پہن کر آئیے تا کہ میں اسلام کی دعوت دوں''۔ پھر حضرت طفیلؓ کی

بیوی آئیں انھوں نے بھی اس طرح گفتگو کی اور وہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ اب حضرت طفیلؓ نے اسلام کی منادی کر دی۔ جنھیں توفیق الٰہی ہو چکی تھی مشرف بہ اسلام ہوئے چند ابھی محروم رہے۔ حضرت طفیل نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! وہ برائیاں جن سے اسلام روکتا ہے میری قوم والوں میں موجود ہیں جس کی وجہ سے وہ قبول اسلام سے پیچھے ہٹ رہے ہیں آپ دعاء فرمائیے۔'' رسول اللہؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی اور حضرت طفیل سے ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاؤ ان سے محبت کرو اور ان سے نرمی کا برتاؤ کرو''۔ جب حضرت طفیلؓ نے ہدایت نبویؐ پر عمل کیا تو انھیں بے حد کامیابی ملی۔ سنہ ۵ھ میں قبیلہ دوس کے ستر، اسّی خاندانوں نے اسلام لایا۔ حضرت طفیلؓ ان سبھوں کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ خیبر تشریف لے گئے تھے اہل وفد خیبر حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور شرف قدم بوسی حاصل کیا۔

ارباب سیر کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے غنیمت خیبر میں سے وفد دوس کے لئے بھی حصہ رکھا اور ان لوگوں کو عطا فرمایا۔ یہ لوگ حضور انورؐ کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس آئے۔ طفیل بن عمیر کے معروضہ کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے حضورؐ نے وفد دوس کے لوگوں کو حرۃ الدجاج میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جب وطن سے رخت سفر باندھا تھا تو اپنی ہجرت کے بارے میں جو شعر کہا اس کا ترجمہ یوں ہے۔ ''رات کو سفر کرتے تکلیف اٹھاتے رہ نورد ہیں کہ اس سفر نے کفر کی آبادی سے نجات دلادی'' عبداللہ بن امیہر نے عرض کی ''یا رسول اللہ! مجھے اپنی قوم میں شرافت و مرتبہ حاصل ہے آپ مجھے ان پر مقرر فرما دیجئے'' رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اے برادر دوس! جو اللہ کی تصدیق کرے گا نجات پائے گا جو کسی اور طرف مائل ہوگا برباد ہو جائے گا تمہاری قوم میں سب سے زیادہ بڑے ثواب والا وہ شخص ہے جو صدق میں سب سے بڑا ہوا اور حق عنقریب باطل پر غالب ہو جائے گا''۔

وفد حبش

رسول اللہ ﷺ کے برادر عم زاد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ خیبر کے زمانے ہی میں بارگاہ رسالت میں حبش سے حاضر ہوئے تھے آپ کے ساتھ حبش کے نومسلموں کا ایک وفد بھی تھا۔

وفد صداء

یہ وفد سنہ ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا سب سے پہلے اس قبیلہ کا ایک شخص زیاد بن حارث حاضر خدمت ہوا پھر دوبارہ وہی زیاد اپنی قوم کے پندرہ سرکردہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے آیا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ ان کی میزبانی پر مامور ہوئے۔ اس وفد کے واپس جانے کے بعد ان کی قوم میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ زیاد نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے سرما میں اس میں پانی کافی رہتا ہے لیکن گرما میں وہ کنواں خشک ہو جاتا ہے۔ اس لئے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم گرما پورا کرتی ہے ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے، آپ دعاء کریں کہ کنویں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''تم سات کنکریاں اٹھا لاؤ'' جب وہ لائے تو حضور اقدسؐ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر واپس دے دیا۔ اور ارشاد فرمایا ''ایک ایک کنکری اس کنویں میں گرا دینا، ہر ایک کنکری پر اللہ اللہ پڑھتے جانا'' زیاد کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ اس کی تہہ کا پتہ ہی نہ چلتا تھا۔

وفد اشعرئین

یمن کے قبیلہ اشعریہ کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ ان کے آنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اہل یمن آئے جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں'' ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی ہے۔ مسکنت بکریوں والوں میں' فخر و غرور اونٹ والوں میں جو مشرق کی طرف رہتے ہیں''۔ اشعرئین اشعار پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

وفد ازد

یہ وفد سات افراد پر مشتمل تھا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرمایا اور ان سے دریافت فرمایا ''تم لوگ کون ہو'' انھوں نے عرض کیا ''ہم مومن ہیں'' رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتاؤ کہ تمہارے قول کی کیا حقیقت ہے'' انھوں نے عرض کیا ''ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں' پانچ وہ ہیں ان پر اعتقاد رکھنے کا اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے۔ پانچ وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔ پانچ باتیں جن پر حضورؐ کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا یہ ہیں ''اللہ پر ایمان اور فرشتوں' اللہ کی کتابوں پر' اللہ کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر' انھوں نے کہا پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتائی گئی ہیں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا' پانچ وقت کی

نمازیں قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت الحرام کا حج کرنا جسے راہ کی استطاعت ہو، پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں ''آسودگی کے وقت شکر کرنا، مصیبت کے وقت صبر کرنا، قضائے الٰہی پر رضامند ہونا، امتحان کے مقامات میں راست بازی پر قائم رہنا اعداء کو شماتت نہ دینا''۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ''جنھوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے اور ان کی دانش مندی سے معلوم ہوتا ہے گویا انبیاء تھے۔ اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں تا کہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں (ا) وہ چیزیں جمع نہ کرو جنھیں کھانا نہ ہو (ب) وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو (ج) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنھیں کل کو چھوڑ دینا ہو (د) خدا کا تقوی رکھو جس کی طرف لوٹ کر جانا اور جس کے حضور پیش ہونا ہے (ہ) ان چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تم ہمیشہ رہو گے''۔ (رحمۃ للعالمین)

وفد فردہ بن عمرو الجذامی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گورنر فردہ بن عمرو کو اپنے نامہ مبارک سے نوازا تھا۔ فردہ بن عمرو، قسطنطنیہ کے اس حصہ کا حاکم تھا جو عرب کے شمالی حصہ اور فلسطین کے متصلہ علاقہ پر محیط تھا۔ رسول اللہؐ کے مکتوب اقدس کے پہنچنے پر فردہ بن عمرو نے شرف ایمان پایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سفید رنگ کا ایک نہایت گراں قدر خچر نذر کیا۔ فردہ بن عمرو کے اسلام لانے کی خبر نے بادشاہ قسطنطنیہ کے دربار میں ہلچل مچا دی۔ بادشاہ نے حضرت فردہ بن عمرو کو گورنری کی خدمت سے فارغ کر کے اپنے پاس بلایا اور انھیں اسلام سے پھر جانے کی حتی المقدور ترغیب دی اور جب حضرت فردہ بن عمرو الجذامی نے اسلام ترک کرنے سے قطعی انکار کر دیا تو پھر بادشاہ نے انھیں قید کر دیا۔ درباریوں نے

بادشاہ کو ان کے خلاف خوب بھڑکایا یہاں تک کہ انھیں پھانسی دینے کا فیصلہ کرلیا گیا اور انھیں شہر فلسطین میں تالاب عفراء کے پاس پھانسی دے دی گئی۔ حضرت فردہ بن عمروؓ نے نہایت صبر و استقلال اور ایمانی استقامت کے ساتھ اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کردیا اور واضح کردیا کہ اہل ایمان راہ حق میں جان دینے سے گریز نہیں کرتے۔

وفد ہمدان

قبیلہ ہمدان یمن کا متوطن تھا ان لوگوں کے درمیان اشاعت دین کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا گیا تھا اور انھوں نے وہاں ایک بڑی مدت تک قیام کیا تھا تاہم اسلام کی تبلیغ کا کام خاطر خواہ نہ ہوسکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کو اس کام کے لئے مامور و مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ جب یمن تشریف لے گئے اور دعوت حق دی تو ان کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ جب یہ اطلاع بارگاہ رسالت میں پہنچی تو حضور انورؐ نے سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا ''ہمدان کو سلامتی ملے'' وفد ہمدان درحقیقت ان ہی لوگوں کا تھا جنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دست مبارک پر ایمان لایا تھا اور حضور اقدسؐ کے رخ انور کے دیدار سے مشرف ہونے کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے اشتیاق دیدار نبیؐ کا منظوم اظہار بھی کیا۔

وفد طارق بن عبداللہ

طارق بن عبداللہ نے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا اس وقت حضورؐ لوگوں کو دعوت حق دے رہے تھے ابولہب اس دعوت ایمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکا رہا تھا۔ یہی طارق بن عبداللہ چند برس بعد اپنے قبیلہ کے چند تاجروں کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے تا کہ یہاں کھجوریں خریدیں۔ شہر سے قریب قافلہ والوں نے تبدیلی لباس کے لئے توقف کیا تو دیکھا کہ ایک بزرگ ہستی آرہی ہے اور جب قریب آئے تو دریافت کیا ''آپ لوگ کون ہیں'' کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کا جانے کا قصد ہے؟'' تب طارق اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ 'ہم زبدہ سے آئے ہیں اور یہیں تک کا قصد ہے کیونکہ ہم کو کھجوروں کی خریداری کرنی ہے' طارق کے قافلہ میں ایک سرخ اونٹ تھا۔ اس کی بابت اس ہستی نے معاملت فرمائی اور قیمتاً خریدی اس کے بدل مقررہ کھجور بھیجنے کی بات فرما کر اونٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ یہ ہم نے کیا کیا اونٹ ایسے شخص کو دے دیا جن سے ہم لوگ واقف نہیں اور نہ قیمت وصول کرنے کا ہم نے کوئی انتظام کیا ہے۔ طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہمارے قافلہ میں ایک ہودج سوار یعنی سردار قوم کی زوجہ بھی تھیں۔ جب انھوں نے اونٹ لے جانے والی ہستی کے بارے میں ہماری گفتگو سنی تو کہا کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اور (شتر کی قیمت) کھجوریں بھیجی ہیں (تم لوگوں کی ضیافت کے کھجور علیحدہ ہیں) کھاؤ پیو اور قیمت کی

کھجوروں کوناپ کر پورا کرلوجب ہم کھاپی کرسیر ہوئے توشہر میں داخل ہوئے۔دیکھا کہ وہ ہستی جنھوں نے ہم سے اونٹ خریدا تھا منبر پر کھڑے ہوکر وعظ فرمارہے ہیں ہم نے یہ الفاظ سنے''لوگو! خیرات دیا کرو' خیرات کا دینا تمہارے لئے بہتر ہے اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ماں کو، باپ کو، بھائی کو، پھر قریبی کواور دوسرے قریبی کودو''۔ (رحمتہ للعالمینؐ)

وفد بنی سعد ہذیم

یہ لوگ قبیلہ قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے جس وقت یہ لوگ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے ۔انھوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہیئے اس لئے ایک طرف ہوکر الگ بیٹھے رہے۔ رسول اللہؐ نے نماز جنازہ سے فارغ ہوکر ان کی طرف توجہ فرمائی اور انھیں بلا کر دریافت فرمایا کہ''کیا تم مسلمان ہو'' تو انھوں نے عرض کیا''ہاں'' حضورؐ نے فرمایا''تم اپنے بھائی کے لئے دعاء میں شامل کیوں نہیں ہوئے'' عرض کیا''یارسول اللہ! ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسولؐ سے پہلے ہم کوئی بھی کام کرنے کے مجاز نہیں'' ارشاد فرمایا''جس وقت تم نے اسلام قبول کیا اسی وقت سے تم مسلمان ہوگئے'' اتنے میں وہ شخص بھی آپہنچا جسے یہ لوگ اپنے سواریوں کے پاس بیٹھا آئے تھے۔وفد نے عرض کیا ''یارسول اللہ!ؐ یہ ہم سے چھوٹا ہے اور اس لئے ہمارا خادم ہے'' تب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا''ہاں چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے خدا اسے برکت دے'' اس دعاء کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہوگیا۔رسول اللہؐ نے وفد والوں کو ٹھہرانے کا حکم دیا۔بنو

سعد بن ہذیم کی خوب مہمان داری کی گئی۔ تین دن بعد جب یہ لوگ واپس ہونے کے لئے خدمت اقدس میں آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنالو۔ حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ انھیں چند اوقیہ چاندی بطور انعام دیں۔ بنوسعد بن ہذیم والے جب اپنی قوم میں واپس ہوئے تو قوم کے لوگوں نے بھی اسلام لایا۔ (بہ روایت ابونعمان)

وفد بھراء

یہ لوگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضرت مقدادؓ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھائے۔ حضرت مقداد نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے لئے کچھ کھانا تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہا اور انھوں اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ ان کے سامنے حیش رکھا گیا حیش ایک کھانا ہوتا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی سے تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں۔ اسی کھانے میں سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی حضرت مقداد نے بھیجا۔ حضور اقدسؐ نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرمائیے۔ اب حضرت مقداد دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر خوب کھایا کرتے مگر کھانا کم نہ ہوتا ان لوگوں کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا ''مقداد! ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والوں کی غذا خوراک ستو اور جو وغیرہ ہے تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے یہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہم کو میسر بھی نہیں آسکتا اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھانا نہ کھایا'' حضرت مقدادؓ نے ان لوگوں سے کہا ''صاحبو! یہ سب کچھ رسول اللہؐ کی برکت ہے کیوں کہ اس کو رسول اللہؐ کے انگشت مبارک لگ چکے ہیں۔'' یہ سنتے ہی سب

نے بالاتفاق کہا (لاالہ اللہ محمد رسول اللہ) اور اپنا ایمان تازہ کیا (اور کہا) کہ "بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں" یہ لوگ کچھ دن اور مدینے میں ٹھہرے اور قرآن واحکام سیکھے اور واپس ہوئے (حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ قوم کندہ سے ہیں بوجہ تبنیت قریشی الازہری کہلاتے تھے اور نجباء رسول اللہؐ اور فاضلین صحابہ میں سے تھے۔ سنہ ۳۵ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے)

وفد عذرہ

ماہ صفر المظفر سنہ ۹ھ میں وفد عذرہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وفد میں ۱۹ لوگ تھے ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھے۔ رسول اللہؐ نے ان سے دریافت کیا "تم کون ہو" انھوں نے عرض کیا "ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (والد کی طرف سے) بھائی ہیں ہمیں نے قصی کو ترقی دلائی اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے نکالا تھا اس لئے ہمیں آپ سے قرابت بھی حاصل ہے اور نسب بھی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا اور یہ بشارت سنائی کہ "عنقریب شام فتح ہو جائے گا اور ہرقل ان کے علاقہ سے بھاگ جائے گا" پھر رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کریں۔ اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں آئندہ نہ کریں۔ اب صرف عید الاضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دن مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و اکرام سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ (ایضاً)

وفد محارب

اس وفد میں دس افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یہ وفد سنہ ۱۰ھ میں مدینہ منورہ آیا تھا۔ حضور اکرمؐ نے ان کی میزبانی کے لئے حضرت بلالؓ کو مقرر فرمایا۔ صبح وشام وہی وفد والوں کے لئے کھانا لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت رسول اللہؐ نے انھیں عنایت فرمایا۔ ان میں سے ایک شخص کو حضور انورؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ ''میں نے تم کو دیکھا ہے'' تب اس نے عرض کیا کہ ''عکاظ میں حضورؐ نے مجھے دیکھا تھا اور (میری بدبختی تھی کہ) میں نے حضور کے کلام کو رد بھی کیا تھا۔ یارسول اللہ! اس روز مجھ سے زیادہ مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دور رہنے والا میرے ساتھیوں میں کوئی نہ تھا۔ اور آج مجھے ان سب میں تنہا یہ شرف حاصل ہورہا ہے کہ میں حضور پر ایمان لانے کی عزت وسعادت پارہا ہوں اور وہ میرے ساتھی ایمان سے محروم ہی دنیا سے چلے گئے'' رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''سب کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' وہ شخص اپنی پہلی حالت کے بارے میں طالب دعاء ہوا تو رسول اللہؐ نے فرمایا ''اسلام ان باتوں کو مٹادیتا ہے جو کفر میں ہوتی ہیں''۔

قبیلہ غسان

قبیلہ غسان کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم لوگ رمضان ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ منورہ آئے۔ تیرہ نفوس پر مشتمل یہ وفد رملہ بنت الحارث کے مکان میں

اترا۔ ان لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ تمام وفود عرب سب کے سب رسول اللہ ؐ کی تصدیق کر رہے ہیں۔ غسان والوں نے یہ دیکھ کر آپس میں مشورہ کیا کہ اب صورتحال اس طرح ہے کہ سارے عرب کے اہل بصیرت کیا ہمیں اس نظر سے دیکھیں گے اور کہیں گے کہ عرب بھر میں ہم ہی سب سے برے ہیں۔ پھر اس کے بعد قبیلہ غسان کے یہ لوگ رسول اللہ ؐ کی خدمت میں باریابی حاصل کی اسلام قبول کیا۔ تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں سب حق ہے ہم جانتے نہ تھے کہ ہماری قوم پیروی کرے گی یا نہیں۔ حضور انور ؐ نے اہل وفد کو انعامات عطا فرمائے غسان کے یہ لوگ اپنی قوم میں واپس ہوئے لیکن قوم والوں نے ان کی بات نہ مانی۔ ان لوگوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تاہم اسلام پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ ایک نے حضرت ابو عبیدہ ؓ سے شرف ملاقات حاصل کی اور انھیں اپنے اسلام کی خبر دی۔ وہ ان کا بڑا اکرام کیا کرتے تھے۔

وفد بنی الحارث

یہ حضرات ماہ شوال المکرم سنہ ۱۰ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے علاقے میں حضرت خالد بن ولید ؓ کو تبلیغ واشاعت دین کے لئے بھیجا گیا تھا ان کی تعلیم وترغیب سے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے حضرت خالد بن ولید ؓ نے اس کی اطلاع بارگاہ رسالت میں بھیجی اور خود وہاں ان کی تعلیم کے لئے رک گئے۔ رسول اللہ ؐ نے انھیں حکم دیا کہ تم واپس آجاؤ اور اپنے ساتھ ان کی قوم کے چند سر برآوردہ لوگوں کو لیتے آؤ چنانچہ تعمیل فرمان میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھ بنی الحارث کا وفد حاضر خدمت ہوا ان لوگوں کے ساتھ اس وفد میں قیس بن الحصین اور عبد اللہ بن

فراد بھی تھے ۔رسول اللہؐ نے بنی الحارث والوں سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔ وفد کے لوگوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! ہم خود کسی پر حملہ کرتے نہ فوج کشی کے لئے چڑھ کر جایا کرتے تھے البتہ جب کوئی ہماری طرف حملہ کرتا اور ہم لڑائی کے لئے جمع ہوجاتے ہیں تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتداء نہ کرتے ۔حضور کرمؐ نے فرمایا ''یہی وجہ ہے''۔

وفد بنی عیش

اس وفد میں شامل لوگ علاقہ نجران کے باشندگان تھے ۔ یہ سب مسلمان ہوکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے ۔ انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! ہمیں سنایا گیا ہے کہ ہجرت کے بغیر اسلام نہیں ۔ ہمارے پاس زرومال بھی ہے اور مویشی بھی ہیں جن پر ہمارا گزربسر ہے لہذا اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں تو یہ مال ومتاع ہمارے کس کام کے اور مویشی ہمارے کیا کام آئیں گے ان سے کیا فائدہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کرکے حضور انورؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ چلے آئیں'' رسول اللہؐ نے ان سے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ''تم جہاں آباد ہو وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمہارے اعمال میں ذراسی بھی کمی نہیں آئے گی'' اس جواب میں حضور اکرمؐ نے یہ بتایا کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہوکر اسلام کے رقبہ کو محدود وتنگ کرلینا مناسب نہیں ۔ مسلمانوں کو دور دراز ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت توحید ورسالت پہنچانا ہے۔

وفد سلامان

یہ وفد شوال سنہ ۱۰ھ میں مدینہ منورہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ جملہ سترہ آمیوں پر مشتمل تھا یہ سب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے تھے۔ اسی وفد میں حبیب بن عمرو بھی تھے انھوں نے دریافت کیا تھا کہ ''یا رسول اللہؐ! سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے'' تو ان کے جواب میں اقائے دو جہاںؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وقت پر نماز پڑھنا'' ان لوگوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! ہم ایک ایسے علاقے کے رہنے والے ہیں جہاں بارش نہیں ہوئی ہے۔ آپ دعاء فرمائیے'' رسول اللہؐ نے ان کے علاقہ میں بارش کے لئے اللہ تعالی سے دعاء کی'' ۔تب حضرت حبیبؓ بن عمرو نے بہت ہی ادب کے ساتھ عرض کیا یا رسول اللہ! ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائے۔ رسول اللہؐ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ جب یہ وفد اپنے وطن واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی دن بارش ہوئی تھی جس دن رسول اللہؐ نے دعا فرمائی تھی۔ (رحمۃ للعالمین)

وفد نجران

نجران کے عیسائیوں کے معتبر و معتمد افراد دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پہلی جماعت جو آئی تھی اس کی تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ رسول اللہؐ نے اہل نجران کو جب دعوت حق قبول اسلام کا مکتوب اقدس روانہ فرمایا تھا تو اسقفِ نجران نے اس کو پڑھا اور اس کے

سارے بدن پرلرزہ طاری ہوگیا۔اس نے فوراً شرحبیل بن وادعہ کو بلوایا وہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا تھا جتنے اہم اور بڑے امور ہوتے اس کے لئے شرحبیل کی رائے ضروری ہوا کرتی اس کے مشورہ کے بغیر کوئی بات حکام، مشیران یا پادری طے نہیں کیا کرتے۔ جب شرحبیل آیا تو اسقف نے اسے رسول اللہؐ کا مکتوب گرامی حوالے کیا۔ اور شرحبیل نے اس مکتوب اقدس کو پڑھا۔ اسقف نے اس سے دریافت کیا ’’اے ابومریم! کہئے آپ کی کیا رائے ہے‘‘ شرحبیل نے کہا ’’صاحب! آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ خدا نے ابراہیم (علیہ السلام) یہ وعدہ کررکھا ہے کہ اسماعیل (علیہ السلام) کی ذریت میں نبوت بھی ہوگی (انجیل مقدس میں اس کا ذکر بارہا آیا ہے) ممکن ہے کہ یہ وہی ہستی ہو۔ لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہوسکتی ہے کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اس پر غور کرسکتا اور اپنے رائے دے سکتا تھا‘‘۔ اسقف نے شرحبیل کی بات سن کر کہا کہ ’’اچھا آپ بیٹھئے‘‘ اسقف نے ایک دوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شرحبیل تھا اور جو حمیر کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، کو بلایا اور رسول اللہؐ کے نامہ مبارکہ کو دکھایا اور اس کی رائے دریافت کی۔ اس شخص نے بھی پیش رو کی طرح جواب دیا۔ پھر اسقف نے ایک تیسرے شخص کو بھی بلایا جس کا نام حبار بن قیص تھا اور اس کا تعلق بنوالحارث بن کعب سے تھا نامہ اقدس کو پڑھ کر اس نے بھی شرحبیل ہمدانی اور عبداللہ حمیری کی طرح ویسا ہی جواب دیا۔ جب اسقف نے دیکھا کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی اس بارے میں اپنی رائے دینے پر آمادہ نہیں کیونکہ یہ معاملہ خالص نبوت اور عقیدہ سے متعلق تھا تو اسقف نے گھنٹے بجانے کا حکم دیا اور گرجے پر ٹاٹ کے پردے لٹکائے جانے کا فرمان جاری کیا۔

نجرانیوں کا دستور تھا کہ اگر کوئی عظیم مہم درپیش ہوتی تو لوگوں کو جمع کرنے کے لئے دن کے اوقات میں گرجے پر ٹاٹ کے پردے لٹکا دیئے جاتے اور اگر لوگوں کو رات میں اکٹھا کرنا ہوتا تو گھنٹے

بجائے جاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کردی جاتی۔ اس گرجے سے تعلق رکھنے والے ایک لاکھ جنگجو لوگوں کے کئی دیہات تھے اس علاقہ میں بالائی اور نشیبی وادیوں کا علاقہ ایک دن کی گھوڑ سواری کے برابر تھا۔ جب تمام دیہاتوں کے جنگومرد جمع ہو گئے جو سب کے سب عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ اسقف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ اقدس واعلیٰ کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور اس علاقے کے بسنے والے عیسائیوں سے رائے طلب کی جو اس گرجے سے منسلک تھے۔ مشاورت کے بعد یہ طے ہوا کہ شرحبیل ہمدانی، عبداللہ حمیری اور حبار بن قیص حارثی کو مدینہ منورہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا جائے اور وہ وہاں جا کر دریافت احوال کریں اور یہاں آ کر حالات کی تفصیل خبر دیں۔

حسب قرارداد یہ تینوں بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور کچھ دن رہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شخصیت کے متعلق گفتگو کی۔ اس بات چیت پر ان آیات جلیلہ کا نزول ہوا۔ ''عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے اللہ نے انہیں مٹی سے بنایا پھر فرمایا کہ ''ہوجا'' تو وہ ہوگیا۔ سچی بات تمہارے پروردگار کی طرف سے یہی ہے۔ اب تم شک کرنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے اسے کہہ دو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ اسی طرح ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں۔'' (ق ۳/۵۹-۶۱)

ان آیات کے نزول پر رسول اللہ ﷺ نے حضرات حسن وحسینؓ کو بھی بلایا اور حضرت سیدۃ النساء للعالمین بی بی فاطمہ زہراؓ بھی اپنے والد ماجد حضور اکرمؐ کی پس پشت آ کر کھڑی ہوگئیں اور حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ ان کے جمع کرنے کا مقصد عیسائیوں کو بتا دینا تھا کہ ہم بھی مباہلہ کو تیار ہیں۔

ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی شرحبیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس ہستی سے

متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے تب انھوں نے ہم کو بھیجا تھا۔ ’’میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہیں تب بھی ان سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی ان کی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ نبی مرسل ہیں تب تو اس لعنت کے بعد ہمارا پر کاہ بھی زمین پر باقی نہ رہے گا اس لئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم ان کی ماتحتی قبول کرلیں۔ اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی ان کی رائے پر چھوڑ دیں کیونکہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہیں‘‘ شرحبیل ہمدانی کے دونوں ساتھیوں نے اس بات سے اتفاق کیا اور انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں جا کر عرض کیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہ ہے کہ جو کچھ حضور (علیہ السلام) کے خیال شریف میں ہو اور کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو وہ ہم پر مقرر فرمادیں۔ اگلے روز رسول اللہؐ نے اس پر جزیہ مقرر فرمادیا اور ایک معاہدہ جسے حضرت مغیرہؓ نے لکھا تھا اور حضرات ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف، اقرع بن حابس صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت اس پر ثبت تھیں۔ (رحمتہ للعالمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نجران والوں کو جو معاہدہ نامہ مرحمت ہوا تھا اور جس پر صحابہ کرام کی شہادتیں ثبت تھیں۔ معاہدہ کا ایک خاص فقرہ جس سے عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کی فیاضی عطا و مراعات و حقوق کے روشن پہلو دنیا کے سامنے آتے ہیں، فرمان اقدس میں ہے کہ ’’نجران والوں کو اللہ اور (حضرت) محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان، مذہب اور زمین و جائیداد کے متعلق۔ ان کو سب جو حاضر یا غائب ہیں صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنے والے ہیں ان کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسے نہ بدلا جائے گا۔ پچھلے زمانہ کے مشتبہات یا قتل کے تنازعات کے باعث ان پر مقدمات نہ چلائے جائیں گے وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے ان سے دہ یکی نہ لی جائے گی ان کے علاقہ سے فوج نہ گزرے گی‘‘۔

فرمان اقدس حاصل کر کے شرحبیل، عبداللہ اور حبار نجران واپس چلے گئے۔ اسقف اور دیگر سر بر آوردہ لوگ ایک منزل آگے سے ان کے استقبال کے لئے جمع ہوئے۔ وفد نے حضور اقدس ؐ کا فرمان مبارک بشپ (اسقف) کے حوالے کیا وہ راستہ میں چلتے چلتے ہی فرمان اقدس پڑھنے لگے اس کا چچازاد بھائی بشر بن معاویہ کہ جس کی کنیت ابو علقمہ تھی بشپ کے ساتھ چلتے چلتے فرمان پڑھتا جاتا تھا وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال سا ہو گیا اور اونٹنی نے اسے زمین پر گرا دیا۔ اس کی زبان سے ایک نازیبا کلمہ نکل گیا تو اسقف نے اسے ٹوکا اور کہا کہ ''بخدا وہ تو نبی مرسل ؐ ہیں''۔ بشر نے جب اسقف سے یہ سنا تو کہا کہ اب میں بھی مدینہ منورہ پہنچ کر ہی دم لوں گا اور اس نے اپنی سواری کا رخ موڑا اور مدینہ پاک کی طرف چل پڑا۔ اسقف نے اس کا پیچھا کیا لیکن بشر ہر گز نہ رکے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

شرحبیل اور ان کے ساتھی جب نجران پہنچ گئے تو نجران کے گرجے کے ایک راہب نے جس نے یہ سن رکھا تھا کہ تہامہ میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں اور انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا مکتوب بھی آیا ہے اور یہاں سے تین نفوس پر مشتمل ایک وفد ان کے پاس گیا ہوا ہے اور جب یہ لوگ واپس آئے ہیں تو اپنے ساتھ ایک سند بھی لائے ہیں۔ اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا اور اس کا بھائی سواری پر سے گر گیا۔ اس نے نبی کی شان میں نامناسب بات کہی تو اسقف نے اسے منع کیا کہ ایسا نہ کہو اور بتایا کہ وہ نبی برحق ہیں۔ یہ سن کر بشر ان کے پاس روکنے کے باوجود چلا گیا ہے اس راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ میں رہا کرتا تھا لوگوں سے کہا کہ ''مجھے نیچے اتارو ورنہ میں اوپر سے کود جاؤں گا''۔ لوگوں نے راہب کو برج کے بالائی حصہ سے نیچے اتارا اور وہ راہب چند تحائف لئے اور سیدھا نجران سے نکل کر مدینہ منورہ روانہ ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے حضور انور ؐ کی خدمت اقدس

میں ایک پیالہ، ایک عصاء اور ایک چادر تحفتاً نذر پیش کی۔ وہ چادر خلفائے عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی۔ راہب مشرف بہ اسلام ہوا اور چند دن مدینہ منورہ میں رک کر قرآن حکیم اور ارشادات نبویہ سے واقفیت حاصل کی پھر رسول اللہؐ سے اجازت حاصل کر کے دوبارہ حاضری کی تمنا کا اظہار کرتے نجران لوٹ گیا۔ اس وفد کے بعد اسقف ابوالحارث جو گرجا کا سب سے بڑا پیشوا تھا، قسطنطنیہ کے رومی حکام جس کا نہایت احترام و لحاظ کرتے تھے اور اسے بڑا اثر والا مانتے تھے اس کا اپنے ہم مذہبوں میں مجتہد کا درجہ تھا وہ مدینہ منورہ پہنچا اور بارگاہ رسالتؐ میں حاضری سے مشرف ہوا۔

اسقف ابوالحارث کے ساتھ ایہم (ایک مقام کا نام) کا جج اور حاکم بھی تھا اور اسے لوگ سید کے لقب سے پکارتے تھے اور عبدالمسیح المخاطب بہ عاقب جو سارے علاقہ کا گورنر تھا اور دیگر مشہور سرداروں کے ساتھ جملہ ۶۰ افراد پر مشتمل یہ وفد اس وقت حاضر ہوا جب کہ مسجد نبوی میں نماز عصر کے لئے لوگ جمع تھے۔ ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی عبادت کے لئے اجازت طلب کی۔ چوں کہ وہ اتوار کا دن تھا اور عیسائی بھی اس دن عبادت کرتے تھے۔ ان کے معروضہ پر رسول اللہؐ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی اور انھوں نے اپنے طریقے پر عبادت کی۔ یہودی بھی ان سے ملنے اور گفتگو کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہؐ کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ان عیسائیوں نے جواباً کہا وہ عیسائی تھے ان کی اس بحث پر آیات شریف کا نزول ہوا۔ محمد بن سہیل کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک کا نزول اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا۔ جب یہ واپس جانے لگے تو حضور اکرمؐ نے انھیں ایک سند مرحمت فرمائی جس میں ان کی خواہش اور معروضہ کے موافق گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی۔ رحمتہ للعالمین (جلد اول) میں اس فرمان مبارک کی نقل دی گئی ہے۔

''اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے یہ تحریر (حضرت) محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے اسقف ابوالحارث کے لئے نجران کے دیگر اسقفوں، کاہنوں، راہبوں، ان کے معتقدوں، غلاموں، اس مذہب والوں، نظم و نسق والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کو اللہ اور رسولؐ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائے گا۔ کسی کے حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی اور ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا۔ بشرطیکہ رعایا کے خیرخواہ اور خیراندیش رہیں، نہ ظالم کا ساتھ دیں نہ ظلم کریں''۔

(تحریر کنندہ مغیرہ بن شعبہ) (بحوالہ فتوح البلدان۔ بلاذری)

چلتے وقت انھوں نے درخواست کی کہ ایک امانتدار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیا جائے جسے ہم جزیہ ادا کر دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا ''یہ شخص میری امت کا امین ہے'' چوں کہ یہاں لفظ جزیہ آیا ہے لہذا اس سے متعلق تفصیل خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ لفظ جزیہ جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم ''جزیہ لگانے کی'' بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی۔ جب عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا اور دربار ایران اس بارہ میں رومن ایمپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا (بعد میں) جزیہ پر بہت اعتراضات کئے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیئے گئے (یہاں پر ایک روایت کے حوالے سے) معلوم ہو جائے گا ایک اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا ہے اور کیوں کر جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو بھی چند حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔

فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے کہ ''اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہئیے جزیہ ادا کرنا منظور کرلیں (الف) ان کی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہئیے جیسے مسلمانوں کی (حفاظت کی جاتی ہے) (ب) اور ان

کے لئے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں کیونکہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون اوران کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے۔ (ہدایہ مطبوعہ کلکتہ' بحوالہ رحمۃ للعالیمن)

حضرت ابوعبید بن جراحؓ کی کاوشوں سے اس علاقہ میں تبلیغ ودعوت اسلام کا اچھا کام ہوا۔

وفد نخع

حضرت معاذ بن جبلؓ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہونے والے دوسوافراد کا ایک وفد جو وفد نخع کہلاتا ہے، نے بارگاہ رسالت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ ان لوگوں کو دارالضیافہ (مہمان خانہ میں) ٹھہرایا گیا۔ یہ لوگ یمن کے متوطن تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے تھے۔ ابن سعد کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق قبیلہ نخع نے اپنے دو آدمیوں کو جن کے نام ارطاۃ بن شراحیل اور جہیش موسوم بہ ارقم تھے بطور وفد دربار رسالت میں اپنے اسلام قبول کر لینے کی اطلاع کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ رسول اللہؐ نے دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا انھوں نے قبول کرلیا۔ رسول اللہؐ کو ان لوگوں کی حالت اور حسن ہیئت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا ''کیا تمہارے پیچھے تمہاری قوم میں سے کوئی تم دونوں کی مثل ہے'' انھوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! ہم اپنی قوم کے ایسے ستر آمیوں کو چھوڑ آئے ہیں جو سب کے سب ہم دونوں سے افضل ہیں ان میں سے ہر ایک معاملات کو فیصل کرتا ہے اور کاموں کو پورا کرتا ہے۔ رسول اللہؐ نے دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ ''اے اللہ! نخع کو برکت عطا فرما'' ارطاۃ کو امیر قوم بنا کر ایک جھنڈا عطا فرمایا جو فتح مکہ کے دن ان

کے ہاتھ میں تھا۔ اول الذکر و دمیں زرارہ بن عمرو بھی تھے انھوں نے راستہ میں دیکھے گئے خوابوں کی تعبیر پوچھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خوابوں کی تعبیریں بتائیں۔

وفد مراد

فردہ بن مسیک المرادی شاہان کندہ کو چھوڑ کر اور رسول اللہ ﷺ کے مطیع بن کر بطور وفد حضور انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سعد بن عبادہ کے ہاں مہمان بنے۔ وہ قرآن مجید اور فرائض دین سیکھا کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے انھیں بارہ اوقیہ چاندی بطور انعام عطا فرمائے اس کے علاوہ ایک اونٹ جو اچھی نسل سے تھا ان کی سواری کے لئے مرحمت فرمایا اور عمان کا بنا ہوا ایک جوڑا پہننے کے لئے سرفراز فرمایا۔ ان کے ہمراہ حضرت خالدؓ بن سعید کو صدقات پر مامور فرما کر بھیجا۔

(طبقات ابن سعد، رحمۃ للعلمینؐ)

وفد زبید

عمر بن معدی کرب الزبیدی قبیلہ زبید کے دس آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ آئے اور انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ بنی عمرو بن عامر کے سردار کون ہیں جو اس سرسبز و شاداب جگہ کے رہنے والے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ سعد بن عبادہ ہیں۔ عمر بن معدی اور اس کے ساتھ آئے ہوئے لوگ سعد بن عبادہؓ کے مکان جا پہنچے۔ سعد اپنے مکان سے نکل کر آئے اور ان آنے والوں کو خوش آمدید کہا۔ ان کے

کجاوے اتارنے کا حکم دیا اور مہمانوں کی خاطر مدارات کی۔ حضرت سعد بن عبادہ ان وفد والوں کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے وہ لوگ اسلام لے آئے چند روز خدمت اقدس میں حاضر رہ کر جب مراجعت کی اجازت چاہی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں انعامات سے نوازا۔ وہ لوگ اپنے وطن واپس ہو کر اسلام پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔ حضور اکرمؐ کی وفات شریف کے بعد چند دن اسلام سے دور ہوئے لیکن پھر اسلام کی طرف رجوع کیا اور راسخ العقیدہ رہے۔ مابعد، جنگ قادسیہ میں زبیدی والوں نے شرکت کی اور مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے۔

وفد کندہ

اشعث بن قیس نے قبیلہ کندہ کے ۱۹ اشتر سواروں کے ساتھ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہونے کا شرف پایا (بروایت زہری) یہ جب مسجد نبوی شریف کے قریب پہنچے تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کی کاکلیں بڑھی ہوئی تھیں، انھوں نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا تھا اور جبے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ ان جبوں کا حاشیہ حریری تھا اور اوپر سے ریشمی ملبوسات تھے جن پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ ان سبھوں نے عرض کی بے شک ہم مسلمان ہیں۔ تب حضورؐ نے ان کے لباس اور ہیت کی طرف توجہ کی اور ارشاد فرمایا کہ ''یہ کیا حال ہے جو تم لوگوں نے اپنا بنا رکھا ہے'' رسول اللہؐ کا منشاء مبارک سمجھ کر ان لوگوں نے اپنے لباس اتار کر سیدھے سادے کپڑے پہن لئے۔ جب وہ لوگ وطن واپس ہوئے تو حضور انورؐ نے ان میں سے ہر ایک کو دس اوقیہ اور اشعث کو بارہ اوقیہ عطا فرمائے۔

وفد صدف

اس وفد میں انیس افراد شریک تھے (بروایت حضرت شرحبیل بن عبد العزیز الصدفی) یہ لوگ اونٹنیوں پر سوار آئے تھے ۔ تہمد اور چادروں میں ملبوس تھے ۔ رسول اللہ ﷺ کے کاشانہ اقدس اور منبر شریف کے درمیان بیٹھ گئے اور سلام نہ کیا۔ حضور انورؐ نے ان سے دریافت فرمایا "کیا تم مسلمان نہیں ہو" وفد والوں نے عرض کیا "ہم مسلمان ہیں" تب حضورؐ نے فرمایا "سلام کیوں نہ کیا" اس پر ان لوگوں نے اٹھ کر "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ" ۔ حضورؐ نے وعلیکم السلام فرمایا اور بیٹھ جانے کا حکم دیا وہ بیٹھ گئے وفد والوں نے رسول اللہؐ سے اوقات نماز کی بابت دریافت فرمایا اور حضور اکرمؐ نے انھیں بتا دیا۔

وفد خشین

ابوثعلبہ الخشنی اس وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ حضورؐ خیبر کی تیاری فرما رہے تھے ۔ ابوثعلبہ نے ایمان قبول کیا اور حضورؐ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور خیبر حاضر ہوئے ۔ اس کے بعد قبیلہ خشین کے سات افراد آئے اور وہ لوگ ابوثعلبہ کے پاس ٹھرے اسلام قبول کیا اور پھر اپنے وطن واپس ہو گئے ۔ (بروایت محجن بن وہب)

وفد بلی

قبیلہ بلی کا وفد ماہ ربیع الاول ۹ ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ حضرت رویفع بن ثابت بلوی نے وفد کو اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ ان کا گھر محلہ بنی جدیلہ میں تھا۔ پھر حضرت رویفع اپنے ہم قوم لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کاشانہ اقدس میں رونق افروز تھے۔ اس وفد میں جو بزرگ تھے ان کا نام ابو الضباب تھا وہ آگے بڑھے اور رسول اللہؐ کے روبرو بیٹھنے کی عزت حاصل کی۔ حضور انورؐ سے شرف تکلم حاصل کرنے کے بعد سارے لوگ داخل اسلام ہو گئے۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ سے امور دین سے متعلق چند باتیں دریافت کیں۔ حضور انورؐ نے انھیں احکام دین اور ان کے دریافت طلب مسائل کے جوابات مرحمت فرمائے۔ پھر حضرت رویفع نے ان تمام کو اپنے گھر واپس لے آئے انھیں بارگاہ رسالت پناہیؐ سے کھجور عطا ہوئے جسے وہ لوگ تین دن تک کھاتے رہے پھر رخصت کی اجازت کے لئے حضور انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور لوگوں کی طرح ان کو بھی حضور اکرمؐ نے انعامات سے سرفراز کیا پھر یہ لوگ اپنے وطن واپس ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد)

وفد جہینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے کے بعد عبد العزی بن بدر، زید بن معاویہ جہنی بطور وفد حاضر ہوئے۔ ان کا تعلق بنی الربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ سے تھا۔ ان کے

ہمراہ ان کے اخیانی اور عم زاد برادران بھی حاضر ہوئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالعزی سے ارشاد فرمایا کہ تم عبد اللہ ہو ۔ ان کے چچازاد بھائی ابو روعہ سے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تم دشمن کو دہلادو گے ۔ ان تمام لوگوں سے حضور اکرمؐ نے دریافت فرمایا کہ ''تم لوگ کون ہو'' ان لوگوں نے جواباً عرض کیا ''ہم بنی غیان ہیں'' (غیان کے معنی سرکشی کے نکلتے ہیں) ان سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''تم بنی رشدان ہو'' (رشدان کے معنی ہدایت پانے کے ہیں) رسول اللہؐ نے ان کی وادی کا نام بجائے غوی کے رشد رکھا۔ جہینہ والوں کے پہاڑوں کوہ اشعر اور کوہ اجرد کے متعلق یہ بشارت عطا فرمائی کہ یہ دونوں جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں جن کو کوئی فتنہ روند نہ سکے گا۔ حضور اکرمؐ نے فتح مکہ کے دن جھنڈا عبداللہ بن بدر جہنی کو سرفراز فرمایا۔ ان لوگوں کو مسجد کے لئے زمین عطا فرمائی ۔ یہ مدینہ منورہ کی وہ پہلی مسجد تھی ۔ (مسجد نبوی شریف) کے علاوہ جس کے لئے زمین دی گئی۔ عمرو بن مرہ الجہنی کہتے ہیں کہ ہمارا ایک بت تھا جس کی سب تعظیم کیا کرتے تھے ۔ اور میں اس کا مجاور تھا۔ جب رسول اللہؐ اور آپ کے پیغام حق کے متعلق سنا تو میں نے اس بت کو توڑ ڈالا ۔ وہاں سے نکلا اور سیدھے مدینہ منورہ پہنچا۔ رسول اللہؐ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا۔ مسلمان ہو گیا کلمہ شہادت ادا کیا' حلال وحرام سے متعلق جتنے احکام تھے ان سب کو دل سے مانا ۔ انھوں نے اسی مضمون کو اپنے اشعار میں بھی بیان کیا۔ ان کے اشعار صاحب طبقات کبیر نے نقل کئے ہیں ۔ رسول اللہؐ نے جہینہ والوں کو جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا ان کی قوم کے پاس بطور مبلغ روانہ فرمایا۔ انھوں نے اپنی قوم میں جا کر دین حق اسلام کی تبلیغ کی اور قوم والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ سبھوں نے بہ دل وجان لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے ۔ صرف ایک شخص اس سعادت سے محروم رہا۔ اس نے انکار کیا جس پر عمرو بن مرہ نے اسے بدعاء دی جس سے اس کا منہ ٹوٹ گیا یہاں تک کہ وہ بات کرنےس ے بھی معذور ہو گیا ساتھ ہی نابینا اور محتاج ہو گیا۔ (بروایت عبدالرحمن المدنی)

وفد کلب

عبد عمرو بن جبلہ بن وائل بن جلاح الکلبی اور عاصم نامی ایک شخص جس کا تعلق بنی عامر کی شاخ بنی رقاش سے تھا۔ ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچے۔ جب وہ سرکار دو عالمؐ کے حضور پیش ہوئے تو سرکار ختمی مرتبتؐ نے انھیں اسلام کی دعوت دی جسے ان لوگوں نے بخوشی قبول کرلیا اور مشرف بہ ایمان ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''میں نبی صادق و پاکیزہ ہوں' خرابی اور پوری خرابی اس شخص کی ہے جو میری تکذیب کرے مجھ سے اپنا رخ پھیرے اور معرکہ آرا ہو۔ بہتری اور پوری بہتری اس شخص کی ہے جو مجھ پر ایمان لائے میری نصرت کرے میرے قول کی تصدیق کرے اور اور میرے ہمراہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے'' ان دونوں نے یہ سن کر عرض کیا ''ہم تو آپ پر ایمان لاتے ہیں آپ کے قول وارشاد کی تصدیق کرتے ہیں''۔ وہ دونوں اسلام لے آئے۔ اس وقت عبد عمرو نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے ''میں نے رسول اللہؐ کو مان لیا ہے جب آپ ہدایت لائے۔ پہلے میں اللہ کا منکر تھا اب مومن ہوں اور اس کا مجھے اجر ملے گا'' دوسرا شعر جس کا ترجمہ یوں ہے ''تیروں کے ذریعہ فال اور شگون لینے کے مزے میں نے ترک کردیئے' حالانکہ ایسے ہی لہو ولعب میں میری عمر گزری تھی'' طبقات ابن سعد حصہ سوم میں عبد عمرو کا تیسرا شعر اور اس کا ترجمہ اس طرح موجود ہے ''میں اللہ پر ایمان لایا جس کی منزلت برتر ہے' میں جب تک زندہ رہوں بتوں کا منکر رہوں گا'' ربیعہ بن ابراہیم الدمشقی کہتے ہیں کہ حارثہ بن قطن بن زائر اور حمل بن سعد بن حارثہ کہ دونوں بنو کلب سے تھے بطور وفد بارگاہ رسالت پناہی میں حاضر ہوئے حارثہ بن قطن کے لئے ایک فرمان اقدس

تحریر ہوا جس میں حسب ذیل مضمون تھا۔

یہ فرمان محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے دومتہ الجندل اور اس کے نواح کے ان باشندگان کے لئے ہے جو قبیلہ کلب کے حارثہ بن قطن کے ساتھ ہیں۔ بارش سے سیراب ہونے والے صحرائی کھجور کے درخت ہمارے ہیں شہر کے کھجور کے درخت تمہارے ہیں جس زمین پر چشمہ وغیرہ کا پانی جاری رہا۔ اس پر محصول عشر (دسواں حصہ،) ہے اور جو بارش سے سیراب ہو اس پر محصول نصف عشرہ (بیسواں حصہ) ہے نہ تمہارے اونٹوں کی جمعیت کو جمع کیا جائے گا۔ اور نہ ایک دو مواشی ہوں تو ان کو برابر کیا جائے گا۔ تمھیں نماز کو وقت پر ادا کرنا ہوگا اور زکوٰۃ اس کے حق کے موافق ادا کرنا ہوگا۔ تم سے گھاس نہیں روکی جائے گی اور نہ سامان خانہ داری کا عشر (دسواں حصہ) لیا جائے گا۔ تم سے اس کا عہد و میثاق ہے تمہارے ذمہ ہماری خیر خواہی و وفاداری اور اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے۔ اللہ اور مومنین حاضرین گواہ ہیں۔ (طبقات ابن سعد حصہ ۳)

وفد جرم

بنی جرم کے اصقع بن شریح اور ہودہ بن عمرو نامی دو اشخاص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے (بروایت سعد بن مرۃ الجرمی) وہ دونوں مشرف بہ ایمان ہوئے اور اسلام پر استقامت اختیار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک تحریری فرمان سے نوازا۔ اس ضمن میں اصقع کے اشعار بھی ارباب سیر کے پاس محفوظ ہیں۔ ان لوگوں کے اسلام لانے کے بعد جرم کے اور لوگ بھی اسلام لائے اور بعض لوگ بطور وفد کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے قرآن مجید سیکھا اور حوائج دینی کی تکمیل کی۔ ان

لوگوں نے رسول اللہؐ سے معروضہ کیا کہ ''یارسول اللہ! نماز پڑھانے کے لئے ہمارے امام کون ہوں' حکم فرمائیں''، رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے نماز وہ پڑھائے جس نے سب سے زیادہ قرآن یاد کیا ہو یا سیکھا ہو'' یہ لوگ اپنی قوم میں آئے دریافت کیا مگر کوئی ایسا شخص نہ ملا جو عمرو بن سلمہ بن قیس سے زیادہ قرآن کا جاننے والا ہو۔ چنانچہ عمرو بن سلمہ کا بیان ہے کہ ''حالانکہ میں اس زمانے میں اتنا چھوٹا تھا کہ میرے بدن پر صرف ایک چادر تھی۔ ان لوگوں نے مجھے امام بنایا اور میں نے انھیں نماز پڑھائی۔ آج تک قبیلہ جرم کا کوئی ایسا مجمع نہ ہوا جس میں میں موجود ہوں اور امام نہ بنا ہوں''۔ راوی کا کہنا ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ اپنی وفات تک برابر لوگوں کی نماز جنازہ پڑھاتے اور مسجد میں امامت کرتے۔ ابو یزید عمرو بن سلمہ الجرمی سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک ایسے پانی (کے کنواں) کے سامنے رہا کرتے تھے جس پر لوگوں کا راستہ تھا لوگوں سے پوچھا کرتے کہ یہ امر (اسلام) کیا ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مقدس ہستی نے دعوی کیا ہے کہ وہ نبی ہیں اللہ نے انھیں رسول بنایا ہے اور یہ یہ وحی بھیجی ہے میں یہ کرنے لگا کہ اس میں سے جو کچھ سنتا تھا اسے اس طرح یاد کر لیتا تھا کہ گویا میرے سینے پر رنگ چڑھا دیا گیا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنے سینے میں بہت سا قرآن جمع کر لیا۔ عرب قبول اسلام کے لئے فتح مکہ کے منتظر تھے کہتے تھے کہ دیکھتے رہو اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں پر غالب آجائیں تو آپ صادق و نبی ہیں۔ جب فتح مکہ کی خبر آئی تو ہر قوم نے اسلام لانے میں سبقت کی۔ میرے والد ہمارے ہمسایہ لوگوں کے اسلام کی خبر (حضور انورؐ کے پاس) لے گئے جب تک اللہ کو ان کا قیام منظور ہوا رسول اللہؐ کے ساتھ مقیم رہے اس کے بعد آئے جب وہ ہمارے نزدیک آگئے تو ہم نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ انھوں نے کہا ''بخدا! میں رسول اللہؐ کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ حضور اکرمؐ تمھیں اس بات کا حکم دیتے ہیں اور اس اس بات سے منع فرماتے ہیں۔ فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت۔

جب نماز کا وقت آئے تو کو کوئی تم میں سے اذان کہے تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو' ہمارے ہمسایہ نے غور کیا تو ان لوگوں نے کوئی شخص مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا نہ پایا۔ اس لئے کہ میں شتر سواروں سے یاد کرتا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے اپنا امام بنایا۔ میں انھیں نماز پڑھاتا تھا حالانکہ میں کم سن تھا میرے بدن پر ایک چادر تھی۔ پھر بعد میں مجھے بحرین کی ایک چادر پہنائی جس پر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

وفد ازد

قبیلہ ازد کے منیر بن عبد اللہ کی سر کردگی میں انیس افراد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے وہ لوگ مدینہ منورہ آکر فردہؓ کے پاس قیام پذیر ہوے۔ فردہؓ نے ان کا نہایت اکرام کیا۔ یہ لوگ یہاں دس دن مقیم رہے۔ رسول اللہؐ نے اس وفد میں جو افضل تھے یعنی صرد ازدی کو ان لوگوں پر امیر مقرر فرمایا اور حکم فرمایا کہ "وہ ان مسلمانوں کو ساتھ لے کر یمن کے مشرک قبائل کے ساتھ جہاد کریں جو قرب و جوار میں رہتے ہیں" صرد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نکلے اور پہلا پڑاؤ جرش نامی مقام پر ڈالا۔ جرش ایک محفوظ شہر تھا۔ اس میں یمن کے وہ قبائل رہتے تھے جو شرک میں مبتلاء تھے۔ صرد نے سب سے پہلے ان کو دعوت توحید و رسالت دی اور اسلام کی طرف بلایا۔ لیکن مشرک قبائل نے انکار کیا تو ایک مہینے تک ان کا محاصرہ رکھا اکثر و بیشتر جب بھی اقدام کیا جاتا تو ان کے مویشی بطور غنیمت ملتے۔ صرد نے طویل محاصرہ کو ختم کر کے جب مراجعت کی اور کوہ شکر کی طرف قدم بڑھائے تو جرش کے لوگوں نے خیال کیا کہ یہ بھاگ گئے ہیں اور پھر اپنے لوگوں کو صرد اور ان کے ساتھیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔

ادھر صرد نے کامیاب حکمت عملی اپنائی۔ اپنی صفوں کو آراستہ کیا اور بھر پور انداز سے حملہ کر دیا جس طرح چاہا لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ کئی گھوڑے حاصل کر لئے۔ صبح سے دو پہر تک نہایت زبردست جنگ ہوتی رہی۔ ادھر اہل خرش نے دو آدمیوں کو رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا۔ رسول اللہؐ نے ان کو لوگوں کے مقابلے اور صرد کی فتح کی خبر دی۔ یہ دونوں واپس اپنی قوم میں آ ئے اور صورتحال بیان کی۔ اہل خرش کا ایک وفد بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور ارکان وفد نے اسلام کا اظہار کیا۔ رسول اللہؐ نے انھیں مرحبا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ صورت کے اچھے، معاملات میں سچے۔ کلام میں پاکیزہ اور امانت میں بڑے ہو تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کا (میدان جنگ میں) شعار (فقط) مبرور مقرر فرمایا اور ان کے گاؤں کو خاص نشانوں سے محفوظ اور محدود فرما دیا۔

وفد عقیل بن کعب

بنی عقیل میں سے ربیع بن معاویہ بن خفاجہ عقیلی، مطرف بن عبد اللہ اور انس بن قیس بطور وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے بیعت کی اور اسلام لائے اور اپنی قوم کے چھوٹے ہوئے لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کا شرف پایا۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کو (مقام) عقیق بن عقیل سرفراز فرمایا۔ یہ ایک زمین تھی جس میں چشمے اور کھجور کے باغ تھے اس ے متعلق ان لوگوں کے لئے ایک سرخ چمڑے پر فرمان بطور سند عطا فرمایا جس کا مضمون اس طرح تھا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ سند ہے جو محمد رسول اللہؐ نے ربیع و مطرف و انس کو عطا فرمائی ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو اس وقت تک کے لئے (مقام) عقیق عطا فرمایا ہے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں زکوۃ ادا کرتے

رہیں اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں''۔حضورؐ نے انھیں کسی مسلمان کا کوئی حق نہیں دیا۔ یہ فرمان مطرف کے قبضہ میں رہا۔ وہ تمام شادماں ہوئے۔

● لقیط بن عامر بن منتفق بن عامر بن عقیل جو رزین کے والد تھے بطور وفد رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف پایا۔حضور اکرمؐ نے انھیں ایک پانی کا مقام جس کا نام نظیم تھا عطا فرمایا۔لقیط بن عامر نے رسول اللہؐ سے اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔

● حصین بن المعلی بن ربیعہ عقیلی اور ذوالجوشن نے بھی رسول اللہؐ کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

وفد اشجع

قبیلہ اشجع کے لوگ غزوہ خندق کے سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ وہ جملہ ایک سو افراد تھے جن کے رئیس کا نام مسعود بن رخیلہ تھا۔ یہ لوگ شعب سلع میں اترے تھے۔رسول اللہؐ ازراہ عنایت ان کے پاس رونق افروز ہوئے اور اشجع والوں کے کھجوروں کا حکم دیا۔ان لوگوں نے آپ کی پناہ میں آجانے کی خواہش اور تمنا کا اظہار کیا اور صلح کی درخواست کی۔رسول اللہؐ نے ان سے صلح فرمائی۔ بہ روایت دیگر اشجع کے لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب حضورؐ بنی قریظہ سے فارغ ہوئے تھے وہ جملہ سات سو آدمی تھے۔حضورؐ نے ان سے صلح فرمائی اس کے بعد وہ سب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

وفد باہلہ

اللہ تعالی نے جب اپنے محبوبؐ کو فتح عظیم مکہ مکرمہ سے سرفراز فرمایا تو حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں مطرف بن الکہن الباہلی اپنی قوم کے قاصد بن کر آئے اور سعادت اسلام سے مالا مال ہوئے اور اپنی قوم کے لئے پروانۂ امن حاصل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ایک تحریری فرمان جس میں صدقات کے احکام تھے عطا فرمایا۔

● مطرف کے بعد نہشل بن مالک الوائلی جن کا تعلق بھی قبیلہ باہلہ سے تھا اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف پایا اور اسلام لائے۔ حضور پاکؐ نے ان کے اور ان کی قوم کے لئے شرائع اسلام پر مبنی ایک فرمان سرفراز فرمایا۔

وفد سلیم

قیس بن نسیبہ جو بنی سلیم سے تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس واعلی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہؐ نے انھیں کلام پاک سنایا۔ قیس نے حضور انورؐ سے چند باتیں دریافت کیں اور حضور اقدسؐ نے جو جوابات عطا فرمائے انھیں حفظ کرلیا۔ رسول اللہؐ نے انھیں دعوت حق دی جسے انھوں نے قبول کرلیا اور دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ پھر اپنی قوم بنی سلیم میں لوٹ گئے۔ اور قوم والوں سے کہا کہ میں نے روم کا ادب (ترجمہ)، فارس کا غیر مفہوم کلام، عرب کے اشعار، کاہن کی پیشین گوئی

اور قبیلہ حمیر کے مقرر کی تقریر سنی، مگر حضرت محمد رسول اللہؐ کا کلام ان میں سے کسی کے بھی مشابہ نہیں لہذا تم لوگ میری پیروی کرو یعنی اسلام قبول کرلو اور رسول اللہؐ کے خزائن رحمت وعطا سے اپنا حصہ لے لو۔ جب فتح مکہ کا سال ہوا تو بنی سلیم رسول اللہؐ کی جانب روانہ ہوئے اور آپ سے مقام قدید میں ملے یہ سات سو آدمی تھے یہ بھی منقول ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں عباس بن مرداس، انس بن عباس بن رعلی اور راشد بن عبدربہ بھی تھے۔ یہ سب لوگ اسلام لے آئے اور معروضہ کیا کہ ''یارسول اللہؐ! آپ ہم لوگوں کو اپنے مقدمتہ الجیش میں کردیجئے۔ ہمارا جھنڈا سرخ رکھئے اور ہمارا شعار ''مقدم'' فرمادیجئے'' رسول اللہؐ نے ان کے ساتھ یہی کیا۔ (طبقات ابن سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بنی سلیم کے لوگ فتح مکہ وحنین وطائف میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے راشد بن عبدربہ کو (مقام) رہاط عطا فرمایا۔ اس میں ایک چشمہ تھا جس کا نام عین الرسول تھا۔ راشد بنی سلیم کے بت کے مجاور تھے ایک دن انھوں نے دو لومڑوں کو دیکھا جو بنی سلیم کے بت پر بول کررہی تھیں یہ دیکھ کر انھوں نے ایک شعر پڑھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بت پرستی اور بتوں کی مجاوری سے دور ہوگئے۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے اس بت پر حملہ کرکے اسے پارہ پارہ کردیا اور پھر رسول اللہؐ کی بارگاہ اقدس میں بصد نیازمندی حاضر ہوئے۔ حضور انورؐ نے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے عرض کیا غاوی بن عبدالعزی۔ اس پر حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم غاوی (گمراہ) نہیں بلکہ راشد (ہدایت یافتہ) ہو اور حضورؐ نے ان کا نام راشد بن عبدربہ تجویز فرمایا۔ راشد اسلام لائے ان کا اسلام خالص تھا۔ فتح مکہ میں رسول اللہؐ کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم عرب کے دیہات میں سب سے بہتر خیبر ہے اور اور بنی سلیم میں سب سے اچھے راشد ہیں۔ رسول اللہؐ نے انھیں ان کی قوم بنی سلیم کا علمبردار بنایا۔

بنی سلیم میں سے ایک شخص کہ جن کا نام قدر بن عمار تھا بطور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ایمان لائے اور عہد کیا کہ اپنی قوم کے ایک ہزار شہ سواروں کو حضورؐ کی خدمت میں لائیں گے اس واقعہ کے سلسلہ میں انھوں نے جو اشعار کہے ہیں کتب سیر میں محفوظ ہیں۔ قدر بن عمار مشرف بہ اسلام ہو کر جب اپنی قوم میں واپس ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی تو لوگ خوش ہو گئے۔ اور ان کے اطراف نو سو آدمی جمع ہو گئے۔ انھوں نے ایک سو آدمیوں کو قوم کے پاس چھوڑا اور لوگوں کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کے لئے چل پڑے۔ اثناء راہ انھیں موت آ گئی۔ انھوں نے اپنی قوم کے تین افراد کو وصیت کی۔ اپنے ہمراہیوں کے تین حصے کئے۔ تین سو افراد پر عباس بن مرداس کو امیر مقرر کیا۔ تین سو آدمیوں پر اخنس بن یزید کو امیر بنایا اور ماباقی تین سو کی جماعت کو جبار بن الحکم المعروف بہ فرار الشریدی کے ماتحت کیا۔ ان لوگوں سے کہا کہ آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں تا کہ وہ عہد پورا ہو جو میری گردن پر ہے پھر ان کی وفات ہو گئی۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لے روانہ ہوئے اور جب حضور انورؐ کے پاس پہنچے تو آپ نے قدر بن عمار کو ان مبارک الفاظ میں یاد فرمایا ''وہ خوبصورت، بہت بولنے والا اور سچا مومن کہاں ہے؟'' تو لوگوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! انھیں اللہ تعالی نے دعوت دی تو اس دعوت کو انھوں نے قبول کر لیا'' ان لوگوں نے رسول اللہؐ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ ہزار کے بقیہ کہاں ہیں جن کا انھوں نے مجھ سے عہد کیا تھا لوگوں نے عرض کی کہ اس جنگ کے خوف سے جو ہمارے اور بنی کنانہ کے درمیان ہے سو آدمیوں کو قبیلہ میں احتیاطاً چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان ماباقی افراد کو بھی بلوالو کیونکہ اس سال تمھیں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا۔ ان لوگوں نے ان کو بھی بلا بھیجا جنھیں وہ قبیلہ میں بغرض محافظت چھوڑ آئے تھے۔ قوم کی طلبی پر بنی سلیم کے باقی ماندہ لوگ بھی روانہ ہوئے اور رسول اللہؐ

کے پاس آئے بمقام ہدّہ ان لوگوں نے شرف دیدار حاصل کیا۔ یہ وہی سو آدمی تھے کہ جن پر منقع بن مالک بن امیہ امیر تھے۔ منقع بنی سلیم کے معروف آدمی تھے جب ان لوگوں نے یعنی بنی سلیم والوں نے لشکر کا شور سنا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا" یا رسول اللہ! لوگ حاضر کر دیئے گئے ہیں" رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا" نہیں بلکہ تمہارے نفع کے لئے نہ کہ تمہارے ضرر کے لئے" یہ (قبیلہ) سلیم بن منصور ہے جو حاضر ہوا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ وحنین میں حاضر ہوئے۔ منقع ہی کے لئے امیر لشکر عباس بن مرداس نے شعر کہا جس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔ ان سو آدمیوں کے امیر لشکر جن سے انھوں نے نوسو کو پورا کر دیا اور وہ مکمل سخت و بہادر ہزار ہو گئے۔

وفد سعد العشیر ہ

دعوت ایمان کا اثر اور اسلام کی حقانیت نے سعد العشیر ہ کے ایک شخص ذباب کو اتنا متاثر کیا کہ اس نے سعد العشیر ہ کے بت پر جس کا نام فراض تھا حملہ کیا اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا اس کے بعد وہ بطور وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے مشرف بہ ایمان ہوئے اور جو اشعار کہے ان کا ترجمہ اس طرح ملتا ہے"میں نے رسول اللہؐ کی پیروی کر لی جب آپ ہدایت لائے اور فراض کو میں نے مقام ذلت میں چھوڑ دیا● میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے اس حالت میں چھوڑا کہ گویا وہ تھا ہی نہیں زمانہ تو انقلاب والا ہی ہے● جب میں نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا تو جب مجھے رسول اللہؐ نے دعوت دی میں نے قبول کر لی● میں جب تک زندہ رہوں گا اسلام کا مددگار رہوں گا اور اسی میں اپنا تمام زور لگاؤں گا"۔● ہے کوئی جو سعد العشیر ہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں نے فانی چیز کے عوض باقی رہنے والی چیز خریدی ہے۔

حضرت ذبابؓ الانسی نے جس طرح اپنے اشعار میں رسول اللہؐ اور اسلام سے وابستگی کا اظہار کیا ہے ان کی زندگی اسی کی عملی تصویر تھی ان کی اولاد میں بھی یہ جذبۂ ایمان اسی طرح قوی و مستحکم تھا۔

(طبقات ابن سعد)

وفد عنس

قبیلہ عنس بن مالک کے ایک صاحب ربیعہ نامی بطور وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ جس وقت وہ حاضر ہوئے رسول اللہؐ شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے حضورؐ نے انھیں کھانے کے لئے مدعو فرمایا وہ شریک طعام ہو گئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہؐ ان کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ''کیا تم شہادت دیتے ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں'' انھوں نے کہا کہ ''اشھد ان لاالہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ'' اور داخل اسلام ہو گئے۔ جب ان سے دریافت فرمایا کہ طمع وخوف سے آئے ہو تو انھوں نے عرض کی نہیں۔ لیکن مجھے (عذاب آخرت کا) خوف دلایا گیا تو میں ڈر گیا مجھ سے کہا گیا کہ اللہ پر ایمان لاؤ میں ایمان لے آیا۔ رسول اللہؐ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا ''قبیلہ عنس کے اکثر لوگ مقرر ہیں'' وہ چند روز مقیم رہے اور اکثر دربار رسالت میں موجود رہتے آخر کار حضورؐ سے واپسی کی اجازت چاہی جو مرحمت ہوئی۔ رسول اللہؐ نے انھیں زادراہ سرفراز فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اگر تمھیں کوئی چیز (بیماری وغیرہ) محسوس ہو تو کسی قریب کے گاؤں میں رک جانا۔ وہ روانہ ہوئے لیکن راستہ میں انھیں شدت سے بخار چڑھ گیا تو انھوں نے قریب کے گاؤں میں پناہ لے لی اور وہیں وفات پائی۔

وفد داریین

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں داریین کا وفد اس وقت حاضر ہوا جب حضور اکرمؐ تبوک سے مراجعت فرما ہوئے۔ اس وفد میں جملہ دس آدمی تھے ان لوگوں کے اسماء اس طرح ملتے ہیں تمیم بن اوس، نعیم بن اوس، الفا کہ بن نعمان، جبلہ بن مالک، ابو ہند بن ذر، طیب بن ذر، ہانی بن حبیب، عزیز بن مالک، مرہ بن مالک اور یزید بن قیس۔ یہ لوگ اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طیب کا نام عبداللہ اور عزیز کا نام عبدالرحمن رکھا۔ ہانی بن حبیب نے رسول اللہؐ کو ایک مشک، چند گھوڑے اور ایک ریشمی قباء جس میں سونے کے پتر لگے ہوئے تھے بطور ہدیہ نذر پیش کی۔ حضورؐ نے گھوڑوں اور قباء کو قبول فرمالیا اور مشک کو قبول نہیں فرمایا (اس میں ایک مشروب تھا) رسول اللہؐ نے یہ قباء حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو مرحمت فرمائی اور انھیں اس کے فروخت کا اختیار بھی عطا فرمادیا۔ حضرت عباس نے اس قباء کو ایک یہودی کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں فروخت کردیا۔ وفد میں شامل تمیم بن اوس نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہمارے نواح میں روم کی ایک قوم ہے جن کے دو گاؤں ہیں ایک کا نام جری اور دوسرے کا بیت عینون ہے۔ اللہ آپ کو ملک شام پر فتح عطا فرمائے تو یہ دونوں گاؤں مجھے ہبہ فرمادیجئے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا "وہ تمہارے ہی ہوں گے" جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ان کو یہ گاؤں دے دیئے انھیں ایک فرمان لکھ دیا۔ داریین کا وفد مدینہ منورہ میں عرصہ دراز تک مقیم رہا۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کے لئے ایک سو وسق (پیمانہ غلہ) کی عطائی کا فرمان جاری کیا۔

وفد خثعم

قبیلہ خثعم کے عثعث بن زحر اور انس بن مدرک کے ہمراہ چند لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ یہ لوگ جریر بن عبد اللہ کے ذو الخلصہ کو منہدم کرنے اور قبیلہ خثعم کے چند آدمیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد حاضر ہوئے اور رسول اللہؐ کے سامنے اظہار ایمان کیا۔ رسول اللہؐ نے اہل وفد کے معروضہ پر ان کے لئے ایک فرمان عطا کیا۔

وفد حضر موت

وفد کندہ کے ساتھ وفد حضر موت نے بارگاہ رسالت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ یہ لوگ بنی ولیعہ شاہان حضر موت حمدہ، مخوس و مشرح اور وابضعہ تھے یہ لوگ ایمان لے آئے۔ مخوس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ دعاء کیجئے کہ اللہ میری زبان سے میرے اس ہکلے پن کو دور فرمائے۔ حضور انورؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی اور انھیں غلہ (سالانہ) حضر موت کی پیداوار سے سرفراز کیا۔

● وائل بن حجر الحضرمی بطور وفد رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور اکرمؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی اور ان کے سر پر اپنا دست رحمت و شفقت پھیر کر انھیں نوازا۔ وائل بن حجر کی آمد کی خوشی میں ندا دی گئی ''الصلوۃ الجامعۃ'' تا کہ لوگ جمع ہو جائیں (جب کسی کام کے لئے لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہوتا تھا تو یہی ندا دی جاتی تھی) رسول اللہؐ نے وائل بن حجر کے ٹھہرانے کے لئے حکم سرفراز فرمایا۔ جب وائل

بن حجر نے اپنے وطن کی روانگی کی اجازت چاہی تو رسول اللہؐ نے انھیں ایک فرمان عطا کیا جس میں تحریر تھا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے وائل بن حجر شاہ حضر موت کے لئے ہے تم اسلام لائے جو زمین اور قلعے تمہارے قبضے میں ہیں وہ میں نے تمہارے لئے کر دیئے تم سے دس میں سے ایک حصہ لیا جائے گا جس میں صاحب عدل غور کرے گا میں نے تمہارے لئے یہ شرط کی ہے کہ تم اس میں کمی نہ کرنا جب تک دین قائم ہے اور نبی و مومنین اس کے مددگار رہیں''۔

● مخوس بن معدی، کرب بن ولیعہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس بطور وفد حاضر ہوئے۔ یہ لوگ روانہ ہوئے تو مخوس کو لقوہ ہو گیا ان میں کچھ لوگ واپس آئے اور عرض کی ''یا رسول اللہؐ! سردار عرب کو لقوہ ہو گیا'' رسول اللہؐ سے طالب دوا و دعاء ہوئے۔ حضورؐ نے انھیں جو ہدایت فرمائی اس پر عمل کیا اور اچھے ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد)

● قبیلہ تنعہ کی خاتون تہناۃ بنت کلیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک لباس بنایا اور اپنے فرزند کلیب بن اسد بن کلیب کو بلا کر کہا کہ اس لباس کو رسول اللہؐ کے پاس لے جاؤ۔ وہ اسے حضور اکرمؐ کے پاس لے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی۔ ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے اپنی قوم پر تعریض کرتے ہوئے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ اس طرح ہے۔'' رسول اللہؐ نے ہمارے دادا کے چہرے پر دست مبارک پھیرا بنی بجیر کے چہروں پر آپ نے دست مبارک نہیں پھیرا۔ چنانچہ ان لوگوں کے بوڑھے اور جوان سب برابر ہیں'' کلیب جب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ اشعار کہے (ترجمہ) ''میں برہوت سے آرہا ہوں ۔آتے ہوئے جھک جھک جاتا ہوں' میں آپ کی جناب میں حاضر ہو رہا ہوں ان سب سے بہتر جو پابرہنہ یا پوشیدہ ہیں۔ ☆ سواری مجھے ایسے میدانوں سے لا رہی ہے جہاں تالابوں کے گھاٹ بھی گرد آلود ہیں اونٹ جب تھک

جائیں تو دن کا گرد و غبار اور بڑھ جائے۔☆ اسی دشت نوردی میں دو مہینے گزر گئے کہ ندامت کے ساتھ سفر کر رہا ہوں اور اس سفر سے اللہ کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں ☆ آپ وہی نبی ہیں جن کی ہمیں خبر دی جا رہی تھی۔ ہمیں توریت نے اور پیغمبروں نے آپ کے متعلق خبر دی تھی‘‘۔

وفد ازد عمان

اہل عمان اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے علاءؓ بن حضرمی کو ان لوگوں کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو شرائع اسلام سکھائیں اور زکوۃ وصول کریں۔ ان لوگوں کا ایک وفد رسول اللہؐ کے پاس روانہ ہوا۔ اس وفد میں اسد بن بیرح الطاحی بھی تھے۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے معروضہ کیا کہ ان کے ہمراہ حضورؐ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو ان کے معاملات کا انتظام کرے۔ مخربتہ الصدی نے جن کا نام مدرک بن خوط تھا رسول اللہؐ سے عرض کی کہ آپ مجھے ان لوگوں کے پاس بھیج دیجئے کیونکہ ان کا مجھ پر ایک احسان ہے انھوں نے جنگ جنوب میں مجھے گرفتار کر لیا تھا پھر مجھ پر احسان کیا کہ رہا کر دیا۔ رسول اللہؐ نے ان کو وفد عمان کے ہمراہ عمان بھیج دیا۔

● مسلمہ بن عیاز الازدی اپنی قوم کے چند لوگوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور عرض کیا کہ ’’آپ کس کی عبادت کرتے ہیں اور کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں سے حقائق ارشاد فرمائے تو ان لوگوں نے عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ وہ ہماری بات اور الفت کو جمع کر دے۔ رسول اللہؐ نے دعاء فرمائی سلمہ اور ان کے ہمراہ آئے ہوئے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

وفد غافق

جلیحہ بن شجار بن صحار الغافقی اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہؐ! ہم لوگ اپنے قبیلہ کے ادھیڑ عمر کے لوگ ہیں، اسلام لائے ہیں، ہمارے صدقات میدانوں میں رکے ہوئے ہیں''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہارے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں، تم پر وہی امور ہیں جو مسلمانوں پر لازم ہیں''۔ عوذ بن سریر نے کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی پیروی کی۔

وفد بارق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں وفد بارق حاضر ہوا تو حضورؐ نے انھیں اسلام کی دعوت دی وہ لوگ اسلام لائے اور بیعت کی۔ رسول اللہؐ نے انھیں فرمان عطا فرمایا جس کا متن یوں ہے ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے بارق کے لئے ہے کہ نہ تو بارق سے بغیر دریافت کئے ہوئے ان کے پھل کاٹے جائیں گے نہ جاڑے یا گرمی میں ان کے وطن میں جانور چرائے جائیں گے۔ جو مسلمان چراگاہ نہ ہونے کی وجہ سے یا خودرو گھاس چرانے کے لئے ان کے پاس سے گزرے تو اس کی تین روز کی مہمانداری (ان کے ذمے) ہوگی جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھل اٹھانے کا حق ہوگا۔ جو اس کے شکم کو سیر کردیں۔ بغیر اس کے کہ وہ اپنے ہمراہ لاد کر لے جائے۔ گواہ

شد ابوعبیدہ بن الجراح وحذیفہ بن الیمانی۔بقلم ابی بن کعب''۔ (طبقات ابن سعد)

وفد شمالہ والحُدان

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں شمالہ اور حدان کے لوگ حاضر ہوئے ان کی قیادت عبداللہ بن عنس الشمالی اور مسیلمۃ بن ہزان الحدانی کررہے تھے ان لوگوں کی آمد فتح مکہ کے بعد ہوئی۔ یہ سب لوگ حاضر خدمت ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور رسول اللہؐ کے دست اقدس پر اپنی اپنی قوم کی جانب سے بیعت کی۔حضورؐ نے جوز کوۃ ان کے اموال پر مقرر فرمائی اس کے متعلق ایک فرمان ان لوگوں کو تحریراً عطا فرمایا جس کو ثابت بن قیسؓ نے لکھا اور اس پر سعدؓ بن عبادہ اور محمد بن مسلمہؓ گواہ ہوئے۔

وفد اسلم

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں قبیلہ اسلم کی ایک جماعت عمیرہ بن افصیٰ کی سرکردگی میں حاضر ہوئی اور انھوں نے عرض کیا ''ہم نے اللہ اور رسول پر ایمان لایا اور یارسول اللہ! آپ کے طریقے کی پیروی کی'' عرض کی ''یارسول اللہ! آپ اپنے یہاں ہمارا ایسا مرتبہ مقرر فرمادیجئے جس کی فضیلت عرب بھی جانیں کیونکہ ہم لوگ انصار کے بھائی ہیں اور تنگی و فراخی میں ہمارے ذمہ بھی آپ کی وفاداری اور نصرت ہے'' ان لوگوں کے معروضہ کو سماعت فرما کر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''اسلم کو خدا سالم رکھے اور غفار کی خدا مغفرت فرمائے''۔رسول اللہؐ نے اسلم اور تمام مسلم قبائل عرب کے لئے جو وہ ساحل پر رہتے ہیں

یا میدان میں ایک فرمان تحریر اًسر فراز فرمایا جس میں مواشی کے فرائض اور زکوۃ کا ذکر تھا۔اس فرمان اقدس کو ثابت بن قیس بن شماس نے لکھا اور ابو عبیدہؓ بن الجراح اور عمرؓ بن الخطاب گواہ ہوئے۔

وفد جذام

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قبل خیبر ایک صلح میں رفاعہ بن زید بن عمیر بن معبد الجذامی آئے وہ بنی الضیب کے ایک فرد تھے۔انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک غلام کو بطور ہدیہ پیش کیا اور اسلام قبول کیا۔رسول اللہؐ نے ایک فرمان عطا فرمایا۔"یہ فرمان رسول اللہؐ کی جانب سے رفاعہ بن زید کے لئے ان کی قوم اور ان کے ہمراہیوں کے نام ہے۔رفاعہ ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں جو آجائے وہ اللہ کے گواہ میں ہے جو انکار کرے اسے دو ماہ کے لئے امان ہے"اس فرمان کو پا کر قوم نے دعوت قبول کی اور اسلام لائی۔

● قبیلہ جزام میں بنی نفاثہ کے ایک شخص فردہ بن عمرو بن النافرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں فروہ نے اپنے اسلام قبول کر لینے کا حال لکھا اور حضورؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک سفید مادہ خچر بھی پیش کیا۔(بروایت لقیس بن ناقل الجذامی) فروہ روم کی جانب رومیوں سے ملے ہوئے علاقہ عرب پر عامل تھے۔ان کا مستقر معان نامی شہر تھا اور اس سے متصل شام کا علاقہ تھا۔جب اہل روم کو معلوم ہوا کہ فروہ بن عمرو نے اسلام قبول کر لیا ہے تو ان کو طلب کیا اور گرفتار کر کے قید کر لیا پھر انہیں قتل کے لئے نکالا اس موقع پر فردہ نے جو شعر کہا تھا اس کا ترجمہ یہ ہے"سردار مومنین کو میری خبر پہنچا دو اپنے رب کے لئے میری ہڈیاں بھی مطیع ہیں اور میرا مقام بھی فرمانبردار مقام ہے۔"

وفد مہرہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد مہرہ جن پر مہری بن الابیض رئیس تھے، حاضر ہوا۔ رسولؐ اللہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ یہ لوگ اسلام لائے آپ نے ان کو انعام سے سرفراز کیا اور ایک فرمان اقدس بھی عطا کیا۔ "یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے مہر بن الابیض کے لئے ان مہرہ کے متعلق ہے جو رسول اللہؐ پر ایمان لائیں۔ نہ تو یہ فنا کئے جائیں نہ برباد کئے جائیں ان پر شرائع اسلام کا قائم کرنا واجب ہے۔ جو اس حکم کو بدلے گا وہ (گویا) جنگ کرے گا اور جو اس پر ایمان لائے گا تو اس کے لئے اللہ اور رسول کی ذمہ داری ہے گری پڑی چیز (مالک کو) پہنچانا ہوگا مواشی کو سیراب کرنا ہوگا میل کچیل برائی ہے بے حیائی نافرمانی ہے"۔ بقلم محمد بن مسلمہؓ۔

● قبیلہ مہرہ کے ایک شخص جن کا نام زہیر بن قرضم تھا اور جو الشحر سے تعلق رکھتے تھے وہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے ان پر کرم خاص فرمایا جب واپس ہونے کے لئے اجازت چاہی تو حضورؐ نے ان کے لئے سواری مرحمت فرمائی اور انھیں ایک فرمان عطا فرمایا جو عرصہ دراز تک ان کے خاندان والوں کے پاس محفوظ رہا۔ (طبقات ابن سعد)

وفد حمیر

مالک بن مرارۃ الرہادی قاصد شاہان حمیر ان لوگوں کے خطوط اور خبر اسلام لے کر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ رمضان ۹ ھ میں حاضری کا شرف پانے والے مالک بن مرارہ کو خاص مدارات وتواضع کے ساتھ حضرت بلالؓ نے ٹھہرایا۔ رسول اللہؐ نے حارث بن عبد الکلال، نعیم بن عبد الکلال ونعمان سرداران ذی رعین ومعافر وہمدان کے نام فرمان اقدس عطا فرمایا۔

"اما بعد میں اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں، تمہارے قاصد ملک روم سے واپسی کے وقت ہمارے پاس پہنچے انھوں نے تمہارا پیام اور تمہارے یہاں کی خبریں ہمیں پہنچائیں تمہارے اسلام اور قتل مشرکین کی خبر دی پس اللہ تبارک وتعالی نے تمھیں اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے بشرطیکہ تم لوگ نیکی کرو اللہ ورسول اللہؐ کی اطاعت کرو نماز کو قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، اور غنیمت میں سے اللہ کا خمس اس کے نبی کا خمس اور منتخب حصہ جو صدقہ وزکوۃ مومنین پر فرض کیا گیا ہے ادا کرو"۔

وفد جیشان

ابو وہب جیشانی اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے چند سوالات کے جواب میں سنا کہ "ہر نشہ والی چیز حرام ہے"۔

وفد کعب بن زہیر

یہ عرب کے مشہور شاعر زہیر کا بیٹا تھا۔ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب حضور انورؐ طائف سے مراجعت فرما ہوئے بجیر بن زہیر نے جو کعب کے بھائی تھے۔ کعب کو ایک خط اس مضمون کا لکھ بھیجا

کہ رسول اللہؐ کی شان اقدس میں ہجو کرنے والوں کی خیر نہیں ایسے کئی لوگ کیفر کردار کو پہنچا دیئے گئے۔ قریش کے جو شاعر ابن الزبعری وغیرہ بچ گئے ہیں وہ بھاگ گئے ہیں اگر تجھے اپنی زندگی کی ضرورت ہے تو اڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پہنچ جا کیونکہ رسول اللہؐ کا معمول شریف ہے کہ جو شخص بھی تائب ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے وہ معاف کر دیا جاتا ہے، قتل نہیں کیا جاتا اور گر تو اس بات پر آمادہ نہیں کہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہو تو اب تیرے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ تو ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے پناہ مل سکے۔ بجیر بن زہیر قبل ازیں مشرف بہ ایمان ہو چکے تھے اور وہ مدینہ منورہ میں سرکار دوعالمؐ کی بارگاہ اقدس میں ہمہ وقت حاضری کی سعادت رکھتے تھے۔ لیکن ان کے بھائی کعب بن زہیر تا حال اپنے قدیم مذہب اور آباؤ اجداد کے عقیدہ پر قائم تھے۔ قبل ازیں کعب بن زہیر نے بحر بن زہیر کو ایک خط لکھا تھا کہ تم اسلام ترک کر کے اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ آؤ جس کے جواب میں بجیر بن زہیرؓ نے یہ خط لکھا اور اس میں چند اشعار بھی لکھے اور سمجھایا کہ اسلام قبول کر لو حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ یہی ایک صورت سلامتی کی باقی رہ گئی ہے۔

جب کعب بن زہیر نے اپنے بھائی بجیر بن زہیرؓ کا خط پڑھا تو اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی وہ بے حد پریشان ہو گیا اپنی موت کے خیال سے وہ لرزہ براندام ہو گیا جب اس نے کہیں جائے فرار نہ پائی اور اسے اپنے بچنے کی کوئی امید نظر نہ آئی تو اس نے تائب ہونے کا فیصلہ کر لیا اور محبوب کردگار محمدؐ کی شان اقدس میں ایک معرکتہ الآرا قصیدہ لکھا۔ اس میں اس نے حضورؐ کی مدح کی نیز اس بات کا ذکر کیا کہ کئی چغل خور غلط باتیں میرے بارے میں حضورؐ کو بتا رہے ہیں جن کی بناء پر میں بہت ہراساں ہوں۔ قصیدہ لکھ کر کعب بن زہیر مدینہ منورہ آئے اور اپنے ایک واقف کار کے پاس جو قبیلہ جہینہ سے تھے رات میں قیام کیا۔ صبح اپنے دوست کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضری دی اور نماز فجر کے بعد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جا کر حضور اقدسؐ سے اپنے لئے امان طلب کی اور عرض کیا کہ "کعب بن زہیر آیا ہے تا کہ حضور سے امان طلب کرے اپنی گزشتہ غلطیوں پر توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے۔ اگر میں ان کو حضور کی خدمت میں حاضر کروں تو کیا اس کی توبہ قبول فرمائیں گے" حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں" کعب بن زہیر کی مسرت کی انتہاء نہ رہی اس نے مشرف بہ ایمان ہو کر حضور اقدسؐ کی شان اقدس میں اپنے لکھے ہوئے قصیدہ کو جسے قصیدہ بانت سعاد سے شہرت ہے سنانے کی سعادت حاصل کی۔ جب کعب بن زہیر نے یہ دو شعر سنائے (ترجمہ) بے شک رسول اللہؐ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے حضور اللہ کی تلوارں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھے (وعید) دی ہے لیکن اللہ کے رسول سے عفو و درگزر کی امید کی جا سکتی ہے" ان اشعار کو سماعت فرما کر حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا "اسے غور سے سنو" علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ رسول اللہؐ نے انھیں اپنی چادر مبارک اتار کر عطا فرمائی۔ یہ وہی چادر ہے جو تاج پوشی کے وقت خلفاء (بنی عباس) کو اوڑھائی جاتی تھی۔

وفد السباع

مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہؐ مدینہ منورہ اپنے صحابہ کے ساتھ رونق افروز تھے تو ایک بھیڑیا خدمت میں حاضر ہو کر کھڑا ہو گیا اور آواز کرنے لگا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ درندوں کا قاصد ہے جو تمہارے پاس آیا ہے اگر تم لوگ اس کا کوئی حصہ مقرر کر دو تو اس کے علاوہ کسی چیز پر نہ بڑھے گا اور اگر تم اس کو چھوڑ دو اور اس سے بچو تو وہ جو کچھ لے لے گا اس کا رزق ہو گا۔

اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ہم تو اس کے لئے کسی چیز پر بھی راضی نہیں۔ نبی اکرمؐ نے اس کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس سے جلدی چلا جا وہ پلٹ گیا۔ دیکھا تو بھاگ رہا تھا۔

(طبقات ابن سعد)

سنہ ۱۰ھ کے واقعات

۱۰ھ میں رسول اللہؐ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات شریف کا واقعہ ہوا۔ اس واقعہ کے باعث آقائے دو جہاںؐ کے چشمان اقدس سے آنسو رواں تھے جنھیں دیکھ کر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کیا ”جب لوگ حضور کو اشکبار دیکھیں گے تو وہ بھی رونا شروع کر دیں گے۔“ تب رسول اللہؐ نے فرمایا ”یہ آنسو رحمت کی نشانی ہیں اور جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا“ فرمایا ”میں نے لوگوں کو بین کرنے سے منع کیا یا متوفی کی ایسی خوبیاں بیان کرنے سے روکا ہے جو اس میں نہیں تھیں“ پھر فرمایا ”ہم ابراہیم کی وفات پر غمگین ہیں آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں دل مغموم ہے اس کے باوجود ہم اپنی زبان سے ایسی کوئی بات نہیں نکالتے جو ہمارے رب کی ناراضگی کا باعث ہو“ حضرت ابراہیم بن رسول مقبولؐ کی وفات عالم شیر خوارگی میں ہوئی اس وقت ان کی عمر شریف بروایت راجح ۱۶ مہینے تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ”ابراہیم اپنی شیر خوارگی کے بقیہ ایام جنت میں گزارے گا“ حضور انورؐ نے اپنے جگر گوشہ لخت دل حضرت ابراہیمؓ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کرنے کا حکم فرمایا ان پر خود نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیرات پڑھیں اور جب ان کو دفن کر دیا گیا تو پھر ایک مشک پانی قبر پر چھڑکا۔ یہ پہلی قبر شریف ہے جس پر پانی چھڑکا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ قبر شریف

حضرت ابراہیمؓ کے ایک حصہ پر مٹی جمع ہوگئی ہے تو خود آقائے دو جہاںؐ نے اپنے دست مبارک سے مٹی کے اس ڈھیر کو برابر فرما دیا اور ارشاد فرمایا ''تم میں سے جب کوئی آدمی کام کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کام کو بڑی عمدگی کے ساتھ کرے'' حضرت ابرہیمؓ فرزند رسول مقبولؐ کی وفات شریف کے دن سورج گرہن لگ گیا تھا۔ لوگوں نے اسے حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے سبب بتانا شروع کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں جو حق تعالی کی قدرت کی علامات ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ساعت میں ان دونوں کی چمک دمک اور نورانیت کو (جن سے روئے زمین روشن ہوتی ہے) سلب کر کے تاریک وسیاہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ قادر ہے کہ آدمیوں سے ان کے ایمان وعلم کے نور کو سلب کر لے اور انھیں تاریک کر دے۔ کسی کی موت وحیات کا اس میں دخل نہیں ہے۔ پھر جب دیکھو کہ گہنا گئے ہیں تو اللہ کو یاد کرو، صدقہ وخیرات کرو اور غلاموں کو آزاد کرو''۔ روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہؐ کی وفات شریف دسویں محرم یا دسویں ربیع الاول کو ہوئی۔ (مدارج النبوۃ)

● ۱۰ھ میں رسول اللہؐ نے حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کے لوگوں کو دین حق اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے یمن کی طرف روانہ فرمایا مگر دونوں کو ایک جگہ نہیں بھیجا گیا بلکہ حضرت ابوموسی اشعریؓ کو یمن کی مشرقی سمت اور حضرت معاذؓ کو مغرب کی سمت یعنی عدن اور جند کے اطراف واکناف میں تعلیم وتعلم کے لئے روانہ فرمایا۔

حضرت خالدؓ کی بنو حارث کی طرف روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاول یا جمادی الاولی سنہ ۱۰ ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو الحارث بن کعب کے پاس نجران روانہ فرمایا اور ہدایت فرمائی بنو الحارث بن کعب کے ساتھ قتال سے پیشتر تین دن تک اسلام کی دعوت دینا اگر وہ قبول کرلیں تو تم بھی مان لینا اور اگر وہ تمہاری دعوت پر لبیک نہ کہیں تو ان سے مقاتلہ کرنا۔ حضرت خالد بن ولید نے تعمیل حکم میں رخت سفر باندھا اور وہاں پہنچ گئے اور اپنے سواروں کو ہر طرف دوڑا دیا جو اسلام کی دعوت دینے لگے۔ وہ لوگ کہتے تھے "لوگو! اسلام لاؤ مامون ہو جاؤ گے"۔ لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور جس طرف انھیں دعوت دی گئی تھی ادھر سے وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ ان لوگوں کے درمیان مقیم ہو گئے اور انھیں اسلام اور کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہے اور رسول اللہؐ کا یہی حکم تھا کہ اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو ان سے جنگ وجدال نہ کی جائے اور انھیں تعلیم دین دی جائے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں ایک مکتوب بھیجا جو اس طرح تھا "خالد بن ولید کی جانب سے السلام علیکم ورحمت اللہ برکاتہ۔ میں آپ کے سامنے اس خدائے واحد کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے سواء کوئی ہستی قابل پرستش نہیں۔ اما بعد یا رسول اللہؐ! اللہ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں آپ نے مجھے بنو الحارث کی طرف بھیجا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ جب میں ان کے پاس پہنچوں تو تین روز تک ان سے جنگ نہ کروں اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دیتا رہوں اگر وہ اسلام لے آئیں تو میں ان میں قیام کروں ان کا اسلام قبول کرلوں اور اسلام کی تعلیمات' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سکھاؤں

اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان سے جنگ کروں۔ میں یہاں آیا تین دن تک اسلام کی دعوت دی جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا اور ان میں سوار بھیجے جو یہ آواز لگاتے تھے کہ بنو الحارث! اسلام لے آؤ مامون ہو جاؤں گے پس وہ اسلام لے آئے اور جنگ ومقابلہ نہیں ہوا اور اب میں ان کے درمیان مقیم ہوں۔ وہی حکم دیتا ہوں جس کا حکم انھیں اللہ دیتا ہو اور انھیں چیزوں سے روکتا اور منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالی ے روکا اور منع کیا ہے اور میں انھیں اسلام اور سنت نبویؐ کی تعلیم تادم تحریر دے رہا ہوں۔ والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے مکتوب کے جواب میں انھیں اس والا نامہ سے سرفراز فرمایا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' محمد رسول اللہؐ کی جانب سے خالد بن ولید کے نام۔ السلام علیکم میں تمہارے سامنے اس خدائے واحد کی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے سواء کوئی ہستی قابل عبادت نہیں۔

امابعد! تمہارا مکتوب قاصد کے ہاتھ میرے پاس پہنچا تم مجھے خبر دیتے ہو کہ بنو الحارث بن کعب نے قبل اس کے کہ تم ان سے جنگ کرو اسلام قبول کرلیا ہے اور تم نے انھیں جو اسلام کی دعوت دی تھی اس پر انھوں نے لبیک کہی ہے اور اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ خدائے واحد کے سواء اور کوئی ہستی قابل عبادت نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالی نے انھیں ہدایت کا راستہ دکھایا ہے۔ پس انھیں خوشخبری پہنچاؤ اور ڈراؤ (گناہوں کے نتائج سے) اب تم واپس آجاؤ اور تمہارے ساتھ بنو حارث بن کعب کا وفد بھی آنا چاہئیے۔ والسلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ''۔

حضرت خالد بن ولیدؓ والا نامہ ملنے کے بعد وہاں سے چل کر رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں واپس حاضر ہو گئے ان کے ساتھ بنو حارث بن کعب کا وفد بھی حاضر ہوا۔ اس وفد میں قیس بن حصین ذو الغصنہ' یزید بن عبد المدان' یزید بن محجل' عبد اللہ بن قراد زیادی' شداد بن عبد اللہ قنانی اور عمرو بن ضبابی

شامل تھے۔ جب بنوالحارث کے لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھ کر ارشاد فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے آدمیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا "یارسول اللہ! یہ لوگ بنوالحارث بن کعب ہیں" پھر یہ لوگ رسول اللہؐ کے قریب آئے اور آپ کو سلام کیا اور اقرار ایمان کیا کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خدائے واحد کے سواء کوئی معبود نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سواء کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا "تم وہ لوگ ہوں جنھیں جب للکارا جاتا تو پیش قدمی کر کے جراءت سے مقابلہ کرتے"۔ یزید بن عبدالمدان نے عرض کیا "ہاں یارسول اللہ! ہم وہ ہیں جنھیں اگر للکارا جاتا تو پیش قدمی کر کے جراءت سے مقابلہ کرتے"۔ پھر رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا "جاہلیت کے دور میں جو لوگ تم سے جنگ کرتے تھے ان پر تم غلبہ کیوں کر حاصل کر لیتے تھے" انھوں نے جواب میں عرض کیا "یارسول اللہ! ہم لوگ متحد ہو جاتے تھے اور ہم میں تفرقہ بالکل نہ ہوتا تھا اور ہم کسی پر ظلم کرنے میں پہل نہیں کرتے تھے"۔ حضورؐ نے فرمایا "تم نے سچ کہا ہے" اور رسول اللہؐ نے بنوالحارث بن کعب پر قیس بن حصن کو امیر مقرر فرمایا اس کے بعد یہ وفد اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گیا۔

اس وفد کے واپس جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو بنوالحارث بن کعب کی طرف بھیج دیا تھا۔ تاکہ وہاں جا کر ان میں دین کا فہم پیدا کریں اور انھیں سنت رسول اللہؐ اور اسلامیات کی تعلیم دیں و نیز صدقات وصول کرنے کا انتظام کریں۔ رسول اللہؐ نے عمرو بن حزم کے لئے یہ تحریری فرمان عطا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے وضاحت ہے "یایھا الذین اٰمنوا

فوبالعقود'' (اے ایمان والوں اپنے عہدوں کو پورا کرو) محمد النبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عمرو بن حزم کا اس وقت کا عہد جب انھیں یمن بھیجا گیا رسول اللہؐ نے تمام معاملات میں انھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ''اللہ تعالی ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو احسان کرنے والے ہیں''۔ اور ہدایت فرمائی کہ حق وصول کر کے رہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور یہ کہ لوگوں کو خیر وفلاح کی خوش خبری پہنچائیں بھلائی کرنے کا انھیں حکم دیں لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان میں قرآن کا فہم اور تفقہ پیدا کریں بتائیں کہ قرآن کو بجز اس شخص کے جو پاک وصاف ہو کوئی نہ چھوئے اور لوگوں کے جو حقوق اور واجبات ہیں ان سے سب کو باخبر کر دیں اور حق کے معاملہ میں لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں۔ ظلم وناانصافی کے معاملے میں ان پر سختی کریں اس لئے کہ اللہ تعالی ظلم کو ناپسند کرتا ہے۔ اور ان سے نہی فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ''ظلم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' اور لوگوں کو جنت اور جنت کے اعمال کی بشارت دیں اور دوزخ اور دوزخ کے اعمال سے ڈرائیں اپنے آپ سے مانوس کریں تا کہ ان میں دین کا فہم پیدا کیا جا سکے۔ اور حج کے شعائر سنن اور واجبات اور فرائض بتائیں حج اکبر حج ہے اور عمرہ حج اصغر ہے اور لوگوں کو منع کریں کہ ان میں کوئی شخص صرف ایک چھوٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔ کپڑا ایسا ہونا ضروری ہے جس کے دونوں کنارے دونوں کاندھوں پر آجائیں اور لوگوں کو منع کریں کہ ایسا کپڑا کمر میں باندھ رکھا ہو پھر اس طرح بیٹھیں کہ نہ بے پردگی ہو۔ اس سے منع کریں کہ کوئی اپنے بالوں کی نیڑھی گدی پر باندھے اور جب لوگوں میں جوش اور ہیجان ہو تو قبیلوں اور گروہوں کے نام لے کر نہ بلائیں صرف اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ کا نام لیں۔ پس جو لوگ اللہ کی طرف دعوت نہ دیں اور قبائل اور گروہوں کی طرف دعوت دیں تو انھیں تلواروں سے کاٹ دینا چاہیئے تا آنکہ ان کی دعوت صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے ہو جائے اور لوگوں کو وضو میں چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو اور ٹخنوں تک پاؤں کو پورے پورے دھونے کی ہدایت کریں اور سروں کا

مسح کریں جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور یہ صبح کی نماز اندھیرے میں ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھیں اور نماز عصر اس وقت پڑھیں جب سورج زمین کی طرف جا رہا ہوں اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھیں جب رات شروع ہو۔ اسے اتنی تاخیر سے نہ پڑھا جائے کہ آسمان پر ستارے ظاہر ہو جائیں اور نماز عشاء اول شب میں پڑھیں اور نماز جمعہ جب اذان ہو اور جمعہ کے لئے جاتے وقت غسل کیا جائے۔ حکم دیا کہ اموال غنیمت میں سے اللہ کا خمس لے لیا کریں۔ اور زمینوں کی پیداوار کا صدقہ وصول کریں جو مومنین پر فرض ہے یعنی جن زمینوں کو بارش اور چشمے نے سیراب کیا ہو ان کی پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) اور جن زمینوں کو اپنی محنت سے سینچا گیا ہو ان کی پیداوار کا نصف عشر (بیسواں حصہ) لے لیا کریں اور (اونٹوں کو زکواۃ اس اصول پر وصول کی جائے کہ) ہر دس اونٹ میں دو بکریاں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں گایوں کی زکوۃ اس اصول پر وصول کی جائے کہ ہر چالیس گایوں میں ایک گائے اور ہر تیس گایوں میں ایک تبیع، جذع یا جذعہ اور ہر چالیس بکریوں میں جو چرنے والی ہوں نہ کہ گھر پر کھڑی ہو کر کھانے والی ہو ں ایک بکری (وصول کی جائے) اللہ تعالی نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کیا ہے جو اس سے زیادہ دے گا اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اور جو یہودی اور نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دین اسلام کو اپنا دین بنا لیا وہ مومنین میں شمار کے حقوق ہیں اور اس پر وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں کے حقوق ہیں اور اس پر وہی واجبات ہوں گے تو مومنوں پر ہوں گے اور جو اپنی یہودیت اور نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اپنے اس یہودیت یا نصرانیت سے پھیرا نہ جائے گا لیکن اس حالت میں خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اس سے پورا ایک دینار لیا جائے گا یا اس کے عوض کپڑے لئے جائیں گے۔ پس جو یہودی یا نصرانی اس کی ادائی کرتا رہے گا اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہوگا۔ اور جو اس کی ادائی سے انکار کرے گا اسے اللہ اور اس کے رسول کا تمام مومنوں کا دشمن سمجھا جائے گا۔" (ابن ہشام، طبقات)

حجۃ الوادع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں چار عمرے ادا کئے ان میں سے تین ماہ ذی قعدہ میں ایک حجۃ الوادع کے ساتھ ماہ ذی الحجہ میں ادا فرمایا (امام احمد، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن سعد بہ روایت حضرت انسؓ) اس ضمن میں پہلا عمرہ اس طرح کہ حدیبیہ میں حضور جب پہنچے تو کافروں نے رکاوٹ ڈال دی اس لئے یہ عمرہ مکمل نہ ہو سکا۔ آئندہ سال عمرۃ القضاء یہ بھی ذی قعدہ میں اور جعرانہ کے مقام پر اموال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد جو عمرہ حضورؐ نے کیا وہ بھی ذی قعدہ میں تھا البتہ جو عمرہ حضور علیہ والصوۃ والسلام نے حجۃ الوادع کے ساتھ کیا وہ ماہ ذی الحجہ میں تھا۔ (ضیاء النبی) ہجرت سے قبل حضور اکرمؐ نے کتنے حج کئے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بہر حال یہ سب کے نزدیک مسلم میں ہے کہ ہجرت کے بعد حضورؐ نے ایک ہی حج کیا۔ جب ذی قعدہ کا مہینہ آیا تو رسول اللہؐ نے حج کا سامان تیار کرنا شروع کیا اور لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ حج کی تیاری کریں۔ چنانچہ تمام اسلامی آبادیوں میں یہ اعلان کرایا گیا۔ مسلمانوں کے لئے اس سے بڑی اور کیا نعمت عظمیٰ ہو سکتی تھی کہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ سعادت ادائے حج حاصل کریں اس کا سب سے عظیم الشان فائدہ یہ تھا کہ لوگ رسول کریمؐ کو فریضہ حج ادا کرتے ہوئے دیکھیں اور ان کو حج ادا کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے۔ اس لئے اس حج کو کئی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حجۃ الوادع، حجۃ التمام، حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام رسول اللہؐ نے کئی بار اس بات کا اشارہ فرمایا تھا کہ شاید اس مقام پر یہ میری تم سے آخری ملاقات ہے۔ حضورؐ اپنی ساری امت کو چند اہم ارشادات عالیہ سے نوازنا چاہتے تھے اسی لئے ہر جگہ اس بات کی اطلاع کروادی گئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم کے سفر حج کی اطلاع ملتے ہی ہر جگہ سے ہزاروں طالبان حق تعالی وعاشقان حبیب کبریاؐ نے اس حج کی تیاریاں شروع کردیں۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ۲۵ رذی قعدہ سنہ ۱۰ ھ کو حج کے لئے مدینہ منورہ سے آغاز سفر فرمایا۔ مسجد نبوی شریف میں نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد سوئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ (ابن ہشام)

تمام ازواج مطہراتؓ کو ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ شہزادی کونین خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ فریضہ حج کی ادائیگی کی سعادت ملی۔ علاوہ ازیں کاشانہ نبوت کے دیگر خدام خاص بھی ساتھ ہوئے صحابہ کرام کی اکثریت کو شرف ہمرکابی ملا۔

اس سفر پر روانگی سے قبل حضور اقدس ﷺ نے غسل فرمایا۔ جب یہ قافلہ ذوالحلیفہ پہنچا تو سب کو رک جانے کا حکم ملا۔ سب ٹھہر گئے۔ بر بناء سفر نماز عصر کی قصر ادا کی گئی۔ اس رات ذوالحلیفہ ہی میں قیام فرمایا گیا۔ مغرب، عشاء اور دوسرے دن کی نماز فجر یہیں ادا ہوئی۔ ذوالحلیفہ ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً نو کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے یہ اہل مدین کے لئے میقات ہے یہیں سے احرام باندھ کر آگے بڑھنا لازم ہے۔ ذوالحلیفہ میں نماز ظہر سے پہلے رسول اللہؐ نے احرام کے لے غسل فرمایا سر مبارک میں تیل لگایا اور موے مبارکہ میں کنگھی فرمائی، خوشبو لگائی، پھر دو چادریں احرام کی باندھیں پھر دو رکعت نماز ظہر (قصر) ادا کی اس کے بعد حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ رسول اللہؐ نے جب تلبیہ کہا تو ہم رکابی کا شرف پانے والے کثیر صحابہ کرام کلمات تلبیہ کو دہرا رہے تھے اور ان کی آوازوں سے سارا ماحول تلبیہ کی ایمان افروز صداؤں سے گونج رہا تھا۔

احرام باندھنے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ناقۂ مبارک قصویٰ پر سواری فرمائی اور پھر تلبیہ کہا۔ اسی طرح جب ناقۂ مبارکہ کھلے میدان میں آئی تو حضورؐ نے تلبیہ کے الفاظ دہرائے۔ تمام ازواج

مطہراتؓ اورشہزادی کونینؑ علیحدہ علیحدہ ہودجوں میں سوارتھیں ۔عازمین حج کے سروں کا ٹھاٹیں مارتا سمندراپنے آقاومولیٰؐ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں تھا۔نمازوں کے وقت توقف کیا جاتا اور پھر یہ مبارک سفر جاری رہتا۔راستہ میں عرج،ابواء،وادی عسفان اورسرف وغیرہ مقامات ملے آخرکار آٹھ دن کے اس روح پرورسفر کے بعد یہ نورانی قافلہ مکہ مکرمہ کے قریب اس وقت پہنچا جب کہ آفتاب غروب کے قریب تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں توقف فرمایا وہ مقام ذی طویٰ تھا یہیں رات میں قیام کاارادہ فرمایا۔یہاں شب بسری کے ارادہ کا سبب سفر کی تھکان کو دور کرنا تھا تا کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت تازہ دم ہوجائیں اوررب کریم کے بیت اللہ شریف کی زیارت پورے ذوق وشوق کے ساتھ ہو۔صبح نماز فجر ذی طویٰ میں ادا کی گئی پھر رسول اللہؐ نے غسل فرمایا اور بعدازاں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ''رسول اللہؐ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے انھوں نے عمرہ کرکے احرام کھول دیا۔جس دن رسول اللہؐ مکہ مکرمہ پہنچے وہ دن یکشنبہ تھا اور ۴ ذی الحجہ ۱۰ھ تھی۔مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک مقدس سفر حج کے دوران راستہ میں آٹھ راتیں گزریں۔

مکہ مکرمہ میں ورود مسعود

یکشنبہ ۴/ ذی الحجہ ۱۰ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے ساتھ مسجد حرام پہنچے۔ کعبہ معظّمہ کو دیکھ کر یوں دعاء کی "اللھم انت السلام و منك السلام حیّنا ربنا بالسلام اللھم زد ھذا لبیت تشریفا و تعظیما و مھابۃ و براً و زد من شرفہ و کرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا و تکریما و تعظیما و برا (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی سلام ہے تجھی میں سلامتی ہے اے ہمارے رب! ہمیں سلامتی سے زندہ رکھ۔ اے اللہ! اس گھر کے شرف اور عزت اور اور رعب کو روز افزوں فرما اور اس کا حج یا عمرہ کرنے والوں میں جو اس کی عزت و عظمت کرتے ہیں ان کے مرتبہ وعزت اور خیر و صلاحیت میں دن دونی ترقی عطا فرما۔

مسجد حرام پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل نماز ادا کی اس طرح کہ کعبہ شریف اور حضور اطہرؐ کے درمیان مصلیٰ تھا، سعی کی جگہ سعی کی اور سعی کرنے کے بعد حضور علیہ السلام نے احرام نہیں کھولا کیونکہ حضورؐ نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا اور حضور علیہ السلام نے اس لئے ایسا کیا کہ آپ اپنے ساتھ ہدی (قربانی) کے جانور لائے تھے البتہ حضورؐ نے ان تمام لوگوں کو جو ہدی کے جانور ساتھ نہ لائے تھے احرام کھول دینے کا حکم فرمایا۔ طواف اور سعی سے فراغت کے بعد حضورؐ نے بالائی مکہ حجون کے پاس قیام فرمایا۔

آٹھ ذی الحجہ ترویہ کے روز رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں ۹/ ذی الحجہ کی صبح تک قیام فرمایا۔ جن لوگوں نے عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام کھول دیا تھا ۸ ذی الحجہ کو حج

کے لئے احرام باندھا اور حضور علیہ السلام کے ساتھ منیٰ گئے اور ۸ تاریخ ظہر سے عشاء تک نمازیں وہیں پڑھیں اور ۹ تاریخ کی فجر کی نماز بھی منی میں ادا کی۔ ۹ ر ذی الحجہ کو آفتاب طلوع ہو گیا اور ہر طرف روشنی پھیل گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ حضورؐ کے ساتھ امہات المومنینؓ، شہزادی کونینؓ اور دیگر متعلقین و نیز جملہ صحابہ کرام عرفہ پہنچے۔ صحابہ میں سے بعض تلبیہ اور بعض تکبیر کہہ رہے تھے۔ مسجد نمرہ کے پاس رسول اللہؐ کے لئے خیمہ خاص نصب کیا گیا تھا۔ حضورؐ نے وہیں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو حضورؐ کے حکم پر قصویٰ (سرکار دو عالمؐ کی ناقۂ مبارکہ) پر کجاوہ کسا گیا حضورؐ اس پر راکب ہوئے اور بطن وادی میں رونق افروز ہوئے۔ اس وقت حضورؐ کے اطراف ایک لاکھ چوبیس ہزار یا بروایت دیگر ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام کے سروں کا سمندر ٹھاٹیں مار رہا تھا۔ رسول اللہؐ نے ان تمام سے خطاب فرمایا اور وہ عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جو دین حق اسلام کی اساسی تعلیمات پر مشتمل اور تاریخ ساز حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں نوع انسانی کے حقوق کو واضح فرمایا گیا۔

حضرت علیؓ کی آمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کو نجران بھیجا تھا پھر وہ (واپس ہو کر) بہ مقام مکہ مکرمہ حضورؐ سے اس حالت میں ملے کہ احرام باندھے ہوئے تھے۔ جب حضرت علیؓ اپنی زوجہ محترمہ شہزادیٔ کونین خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول مقبولؐ کے خیمہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ شہزادی کونین نے احرام سے نکل کر عام لباس میں ہیں تو پوچھا ''اے رسول اللہ کی صاحبزادی! آپ کو کیا ہوا''۔ حضرت سید فاطمہؓ نے فرمایا ''ہم عورتوں کو رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ عمرہ کرکے احرام کھول دیں'' اس کے بعد حضرت علیؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے سفر کا حال بتا چکے تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''جا کر بیت اللہ کا طواف کرو اور اسی طرح احرام کھول دو جس طرح تمہارے ساتھیوں نے کھول دیا ہے''۔ حضرت علیؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہؐ! میں نے ویسا ہی احرام باندھا ہے جیسا کہ آپ نے باندھا ہے'' حضور علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ ''واپس جاؤ اور اسی طرح احرام کھول دو جس طرح تمہارے ساتھی کھول چکے ہیں'' حضرت علیؓ نے عرض کی ''جس وقت میں نے احرام باندھا تھا اس وقت نیت کرتے ہوئے کہا تھا ''اے اللہ! میں وہ احرام باندھتا ہوں جو تیرے نبی اور تیرے بندے اور تیرے رسول محمدؐ نے باندھا ہے' رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا ''کیا تم تمہارے ساتھ کوئی قربانی کا جانور ہے''۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا ''نہیں'' پھر رسول اللہؐ نے انھیں (اپنے جانوروں میں سے عطا کر کے) اپنے ساتھ شریک کر لیا اور حضرت علیؓ رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ اپنا احرام باندھے رہے یہاں تک کہ دونوں حج سے فارغ ہو گئے اور رسول اللہؐ نے دونوں کی طرف سے جانور قربان کئے۔ (ابن ہشام ج ۲)

خطبہ حجۃ الوداع

رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا ''اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت وحرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے، جس طرح تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے، جس طرح تمہارا شہر حرمت والا ہے۔ بے شک تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ سنو! اللہ کا پیغام میں نے پہنچا دیا اور جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچادے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لئے اصل زر ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ اللہ تعالی نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا (سود) کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا ربا ہے۔ یہ سب کا سب معاف ہے زمانہ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور ہذیل قبیلہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا اس لئے تم ان چھوٹے چھوٹے کاموں سے ہوشیار رہنا''۔

فرمایا کہ ''جس روز اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب) ان مہینوں میں

جنگ و جدال جائز نہیں (کفار اپنے اغراض کے پیش نظر ان مہینوں میں رد و بدل کرلیا کرتے تھے) ۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو، میں تمھیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے زیر دست ہیں ۔ وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں ۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں ۔'' فرمایا'' اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو پھر اللہ تعالی نے تمھیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کردو ۔ اور انھیں بطور سزا تم مار سکتے ہو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو اور اگر وہ باز آئیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورونوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو'' ۔

''اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو' بے شک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے اور میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے اللہ تعالی کی کتاب (قرآن حکیم) اور اس کے نبی کی سنت ۔ اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمھیں یہ چیز معلوم ہونی چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لے پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا ۔ جان لو! کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد و عناد نہیں کرتے کسی عمل کو صرف اللہ تعالی کی رضا کے لئے کرنا ۔ حاکم وقت کو از راہ خیر خواہی نصیحت کرنا ۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا ۔ اور بے شک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو ان کے علاوہ ہیں ۔ جس کی نیت طلب دنیا ہو، اللہ تعالی اس کے فقر و افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں

کر دتیا ہے اوراس کے پیشے کی آمدنی منتشر ہوجاتی ہے اورنہیں حاصل ہوتا اس کو اس سے مگر اتنا جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اوراس کا پیشہ اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور دنیا اس کے پاس اپنی ناک گھسیٹ کر آتی ہے''۔

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔ بسا اوقات وہ آدمی جو فقہ کے کسی مسئلہ کا جاننے والا ہے وہ خود فقیہ نہیں ہوتا اور بعض وقت حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ تمہارے غلام، تمہارے غلام! جو تم خود کھاتے ہو ان سے ان کو کھلاؤ، جو خود تم پہنتے ہو ان سے ان کو پہناؤ، اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہوجائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کردو، اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو''۔

''میں پڑوسی کے بارے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں (یہ جملہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار دوہرایا) اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے۔ بیٹا بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کے لئے پتھر۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ نہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال۔ جو چیز کسی سے مانگ کرلو اسے واپس کرو۔ عطیہ ضرور واپس ہونا چاہیئے اور قرضہ لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہیئے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے''۔

''تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟'' سب نے کہا ''ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا، اس کو ادا کیا اور خلوص کی حد کردی''۔

(ضیاالنبیؐ ج ۴ بحوالہ سبل الھدیٰ جلد ۸)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا ''اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا''۔

رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں اس جلیل القدر خطبہ اقدس کے بعد حضرت بلال ؓ کو طلب فرمایا اور اذان کا حکم دیا۔ انھوں نے اذان دی پھر اقامت کہی۔ حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ و التسلیم نے ظہر کی نماز کی دو رکعتیں ادا کی۔ پھر حضرت بلال ؓ نے اقامت کہی اور حضورؐ نے عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اس روز یوم الجمعہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر موقف پر تشریف لائے اور غروب آفتاب تک یہ سارا وقت بڑے عجز و نیاز سے بارگاہ الٰہی میں مصروف دعاء رہے۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے (ترجمہ) ''اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں اس طرح جس طرح ہم تیری حمد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہتر۔ اے اللہ! میری نمازیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت صرف تیرے لئے ہے، میرا لوٹنا بھی تیری جناب میں ہے اور میراث تیرے حوالے ہے۔ اے اللہ! میں عذاب قبر سے، سینہ میں پیدا ہونے والے وسوسوں اور کسی مقصد کے منتشر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا سبب ہوا ہو اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو رات میں داخل ہو اور ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو دن میں داخل ہو نیز زمانہ کی تباہ کاریوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں''۔ اس سلسلہ میں مزید دعائیں بھی مروی ہیں۔ (ایضاً)

خطبہ حجۃ الوداع کے بعد نماز سے فارغ ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر موقف پر تشریف لائے اور غروب آفتاب تک یہ سارا وقت بڑے عجز و نیاز سے بارگاہ الٰہی میں مصروف دعاء رہے۔ اسی مقام پر آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں دین کے مکمل ہونے اور نعمتوں کے اتمام پذیر ہونے کا مژدہ جاں

فرزا سنا یا گیا'' الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا'' (سورۃ المائدہ، آیت ۳) رسول اللہؐ نے اس موقع پر اپنی امت کی بخشش و مغفرت کے لے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں دعائیں مانگیں اللہ تعالی نے اپنے حبیب کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا۔ حضور انورؐ کی دعاؤں کا سلسلہ غروب آفتاب تک جاری رہا۔

مزدلفہ میں شب بسری

جب سورج غروب ہو گیا اور تاریکی پھیل گئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے ناقہ اقدس پر اپنے پیچھے سوار ہونے کا حکم دیا۔ اس سفر اقدس میں جب کسی اونچے ٹیلے پر چڑھتے یا کسی نشیب میں اترتے تو حضور اقدسؐ اس وقت بھی تلبیہ کے کلمات دہراتے۔ رسول اللہؐ نے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز کو اکٹھا ادا کیا۔ دونوں نمازوں کے لے موذن نے ایک بار اذاں دی اور دو بار اقامت کہی۔ کچھ دیر آرام فرمایا۔ جب صبح صادق نمودار ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اول وقت نماز صبح ادا کی اور اعلان فرمایا کہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد کنکریاں ماریں۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام تشریف لائے یہاں قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے پھر اللہ کی تکبیرات اور تہلیل اور ذکر فرماتے رہے اور بارگاہ کردگار میں دعائیں مانگیں۔ جب کافی حد تک سپیدی پھیل گئی تو پھر مزدلفہ سے روانہ ہوے اور حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر سوار کیا۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے وہاں کنکریاں چننے لگے۔ حضور بطن محسر پہنچے تو آپ نے اونٹنی کی رفتار تیز کر دی (وادی محسر وہی وادی ہے جہاں ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر پر اللہ تعالی نے ابابیل کا لشکر

بھیج کر ابرہہ کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول شریف تھا جب کبھی ایسی جگہ سے گزر ہوتا جہاں کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہوتا تو آپ بہت جلدی وہاں سے گزر جاتے)۔

منیٰ کی طرف مراجعت اور ہدایات عالیہ

رسول اللہ ﷺ منیٰ تشریف لے آئے اور سب سے پہلے جمرۃ العقبہ گئے وہاں اونٹنی کی سواری کی حالت میں کنکریاں ماریں (طلوع آفتاب ہونے کے بعد) جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ کے سلسلہ کو موقوف کر دیا گیا۔ پھر وہاں سے منیٰ تشریف لائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منیٰ تشریف لائے تو لوگوں کو اپنے ایک اور خطبہ عالیہ سے نوازا۔حضرت امام احمدؒ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں سارے حاضرین سے خطاب فرمایا تو ہر طبقہ کے لوگوں کو اپنی اپنی جگہ بیٹھنے کا حکم دیا۔قبلہ کے دائیں جانب اشارہ فرما کر مہاجرین صحابہ کو حکم کیا کہ یہاں بیٹھیں پھر قبلہ کی بائیں جانب اشارہ فرما کر سارے انصار صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اس طرف بیٹھیں۔ ان کے علاوہ وہاں جو حاضرین تھے انھیں حکم دیا کہ وہ تمام ان حضرات کے ارد گرد بیٹھ جائیں۔ پھر رسول اللہؐ نے تمام لوگوں کو مناسک حج سے متعلق تعلیم دی۔ وہ عجیب، دلکش اور یادگار منظر تھا۔منیٰ میں موجود ہر شخص حضور پاکؐ کے جمال اقدس کے دیدار سے مشرف ہو رہا تھا اور حضورؐ کے ارشادات عالیہ کو سننے کے لئے پورے جذبہ ایمان ومحبت سے ہمہ تن گوش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو وہ اعجاز عطا فرمایا تھا کہ لوگ منیٰ کے وسیع اور عریض میدان میں جہاں کہیں بھی تھے حتیٰ کہ جو لوگ دور

دور کھڑے یا بیٹھے تھے وہ بھی اللہ کے محبوبؐ کی آواز سن رہے تھے۔

حضور علیہ السلام ناقہ پر راکب تھے حضرت عمرو بن خارجہ کو اونٹنی کے گردن کے نیچے کھڑے ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ رسول اللہؐ نے خطبہ میں اللہ تعالی کی حمد وثناء کے بعد فرمایا ''حاضرین! میری بات توجہ سے سنو۔ زمانہ گردش کرتے ہوئے اس حالت پر پہنچ گیا۔ جب اس کا آغاز ہوا جس دن آسمان اورزمین کو پیدا کیا گیا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین لگا تار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے کیا تم سمجھتے ہو آج کون سا دن ہے'' (صحابہ کرام فرماتے ہیں) ہم نے عرض کی ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'' حضور علیہ السلام کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید اس کا نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ''(کیا) یہ یوم النحر نہیں؟'' ہم نے عرض کی ''ہاں! یا رسول اللہؐ''۔ پھر فرمایا ''یہ کون سا مہینہ ہے؟'' ہم نے عرض کی ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں''۔ حضور کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے ہم نے خیال کیا کہ شاید حضورؐ اس کا نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں فرمایا ''کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے'' ہم نے عرض کی ''ہاں یا رسول اللہؐ'' پھر دریافت فرمایا ''یہ کون سا شہر ہے'' ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'' حضور خاموش ہو گئے۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید حضور علیہ السلام اس کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ''کیا یہ شہر مکہ نہیں'' ہم نے عرض کی ''بے شک یہ وہی شہر ہے'' پھر فرمایا ''تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جس طرح یہ حرمت والا دن، اس حرمت والے شہر میں اس حرمت والا مہینے میں۔ (وہ) عزت وشرف کا مالک ہے اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ کان کھول کر سن لو! میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ جاؤ! غور سے سنو! جو یہاں موجود ہیں میرا یہ پیغام ان لوگوں

تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں۔شاید جس کو تم میرا پیغام پہنچاؤ وہ میرے اس پیغام کو تم سے زیادہ سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو‘‘ پھر فرمایا ’’بتاؤ کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچادیا‘‘ ہم نے عرض کی ’’یارسول اللہ! بے شک‘‘ پھر حضور انورؐ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی ’’اے میرے اللہ! گواہ رہنا‘‘۔

(ضیاالنبیؐ ج ۴)

رسول اللہ ﷺ بعد ازاں منیٰ میں واقع قربانی کی جگہ یعنی منحر تشریف لے گئے جہاں حضورؐ نے تریسٹھ جانوروں کو قربان کیا۔ یہ سب وہی جانور تھے جنھیں حضورؐ بطور ہدی مدینہ منورہ سے لائے تھے۔ان تریسٹھ جانوروں کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست اقدس واطہر سے قربان کئے۔ پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ باقی ذبح کریں چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت علیؓ نے باقی سینتیس اونٹ ذبح کئے۔اس طرح ایک سو اونٹ ذبح کئے گئے۔حضرت ابن عباسؓ کی روایت یہی ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہدی کے جانور سو تھے۔حضور اکرمؐ نے حکم فرمایا کہ ان جانوروں کا گوشت، چرم اور جھولیں غریب ومسکین لوگوں میں تقسیم کردیں۔منیٰ میں کہیں بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ’’منیٰ کا تمام میدان منحر ہے۔‘‘یعنی ذبح کرنے کی جگہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے بعد اپنے سر اقدس کا حلق کروایا یعنی سر اقدس کے پورے موئے مبارک کو منڈوایا۔ یہ عزت حضرت معمر بن عبداللہؓ کو نصیب ہوئی۔حسب الحکم انھوں نے پہلے دائیں جانب پھر بائیں طرف کے موئے مبارک اتارے۔سر اقدس کے ان موئے پاک کو رسول اللہؐ نے صحابہ کرام میں تقسیم کردینے کا حکم دیا۔صحابہ کرام ان تبرکات کو جان سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی کلاہ کہیں گر گئی حضرت خالدؓ نے زبردست پیمانے پر اس کی تلاش کروائی اور کلاہ کی گمشدگی پر سخت متفکر اور پریشان ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ اس کلاہ میں رسول اللہؐ

کے سراقدس کا موئے مبارک محفوظ رکھا ہے۔ جب تک وہ کلاہ میں موجود ہے میں ہر موقع پر کامیابی اور فتح یابی سے ہمکنار رہوں گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جس وقت معمر بن عبداللہؓ، رسول اللہؐ کے سراقدس کے موئے مبارک اتار رہے تھے تو میں نے صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کے اطراف منڈلاتے ہوئے دیکھا جہاں کوئی موئے پاک اترتا تو وہ اسے گرنے نہیں دیتے بلکہ ادب واحترام کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اٹھا لیتے تھے۔

اختتامی مراحل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک صحابہ کرام میں سے اکثر نے حلق کروایا یعنی سر کے پورے بال منڈوائے اور بعض صحابہ کرام نے اپنے بال تراشوائے۔ حضور انورؐ نے حلق کروانے والوں کے لئے اس طرح دعاء کی ''اے اللہ! مغفرت فرما حلق کروانے والوں کی''۔ جن حضرات نے بال ترشوائے تھے انھوں نے بارگاہ رسالت میں معروضہ ادب پیش کیا کہ حضور بال تراشوانے والوں کے لئے بھی دعاء فرمائیے۔ رسول اللہؐ نے ان کے لئے بھی دعاء کی ''اے اللہ! بال ترشوانے والوں کو بھی مغفرت سے نوازے''۔ حلق کے بعد حضور انورؐ نے خوشبو لگائی اور قمیص مبارک زیب تن فرمائی اور لوگ بھی احرام کی پابندیوں سے بری ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر منیٰ میں جا کر حضور اقدسؐ کی طرف سے اعلان کیا کہ یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں۔ بعد ازاں قبل نماز ظہر سرکار دوعالمؐ نے ناقہ مبارک پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ کا عزم فرمایا وہاں پہنچ کر حضورؐ نے طواف افاضہ فرمایا۔ جسے طواف صدر

اور طواف زیارت بھی کہا جاتا ہے۔ طواف کے بعد حضورؐ نے آب زم زم نوش فرمایا۔ طواف زیارت سے فراغت کے بعد حضور اکرمؐ منیٰ مراجعت فرما ہوئے اور نماز ظہر ادا کی۔ بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدسؐ نے مکہ مکرمہ ہی میں نماز ظہر ادا کر کے منی کی طرف ارادہ کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے زوال آفتاب کے بعد اور ظہر کی نماز سے قبل رمی جمار کی تکمیل کی۔ بروایت حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں سورۃ النصر نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور انورؐ نے ورد مبارک ''سبحان اللہ بحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ'' کی بہت کثرت فرمائی۔ بعدہٗ آیت ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ '' نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اونٹنی پر کجاوہ کسا جائے پھر اس پر سوار ہو کر عقبہ کے مقام پر تشریف لے گئے جہاں صحابہ کرام بکثرت جمع ہو گئے۔ اس وقت حضور اقدس رحمت عالمؐ نے ایک نہایت جلیل الشان خطبہ فرمایا۔ اللہ تعالی کی حمد وثناء کی پھر ارشاد فرمایا ''اے لوگو! کان کھول کر سن لو۔ تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کان کھول کر سن لو تمہارا باپ ایک ہے۔ کان کھول کر سن لو عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ سرخ رنگت والے کو کالے رنگ والے پر بجز تقوی کے۔ اللہ کی جناب میں تم سے وہی زیادہ معزز اور محترم ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ کان کھول کر سن لو! کیا میں نے اللہ کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے؟'' سب نے عرض کیا ''اللہ کے رسول نے اپنے رب کے سارے پیغامات پہنچا دیئے ہیں''۔ حضورؐ نے فرمایا ''جو یہاں موجود ہیں یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں''۔ پھر دریافت فرمایا'' یہ کونسا مہینہ ہے؟'' صحابہ کرام خاموش رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ (یہ) کونسا شہر ہے؟'' سب چپ رہے۔ فرمایا'' یہ حرمت والا شہر

ہے''۔ پھر فرمایا یہ ''یہ کونسا دن ہے''لوگ خاموش رہے۔ حضورؐ نے فرمایا ''یہ حرمت والا دن ہے''۔ ان ارشادات کے بعد پھر فرمایا ''بے شک اللہ تعالی نے تمہارے خونوں کو، تمہارے اموال کو، تمہاری آبروؤں کو ایک دوسرے پر حرام کردیا ہے جس طرح یہ مہینہ، یہ شہر اور یہ مبارک دن بڑی عزت وحرمت والے ہیں۔ یہ حرمت اس روز تک برقرار رہے گی جب قیامت کے روز تم اپنے رب سے ملاقات کروگے۔ لوگو! بتاؤ، کیا میں نے اللہ کے احکام تمہیں پہنچادیئے ہیں؟'' سب نے کہا ''بے شک''۔ حضور علیہ السلام نے عرض کی ''اے اللہ تو بھی گواہ رہنا''۔ پھر فرمایا ''اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا خبردار! کیا میں نے تم کو اللہ کے پیغام پہنچادیئے ہیں؟''۔ سب لوگوں نے کہا ''بے شک''۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اے اللہ گواہ رہنا''۔ فرمایا۔'' خبردار جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہے وہ اس امانت کو امانت رکھانے والے کو پہنچادے۔ کان کھول کر سن لو! تمام سود کالعدم کررہا ہوں تمام قتل معاف کئے جارہے ہیں سب سے پہلا قتل جو میں معاف کررہا ہوں وہ میرے چچا کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے وہ بنی سعد میں شیرخوار بچہ تھا۔ ہذیل نے اس کو قتل کردیا تھا۔ خبردار کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچادیا ہے؟''۔ سب نے کہا بے شک۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ پس جو حاضر ہیں ان پر واجب ہے کہ جو یہاں موجود نہیں ان تک میرے پیغامات پہنچادیں۔ کان کھول کر سن لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے پھر فرمایا میری بات اچھی طرح سن لو! ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر حلال نہیں جب تک کہ وہ خوشی سے نہ دے''۔ فرمایا ''اے لوگو! (حرمت والے مہینوں کو) ہٹادینا اور اضافہ کرنا کفر میں ہے۔ گمراہ کئے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کردیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کردیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری

کریں گنتی ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے۔کان کھول کرسن لو! کہ زمانہ لوٹ کراس دن پرآ گیا ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا''۔

پھر رسول اللہؐ نے آیت تلاوت فرمائی کہ''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ان میں سے یہ چار حرام ہیں۔یہی درست دن ہے۔پس نہ ظلم کرو تم ان میں سے اپنے نفسوں پر(ق ۹/۳۶) یہ تین مہینے مسلسل ہیں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم (الحرام) اور چوتھا رجب (المرجب) ہے جس کو شہر مضر کہا جاتا ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینے کبھی انتیس دن ہوتے ہیں اور کبھی تیس دن۔خبر دار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟''۔سب لوگوں نے کہا''بے شک'' حضور انورؐ نے فرمایا''اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا''۔پھر ارشاد فرمایا''اے لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے حقوق ان پر۔تمہارے حقوق ان پر یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستر کو روندنے کی کسی کو اجازت نہ دیں اور جن کو تم ناپسند کرتے ہو انہیں تمہارے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں بجز تمہاری اجازت کے۔اور اگر ایسا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کا اذن دیا ہے کہ تم ان کے بستروں کو اپنے سے الگ کردو اور یہ کہ انہیں زدو کوب کرو جو زیادہ شدید نہ ہو۔پس اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری فرمانبردار بن جائیں تو ان کے خورونوش اور لباس معروف طریقہ سے پیش کرنا تم پر لازم ہے۔بے شک عورتیں تمہارے زیر دست ہیں وہ اپنے لئے کسی چیز کی مالک نہیں۔تم نے انہیں اللہ تعالیٰ سے بطور امانت لیا ہے اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کو اپنے لئے حلال کیا ہے پس عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان کے بارے میں ایک دوسرے کو بھلائی کی وصیت کرو۔خبردار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟'' سب نے عرض کیا''بے شک'' حضور انور ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا''۔فرمایا''اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ

تمہاری اس زمین میں اس کی پرستش کی جاے گی لیکن وہ اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ تم چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرو۔ بے شک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کا خون اور مال حلال نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ کہیں لاالٰہ الا اللہ۔ جب وہ یہ کہیں گے تو اپنے خون اور اموال کو ہم سے محفوظ کرلیں گے بجز ان کے حق کے، اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ میرے بعد پھر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو راہ راست سے نہیں بھٹکو گے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب۔ اے لوگو! میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا؟'' سب نے کہا ''بے شک''۔ حضور انورؐ نے عرض کی ''اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا''۔

(ضیاالنبیؐ ج ۴)

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ایسے جامع اور جلیل القدر ہیں کہ طالبان حق قیامت تک اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ حضورؐ کے ان خطبات کے ایک ایک جملہ میں علم وحکمت کے سمندر موجزن ہیں۔ اس میں امت کے ہر طبقہ کے لئے رشد و ہدایت کے وہ قواعد وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں کہ اگر امت ان پر کاربند رہے گی تو دونوں جہانوں میں فوز وفلاح کا تاج اس کے سر پر چمکتا رہے گا۔ (ایضاً)

حجۃ الوداع سے مراجعت

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ظہر اور عرص کی نمازیں ابطح میں ادا کیں۔ حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے وادی محصب میں نزول فرمایا۔ حضور اقدسؐ نے ایام تشریق کے تینوں دنوں میں رمی جمار کی اور سہ شنبہ کے دن ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہاں سے محصب روانہ ہوئے اسے ہی ابطح اور حنیف بنی کنانہ کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وہاں آمد سے پہلے حضرت ابو رافعؓ نے اپنے آقا و مولیٰ کی استراحت کے لئے ایک خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ حضور اکرمؐ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہاں ادا فرمائیں۔ کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد حضورؐ بیدار ہوئے اور مکہ مکرمہ جا کر سحری کے وقت طواف الوداع کیا۔ اس طواف میں رمل نہیں تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ جتنے صحابہ تھے ان سب نے نماز صبح سے پہلے طواف وداع کیا۔ واپسی کے وقت سعد بن ابی وقاصؓ کی عیادت کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد انھیں درد ہونے لگا تھا اور وہ تکلیف میں تھے۔ حضور اکرمؐ جب ان کے پاس رونق افروز ہوئے تو انھوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! آپ میری تکلیف ملاحظہ فرما رہے ہیں میں کافی دولت مند ہوں۔ میری وارث صرف میری بچی ہے۔ کیا میں دو تہائیاں اپنے مال سے صدقہ نہ کر دوں؟'' حضور انورؐ نے فرمایا ''نہیں''۔ عرض کی ''نصف مال صدقہ کرنے کی اجازت ہے؟''۔ حضورؐ نے فرمایا ''نہیں''۔ پھر جب انھوں نے تیسرا حصہ کہا تو فرمایا ''تیسرا حصہ، اور تیسرا حصہ بھی بہت کافی ہے''۔ پھر ایک خاص ارشاد

مبارکہ سے حضرت سعدؓ اور ان کے ذریعہ قیامت تک اپنے امت کو ایک حقیقت سے روشناس فرمایا۔ ارشاد فرمایا ''اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو تم اس حالت میں چھوڑو کہ وہ محتاج و تنگ دست ہوں، لوگوں کے سامنے ہتھیلیاں پھیلاتے رہیں۔ جو خرچ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دو گے اس کا تمہیں اجر دیا جائے گا۔ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی تمہیں ثواب ملے گا''۔ (ضیاالنبیؐ ج۴)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی ''یارسول اللہؐ! کیا میں اپنے دوستوں کے بعد پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا''۔ حضورؐ نے فرمایا ''تمھیں ہرگز پیچھے نہیں چھوڑا جائے گا۔ تم کئی نیک کام کرو گے جس سے تمہارا درجہ اعلیٰ وارفع ہوگا اور تمہاری وجہ سے کئی قوموں کو نفع پہنچے گا اور کئی کو نقصان''۔ پھر بارگاہ الٰہی میں دعاء کی۔

غدیر خم

ارکان حج کی ادائیگی کے بعد حضور پاک ﷺ اپنے جملہ جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے اور جب یہ نورانی کارواں غدیر خم کے مقام پر پہنچا تو حضور اکرمؐ نے سب کو یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ علامہ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ ''غدیر خم ایک موضع کا نام ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان میں واقع ہے اور جحفہ کے گاؤں سے اس کی مسافت صرف دو میل ہے''۔ (معجم البلدان)

حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حج ادا کرنے کی سعادت پانے کے لئے عرب کے

گوشے گوشے سے جو عاشقان حبیب کبریاؐ جمع ہوئے تھے، فریضہ حج کی تکمیل کے بعد ہر ایک کو اپنے اپنے مقامات واپس لوٹنا تھا۔ غدیر خم وہ اہم اور مرکزی جگہ تھی جہاں سے جزیرہ عرب کے تمام اطراف وجوانب راستے جاتے تھے۔ حضور انورؐ نے مناسب سمجھا کہ قبل اس کے کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوجائیں لوگوں کو اپنے ارشادات سے نوازیں۔ رسول اللہؐ نے حکم فرمایا تو موذن نے ''الصلوۃ جامعۃ'' کے مانوس کلمات بہ آواز بلند کہے۔ حضور اکرمؐ کا معمول شریف تھا کہ جب بھی کوئی اہم خطاب فرمانا چاہتے تو مؤذن ''الصلوۃ جامعۃ'' اعلان کیا کرتا اور اس صدا کو سن کو صحابہ کرام جمع ہوجاتے۔ چنانچہ اس دفعہ بھی سارے لوگ ارشادات عالیہ سننے کے لئے بے تابانہ اکٹھا ہوگئے۔

مراجعت کے ضمن میں یہ حقائق بیان ہوئے ہیں کہ وہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور اٹھارہ تاریخ تھی اتوار کا دن تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضل وکمال، امانت ودیانت، عدل وانصاف کے بارے میں اپنی زبان حقیقت بیان سے شہادت دی۔ اس شہادت کے بعد اگر کسی غلط فہمی کے باعث کسی کے دل میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے بارے میں کوئی وسوسہ تھا تو وہ ہمیشہ کے لئے محو ہوگیا۔ حضرت بریدہ بن حصیبؓ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن کے دلوں میں سیدنا علیؓ کی ذات والا صفات کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ سرکار دو عالمؐ کے ارشاد پاک کو سن کر میرے دل میں سیدنا علی مرتضیٰؓ کی اتنی محبت پیدا ہوگئی کہ آپ میرے سب سے زیادہ محبوب ہوگئے''۔

(سیرت الرسول بحوالہ السیر النبوہ)

رسول اللہ ﷺ نے جب مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی، راہ میں ایک مقام خم پڑا جو جحفہ سے تین میل پر ہے، یہاں ایک تالاب ہے۔ عربی میں تالاب کو غدیر کہتے

ہیں اور اس لئے اس مقام کا نام عام روایتوں میں "غدیر خم" آتا ہے۔ حضورؐ نے یہاں تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ حمد وثناء کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر (سید البشر) ہوں ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے تھام پکڑو۔ اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں"۔ آخری جملہ کو حضورؐ نے تین دفعہ مکرر فرمایا۔ یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علیؓ) کی روایت ہے۔ نسائی، مسند احمد، ترمذی، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علیؓ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے "جس کو میں محبوب ہوں علی بھی اس کو محبوب ہونا چاہئے، الٰہی! جو علی سے محبت رکھے اس سے تو محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ"۔

(سیرۃ النبی ج ۲)

پہلے رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ لوگوں سے یہ سوال فرمایا کہ "کیا میں تم لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ اولیٰ اور بہتر نہیں ہوں؟"۔ تینوں مرتبہ صحابہ کرام نے جواب میں اس بات کی تصدیق کی اور اس کا اعتراف کیا۔ تب حضورؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا "میں جس کا مولیٰ اور آقا ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ اور آقا ہے۔ اے اللہ جو اس کا (یعنی حضرت علیؓ) کا مددگار ہو تو تو بھی اس کا مددگار ہو جا اور جو اس (حضرت علیؓ) سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھیو، جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھیو، جو اس سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھیو۔ جو اس کی مدد کرے تو تو اس کی مدد فرما، جو اس کی اعانت کرے تو تو بھی اس کی اعانت فرما، جو بھی اس کو رسواء کرے تو تو بھی اس کو رسواء فرما اور وہ جہاں بھی ہو حق اور صداقت کو اس کا ساتھی بنا دے"۔ (سیرت حلبیہ ج ۶ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ذوالحلیفہ پہنچے اور وہاں رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو وادی کے نشیب میں نماز صبح ادا کی۔ نماز کے بعد پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ نظر آیا تو حضور اکرمؐ نے تین بار تکبیر کہی اور ان حقائق کا اظہار فرمایا۔

"اللہ بزرگ و برتر ہے اس کے سواء کوئی معبود نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں بس اسی کی سلطنت ہے اسی کے لئے مدح وستائش ہے وہ ہر بات پر قادر ہے لوٹے آ رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے فرماں بردارانہ زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح وستائش میں مصروف ہو کر، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اپنے بندہ کی نصرت فرمائی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی"۔

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہان طائف سے تعلق رکھنے والے ذی الکلاع کی طرف حضرت جریر بن عبداللہؓ بن بجلی کو روانہ فرمایا۔ ذی الکلاع اپنے لوگوں میں بے حد مقبول اور پسندیدہ تھا، یہاں تک کہ اس کی چاہت لوگوں کے دلوں میں اتنی تھی کہ اس کی پیروی کرتے اور اسے بہت مانتے تھے۔ مدارج النبوۃ کے بموجب مواہب لدنیہ میں ہے کہ ذی الکلاع نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا، جب کہ روضۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت تک کفر پر قائم رہا اور آپ ہی کے زمانہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت عمر بن خطابؓ کے دست مبارک پر مشرف اسلام ہوا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے بے شمار ملازمین دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس نے اپنے غلاموں میں سے پہلے چند کو

آزاد کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ ماباقی غلاموں کو میرے ہاتھ فروخت کردو ان کی قیمت کا ایک حصہ ابھی ادا کردیا جائے گا جب کہ ماباقی قیمت یمن اور شام سے منگوا کردی جائے گی۔ ذی الکلاع نے حضرت عمرؓ سے مہلت طلب کی تا کہ غور وخوض کرلے۔ ذی الکلاع نے اپنی قیامگاہ واپس ہوکر ایک اہم فیصلہ کیا اور ماباقی غلاموں کو یکلخت آزاد کردیا۔ دوسرے دن جب حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو امیرالمومنین نے دریافت کیا غلاموں کی فروختگی کے بارے میں کیا سوچ رکھا ہے۔ ذی الکلاع نے جواباً کہا کہ "حق تعالیٰ نے ان کے متعلق جو بہتر کیا تھا میں نے اس کو اختیار کیا ہے"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "وہ کیا چیز ہے"۔ ذی الکلاع نے کہا کہ ان تمام غلاموں کو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کردیا۔ امیرالمومنینؓ نے بے پناہ حیرت ومسرت کا اظہار فرمایا اور اس کی تحسین کی۔ ذی الکلاع کا تعلق یمن کے علاقہ سے تھا کیونکہ وہ حسان بن تبع کے اولاد سے تھا اور یمن کے بادشاہوں کو تبابعہ کہتے ہیں۔

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد اہم واقعات میں فرزند رسول مقبول حضرت سیدنا ابراہیمؓ کی وفات شریف کا واقعہ ہے جس کا پہلے ذکر آچکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت سید الملائکہ جبرئیل علیہ السلام کا ابتداء وحی سے مسلسل آنا جانا ایک حقیقت ہے۔ کئی ہزار مرتبہ حاضر ہونے کا انھیں شرف ملا۔ حجۃ الوداع سے مراجعت کے بعد کے اہم واقعات میں سے ایک حضرت جبرئیلؑ کا انسانی شکل میں حاضری کی سعادت حاصل کرنا بھی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ ایک دفعہ ایک نہایت خوبصورت انسان، خوب سیاہ بالوں والے بنے، بہت سفید اور اجلا لباس زیب تن کئے نہایت حسین وجمیل شکل وصورت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس پاک میں نمودار ہوئے۔ حاضرین مجلس صحابہ کرام انھیں دیکھ کر حیرت وتعجب کرنے لگے اور دنگ رہ گئے۔ وہ آئے، آکر حضور اقدسؐ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ یا تو حضورؐ کے

زانوئے مقدسہ پر رکھے یا اپنے زانوؤں پر۔حدیث جبرئیل میں ان دونوں معنوں کا احتمال ہے اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور اس کی نشانیوں سے متعلق سوالات شروع کئے۔رسول اللہؐ نے جبرئیل امینؑ کے پوچھے گئے تمام سوالات کے نہایت ہی واضح جواب مرحمت فرمائے۔اس کے بعد وہ مجلس نبویؐ سے اٹھ کر چلے گئے۔رسول اللہؐ نے فرمایا ''جاؤ اور اسے تلاش کرو''۔صحابہ کرام انھیں تلاش کرنے باہر نکلے بہت تلاش کیا مگر انھیں نہ پایا۔حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا ''یہ جبرئیلؑ تھے جو تمھیں تمہارے دین کے متعلق سکھانے آئے تھے''۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے وفود میں سب سے آخری وفد نخع کا تھا جس میں تقریبا دوسو افراد شامل تھے۔ان کا تعلق یمن کے قبیلہ مذحج سے تھا۔ان لوگوں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، جب وہ لوگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو انھیں حضرت رملہ بنت حارث کے گھر میں ٹھہرایا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

مدعیان کاذب کا برا انجام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجۃ الوداع سے مراجعت کے بعد اطراف وجوانب میں بعض شقی جاہلوں کو دعویٰ نبوت کا باطل جنون لاحق ہوا ان کاذب مدعیان نبوت میں چار خبیثوں کے نام مشہور ہیں مدارج النبوۃ میں ان کے تیرہ وتاریک احوال وکوائف مندرج ہیں۔شیخ محقق نے لکھا ہے کہ ان بدبختوں میں مسیلمہ بن ثمامہ، اسود بن کعب عنسی، طلحہ بن خویلد کے علاوہ ایک عورت سجاح بنت حارث بن سوید تمیمہ شامل تھی۔

ان تیرہ بختوں میں مسیلمہ بہت مشہور شقی تھا اسے مسیلمہ کذاب کہا جاتا ہے۔ یہ کذاب خود کو رحمن الیمامہ کہلواتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ پر وحی لاتا ہے وہ رحمن سے موسوم ہے۔ جاہلوں اور نادانوں سے وہ خود کو رحمن کہلواتا تھا کیوں کہ یہ جاہل اور نادان حقیقت سے نابلد تھے جب کہ یہ نام رب العزت جل جلالہ کے ساتھ مخصوص ہے۔مسیلمہ کذاب ملعون بہت بوڑھا انتہائی مکار اور حیلہ جو تھا۔ وہ بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ مدینہ منورہ آچکا تھا جب اس کے قبیلہ والے حضور انورؐ کی مجلس اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے تو اس نے تخلف کیا اور یہ شرط رکھی کی کہ ''اگر محمدؐ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں اور ان کی متابعت کرلوں''۔حضورؐ اس ملعون کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر کے قریب استادہ ہوئے اس وقت دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔حضورؐ نے اس ملعون سے فرمایا ''اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں''۔اور فرمایا ''اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو تجھے حق تعالیٰ ہلاک فرمائے گا''۔یہ ارشاد اس خواب کی تعبیر میں تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا

گیا تھا آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں دست مبارک میں سونے کے کنگن ہیں۔اس سے آپ غم گین ہوئے تھے۔پھر حکم آیا کہ آپ ان پر دم فرمائیں آپ نے ان پر دم فرمایا تو وہ دونوں ناپید ہو گئے۔رسول اللہؐ نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ دو کذاب ہوں گے ایک یمامہ کا اور دوسرا صنعاء یمن کا یعنی ایک تو یہی مسیلمہ کذاب تھا اور دوسرا اسود عنسی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ملعون اگرچہ دائرہ اسلام میں آچکا تھا لیکن جب اپنے علاقہ میں واپس لوٹا تو مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعوی کر بیٹھا اور شراب وزنا کو حلال کر کے نماز کی فرضیت کو ساقط کیا مفسدوں ،اشرار اور ناعاقبت اندیشوں کی ایک جماعت اس کی مطیع اور منقاد ہو گئی۔اس کذاب نے ایک خط بارگاہ رسالت میں بھیجنے کی جسارت کی جس میں کچھ اس طرح تحریر کیا "آدھی زمین مسیلمہ کے لئے ہے اور آدھی قریش کے لئے لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں"۔جب یہ خط حضور اکرمؐ کے ملاحظہ اقدس میں آیا تو آپ نے جواب میں جو ارشاد فرمایا وہ تحریراً اس کے پاس بھیجی گئی۔

"رسول اللہؐ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔اما بعد جان لے کہ بلاشبہ زمین کا، جسے اللہ چاہے گا وارث ہوگا اور عاقبت متقیوں کے لئے ہے"۔

مسیلمہ کذاب کفر پر اڑا رہا۔اس نے قرآن مجید کے مقابل جو نا مطبوع سجع اور مکروہ ھذیانات باندھے وہ عقلائے عالم کے نزدیک مضحکہ خیز بنے۔وہ شعبدہ بازیوں اور عجیب وغریب حرکات وسکنات سے لوگوں کو راغب کرنا چاہتا تھا مگر اس کے تمام نامسعود کام خوارق معجزات کے برعکس اس کے مدعا کے برخلاف ہوتے۔چنانچہ جب وہ کسی کے لئے درازی عمر کی دعا کرتا تو وہ بہت جلد مر جاتا اور اگر کسی کی آنکھوں میں روشنی کی دعا کرتا تو وہ اسی وقت اندھا ہو جاتا۔لوگ ایک بار ایک بچہ کو اس کے پاس لائے اس نے اپنا ہاتھ اس بچہ کے سر پر پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا۔دستور خداوندی یہی ہے کہ جھوٹے کے ہاتھ

پر خوارق، مدعا کے موافق ظاہر نہیں ہوتے۔ ایک شخص نے اپنے دو بیٹیوں کے لئے برکت کی دعا کروائی تو جب مسیلمہ نے دعا کی اور وہ شخص جب گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے ایک بیٹے کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا اور دوسرا کنویں میں گر کر مر گیا۔ مسیلمہ کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب جاہل مطلق اور غرض کے بندے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس کے کاروبار خوب چل نکلے تھے ایک لاکھ سے زائد جہال اس کے پاس جمع ہو گئے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے موافق ہوا اللہ تعالی نے اسے ہلاک کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آخر عہد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی جماعت کو شکست فاش دی اور مسیلمہ کذاب کو وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ وہی وحشی رضی اللہ عنہ ہے جنھوں نے غزوہ احد میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنا زمانہ جاہلیت میں ایک خیر الناس کو شہید کیا تھا اور حالت اسلام میں ایک شر الناس کو قتل کیا ہے۔

دوسرا کذاب مدعی نبوت اسود عنسی ہے جو عنس بن قدج سے منسوب تھا۔ اس کا نام عیلہ تھا۔ اسے دوالخمار بھی کہا جاتا۔ خمار بمعنی ڈوپٹہ۔ چوں کہ اسود عنسی اپنے منہ پر ڈوپٹہ ڈالا کرتا تھا بعض اسے ذوالحمار کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی کہ وہ کہتا تھا جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہوتا ہے۔ اسود عنسی ایک کاہن تھا۔ اور خوب شعبدہ بازی کرتا۔ چرب زبانی سے لوگوں کو اپنا ہمنوا کرتا تھا اس کے ساتھ دو ہزار اشرار تھے۔ حاکم یمن باذان (جو کسری کی طرف سے مقرر تھا) اپنی آخری عمر میں اسلام لے آیا تھا۔ جب اس نے وفات پائی تو مملکت یمن تین افراد کے زیر تسلط آئی۔ ایک حصہ اس کے فرزند شہر بن باذان، ایک حصہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور مابقی حصہ حضرت معاذ بن جبل کے تفویض کیا۔ پھر اسود عنسی نے خروج کیا اور نبوت کا دعوی کر بیٹھا اپنے لشکر کے ساتھ وہ اہل صنعاء پر مسلط ہو گیا، شہر بن باذان کو قتل کیا۔ اس کی بیوی مرزیانہ کی خواستگاری کی۔ حضرت ابوموسی اشعری اور معاذ بن

جبل حضر موت چلے گئے۔ بارگاہ رسالت میں جب خبریں پہنچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمان جاری فرمایا کہ سارے اہل ایمان مجتمع ہو کر اسود عنسی کے فتنہ کا دفعیہ کریں اس پر فرمانبرداران نبوت یکجا ہوئے۔ مرزبان کی عملی تائید و تدبیر سے فیروز ویلمی نے اس بدبخت کے کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ حضور اکرمؐ نے رحلت شریف سے ایک شبانہ روز پہلے فرمایا ''آج رات اسود عنسی مارا گیا۔ فیروز کامیاب ہوا''۔ اس ملعون کے قتل کے بارے میں ارباب سیر نے عہد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر کیا ہے۔ پہلا قول ہی راجح ہے۔ (مدارج النبوۃ)

مدعیان کاذب میں ایک اور نام طلیحہ بن خویلد کا بھی ہے جو قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت شریف کے بعد خروج کیا ار اپنی ناپاک کوششوں سے چند لوگوں کو اپنا ہمنوا بنالیا بعض بدنصیب ایسے بھی تھے جنھوں نے ارتداد کا ارتکاب کر کے اس سے جا ملے ان میں عینیہ بن حصین قرازی کا نام نمایاں تھا طلیحہ اپنے پاس جبرئیلؑ کے آنے کا دعوی کیا کرتا تھا۔ پہلا استدراج جو اس سے صادر ہوا اور جس کے سبب لوگ گمراہ ہوئے تھے یہ تھا کہ اس نے ایک روز اپنی قوم سے کہا تھا کہ گھوڑوں پر چند میل سفر کرو پانی ملے گا قوم نے ایسا کیا اور پانی پالیا تو اس وجہ سے بدوی لوگ فتنہ میں گرفتار ہو گئے۔ جب یہ خبر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملی تو آپ نے ایک لشکر تیار کر کے اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر فرمایا اران کی سرکردگی میں لشکر کو طلیحہ کی جانب بھیجا۔ حضرت خالدؓ بن ولید روانہ ہوئے اور قبیلہ طے تک پہنچ گئے رات دو پہاڑیوں کے درمیان جن کے نام کوہ سلمہ اور کوہ اجاہ تھے اپنے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور وہ قبائل جو اطراف و جوانب بستے تھے اور اسلام پر استقامت رکھتے تھے انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ لشکر اسلامی کے ساتھ آئے ہوئے ہیں تو ان قبائل کے لوگ بھی آ کر آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے سب نے مل کر طلیحہ کے لشکر کا سامنا کیا

اور اس استقلال کے ساتھ جنگ کی کہ لشکر طلیحہ کو شکست ہوئی اور سوائے راہ فرار اختیار کرنے، ان کو اور کوئی بات نہ سوجھی۔ عینیہ بن حصین پر بھی حقیقت منکشف ہوگئی وہ بھی طلیحہ کے دعوی کی حقیقت یعنی جھوٹا دعوی نبوت ہونا جان گیا اور اپنا بچاؤ کرنے کے لئے فرازہ کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ طلیحہ جانتا تھا کہ وہ یہ سب کچھ اپنے نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر کیا ہے چنانچہ اسے جب اپنی اس حرکت اور نادانی پر پچھتاوا ہونے لگا تو وہ واپس آیا اور دوبارہ داخل اسلام ہوگیا۔ اپنی حرکات پر نادم و پشیمان طلیحہ نے اس کی تلافی جہاد راہ حق میں حصہ لے کر کی۔ چنانچہ جنگ نہاوند میں شرکت کی اور شہادت حاصل کی۔

نبوت کا دعوی کرنے والوں میں ایک عورت بھی تھی وہ جھوٹی مدعیہ نبوت سجاح بنت الحارث تھی یہ بنی یربوع کی ایک عورت تھی اس نے بنی تغلب میں آکر نبوت کا دعوی کیا تھا یہاں تک کہ چند نادانوں کی ایک جماعت اس کی گرویدہ بھی ہوگئی تھی۔ اس کا زمانہ اور جائے قیام مسیلمہ کذاب کے قریب تھا اور ایک گروہ اس کا موافق ہوگیا تھا۔ مسیلمہ کذاب جیسا شاطر بھی اس سے گھبرانے لگا تھا اس کو ڈر تھا کہ اگر مسیلمہ نے سجاح کی جھوٹی نبوت کے دعوی پر اعتراض کیا تو کہیں وہ قبائل جو اس کے گرد و نواح میں ہیں سجاح کے موافق ہو کر تمام یمامہ پر غالب نہ آجائیں ان تمام باتوں کے پیش نظر اس نے پینترہ بدلا اور بجائے مخالفت کے سجاح کے ساتھ راہ و رسم بڑھانے کی راہ اختیار کی اور اس کے پاس تحفے تحائف بھیجنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اس سے ملاقات کی درخواست بھی کی اور کہلا بھیجا کہ چند مخفی باتیں ہیں جو بالمشافہ آمنے سامنے کی جاسکتی ہیں۔ سجاح نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ ایک خیمہ لگایا جائے جب خیمہ نصب کر دیا گیا اور اس کو فرش و فروش، برتنوں اور خوشبویات و عطریات سے خوب آراستہ اور سجا دیا گیا تو مسیلمہ کذاب وہاں پہنچا دونوں خیمہ میں داخل ہوئے اور بہت تفصیل سے تمام امور پر آپسی گفت و شنید ہوئی اور مسیلمہ نے اپنے ہذیانات اور مخترعات کو اس کے سامنے رکھا اور کہا کہ بہتر ہوگا کہ ہم آپس میں

شادی کرلیں تا کہ اس تعلق سے یہ جھوٹے کاروبار خوب چمکیں۔جو کچھ مسیلمہ نے کہا سجاح نے اسے مانا اور یقین کیا اور اس کی نبوت برقرار رکھا۔وہ دونوں تین دن ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔عقد کے بعد سجاح اپنی قوم میں واپس چلی گئی اور مسیلمہ اپنے لوگوں میں لوٹ آیا۔سجاح کی قوم والوں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا کیا قصہ ہے۔اس نے کہا کہ مسیلمہ کی نبوت کی حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی اور میں اس کے نکاح میں داخل ہوگئی ہوں۔لوگوں نے پوچھا نکاح کرلیا ہے تو پھر مہر کتنا مقرر ہوا ہے۔سجاح نے کہا کہ تعین مہر کی فرصت نہ ملی۔لوگوں نے کہا مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا جاؤ اور مہر معین کرو۔لوگوں کے کہنے پر یہ جھوٹی مدعیہ مسیلمہ کے پاس آئی اور طلب تعین مہر کیا اور اس سے کہا کہ یمامہ کا نصف غلہ تجھے سونپنا ہوگا اس پر مسیلمہ نے کہا مزید یہ کہ میں صبح و رات کی نماز تیری قوم پر تخفیف کرتا ہوں۔اتنے میں حضرت خالدؓ بن ولید کا غلغلہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ پہنچا اور انھوں نے سجاح کے عاملوں کو ان کے عمل سے معزول کیا۔سجاح کے متعلق دو روایتیں ملتی ہیں ایک یہ کہ عہد خلافت راشدہ کے بعد وہ اور اس کی قوم مسلمان ہوگئی دوسری روایت یہ ہے کہ مسیلمہ جس جزیرہ میں رہتا تھا وہ وہیں چھپ گئی اور مرکھپ گئی پھر کسی نے اس کا نام و نشان نہ پایا ۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کا سریہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں بلاد روم کی طرف آخری سریہ روانہ کیا کیونکہ وہاں کے باسیوں نے مقام ابنیٰ میں غزوہ موتہ کے موقع پر حضرت اسامہ کے والد حضرت زیدؓ کو شہید کردیا تھا۔علاوہ ازیں اس غزوہ میں حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن

رواحہؓ نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ یہ لشکر دوشنبہ ۲۶ رصفر المظفر ۱۱ھ کو روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جانے میں عجلت کا حکم ہوا۔ روانگی سے قبل وہاں کی اطلاعات اور حالات کی خبر لینے کی غرض سے چند لوگوں کو مامور کیا گیا اور اس سریہ کے لئے رہبروں کا بھی تقرر ہوا۔ اگر چہ لشکر کی روانگی سے ایک روز قبل علالت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اس کے باوجود حضورؐ نے اپنے دست اقدس سے علم تیار کر کے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے حوالے کیا۔ حضرت اسامہؓ نے علم حاصل کیا اور حضورؐ سے اجازت لے کر روانہ ہو گئے۔ یہ علم انھوں نے حضرت بریدہ بن حصیبؓ کے سپرد کیا تاکہ وہ لشکر کے علمبردار ہوں۔ حضرت اسامہؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر واقع مقام جرف میں خیمہ زنی کی تاکہ وہاں سب لوگ مجتمع ہوسکیں۔ جرف کے اصلی معنی پانی کھود کر نکالنے کے ہیں۔ دربار رسالت سے یہ حکم عالی صادر ہوا کہ اعیان مہاجرین وانصار مثلاً حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ جراح وغیرہ رضی اللہ عنہم بجز حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے، سب لوگ حضرت اسامہؓ بن زید کے ہمراہ جائیں۔ ایک غلام کے امیر مقرر کئے جانے پر چند باتیں ہوئیں جو حضورؐ کے سمع شریف تک پہنچیں تو یہ باتیں طبع شریف پر گراں گزریں۔ بخار اور دردسر کے باوصف پیشانی مبارک پر پٹی باندھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ اقدس سے باہر رونق افروز ہوئے اور منبر شریف پر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا ''اے لوگو! تم اسامہ کو اپنے اوپر امیر بنائے جانے سے انحراف کر کے کیسی چہ میگوئیاں کرتے ہو۔ تم نے غزوہ موتہ میں اسامہ کے والد کے امیر بنائے جانے پر بھی باتیں بنائی تھیں۔ خدا کی قسم! وہ امارت کے سزاوار و مستحق ہیں اور ان کے والد بھی امارت کے سزاوار و مستحق تھے۔ میرے نزدیک زید بھی لوگوں میں بہت محبوب تھے اور ان کے فرزند اسامہ بھی ان کے بعد لوگوں میں مجھے زیادہ محبوب ہیں دونوں کے ساتھ اچھا گمان ہے اب میری یہ بات ان کے متعلق بخوبی قبول کرو وہ یہ ہے کہ وہ تم میں اخیار میں سے

ہیں‘‘۔اس خطبہ مبارکہ کے بعد حضور اقدسؐ منبر شریف سے اتر کر کاشانہ عالیہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت عمر بن خطابؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنی خلافت کے زمانے میں جب بھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو دیکھتے تو فرماتے ''السلام علیکم اے امیر''۔حضرت اسامہؓ سنتے تو فرماتے آپ مجھے اس طرح سلام کرتے ہیں، آپ مجھے امیر فرماتے ہیں۔حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ''میں جب تک زندہ رہوں گا تمھیں امیر کہہ کر مخاطب کرتا رہوگا''۔اور فرماتے کہ ''رسول اللہؐ اس جہاں سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ تم ہم سب پر امیر تھے''۔حضرت اسامہ کی عمر رسول اللہؐ کی رحلت پاک کے وقت ۱۸ یا ۱۹ سال ہی تھی، مگر بارگاہ رسالت میں ان کی محبوبیت اور خصوصیت کی بناء پر اکابر صحابہ کرام ان کا اکرام ولحاظ کرتے تھے۔بعض لوگ ان کی عمر ۲۰ سال کہتے ہیں۔اور اہل سیر بتاتے ہیں کہ یہ واقعہ دسویں ربیع الاول شریف کا ہے اس دن جب کہ حضرت اسامہؓ دیار روم کی طرف کوچ کے لئے تیار تھے اور جو لشکر ان کے ساتھ جانے پر مامور تھا وہ جماعتیں گروہ درگروہ آکر رسول اللہؐ سے رخصت ہو کر لشکر گاہ پہنچ رہی تھیں۔اس دن رسول اللہؐ کے مزاج شریف میں بہ نسبت اور دنوں کے علالت کا اثر کچھ زیادہ تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے کہ ''جیش اسامہ کو روانہ کرو''۔گیارہ ربیع الاول کو حضرت اسامہ اپنے لشکر کے ساتھ حضور اکرمؐ سے رخصت ہونے کے لئے در اقدس پر حاضر ہوئے اور حضور پاکؐ کے سرہانے کھڑے ہوئے اور جھک کر سر مبارک کو بوسہ دیا اور دست مبارک کو چوما۔رسول اللہؐ نے اپنا دست اقدس آسمان کی طرف اٹھا کر حضرت اسامہ پر اتارا۔حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضور اکرمؐ میرے لئے دعاء فرمارہے ہیں۔اس کے بعد حضرت اسامہ حضور اکرمؐ کے حجرہ شریف سے باہر آگئے اور لشکر گاہ میں چلے گئے۔صبح دوشنبہ کے دن پھر حاضر ہوئے اس وقت رسول اللہؐ کے مزاج شریف میں کچھ افاقہ تھا۔حضور اقدسؐ نے حضرت اسامہؓ کو رخصت فرمایا اور دعاء دی فرمایا ''اللہ کی برکت کے ساتھ جہاد

کرو"۔حضرت اسامہؓ حضور اکرمؐ کے ارشاد کے بموجب لشکر گاہ چلے گئےاور حکم دے دیا کہ کوچ کیا جائے۔ (مدارج النبوۃ)

رفیق اعلی سے ملنے کا وقت نزدیک آ گیا

حجۃالوداع کے موقع پر احکام دین کی تعلیم اوران پر عمل پیرائی کی تلقین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہاں سے اپنی رحلت شریف کا اشارہ فرما دیا تھا اور مسلمانوں کو وداع فرماتے وقت ارشاد فرمایا کہ شاید آئندہ سال میں تم میں نہ رہوں اسی بناء پر اس حج کو"حجۃ الوداع" سے موسوم کیا گیا۔آیت کریمہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" کا نزول بھی اسی طرف اشارہ تھا۔اسی حجۃالوداع کے وقت منیٰ میں سورہ نصر جب نازل ہورہی تھی تو رسول اللہؐ نے جبرئیلؑ سے فرمایا کہ گویا تم مجھے خبر دے رہے ہو کہ مجھے اس جہاں سے جانا چاہیے۔حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا تھا "وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (ترجمہ) اور یقینا آپ کے لئے آخر، پہلی سے بہتر ہے"۔اس کے بعد رسول اللہؐ کا اکثر ذکر بحکم الٰہی حمد و تقدیس تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی وفات شریف سے ایک ماہ قبل ہمیں اپنی رحلت پاک کی خبر دی اور خواص اصحاب کو در اقدس پر یاد فرمایا اور دعاء کی اور ارشاد فرمایا "میں تمھیں تقوی اور خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں اور میں تمھیں اللہ کے غضب سے ڈراتا ہوں"۔

حضور انور ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا برابر ہر سال دور فرمایا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ اس سال دو بار جبرئیلؑ نے دور کیا۔یہ بھی حضور اکرمؐ کے رحلت

فرمانے کی ایک علامت تھی ہر سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں عشرہ اخیر کا اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن اس سال حضور اکرمؐ نے دو آخری عشروں کا یعنی دسویں رمضان سے چاند رات تک کا اعتکاف کیا اور حضور اکرمؐ نے شہدائے احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد نماز پڑھی جس طرح کہ بطریق وداع کرنے کے ہوتا ہے۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا "میں تمہارا پیش رو ہوں اور تم پر شاہد ہوں اور تمہاری شہادت کا امانت دار ہوں اور میں تمھیں اپنے حوض پر بھی دیکھ رہا ہوں جہاں کہ میں کھڑا ہوں گا۔ بلاشبہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمائی گئی ہیں یہ روئے زمین کے ممالک کی فتح اور ان کے خزانوں کے حصول کی بشارت ہے"۔ اسی لئے فرمایا "میں اس سے خوف نہیں رکھتا کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلاء ہو گے لیکن میں خوف رکھتا ہوں کہ تم پر دنیا غالب آئے گی اور تم اس کے شائق ہو گے اور فتنہ میں پڑو گے اور ہلاک ہو گے جس طرح کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جو تم سے پہلے تھے"۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے منبر شریف پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو دو باتوں میں سے ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا، وہ یا تو دنیوی زندگی اور اس کی زیب و زینت اور عیش و آسائش اختیار کرے یا وہ جو حق تعالیٰ کے پاس ہے آخرت کا اجر و ثواب، تو اس بندہ نے وہ چیز اختیار کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور دنیا کی طرف رغبت نہ کی"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس خبر کو سنتے ہی رونے لگے اور عرض کرنے لگے "یا رسول اللہؐ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں"۔ لوگوں نے کہا "اس شیخ بزرگ کو دیکھو، رسول اللہؐ تو کسی کا حال بیان فرما رہے ہیں اور یہ روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسولؐ اللہ!"۔ حالاں کہ حضور اکرمؐ اپنے حال مبارک کی خبر دے رہے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ اس حال سے ان سب سے زیادہ دانا فہمیدہ

تھے۔اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا ''تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا اور نیکی کرنے والا اور اپنے مال اور صحبت ورفاقت سے ساتھ دینے والا وہ ابوبکر ہے، اگر میں اللہ کے سواء کسی کو اپنا خلیل بنانے والا ہوتا تو میں ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا لیکن اللہ کے سواء میرا کوئی خلیل نہیں اخوت اسلامی باقی ہے''۔

صحابہ کرام کے ایک سوال کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی طرف لوٹنے، جنت الماوی، سدرۃ المنتہیٰ پہنچنے، رفیق اعلی سے ملنے اور جام طہور پینے اور دائمی شادمانی پانے کا وقت بہت نزدیک آگیا ہے''۔ (مدارج النبوۃ)

میں نے اپنے رب سے ملاقات کو اختیار کرلیا ہے

ماہ صفر کے اواخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب ارشاد ربانی بقیع کے قبرستان والوں کے لئے استغفار فرمایا۔حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہؐ کو بستر اقدس پر نہ پایا اور میں آقائے دوجہاںؐ کی تلاش میں نکلی۔ دیکھا کہ سرکار دوعالمؐ بقیع میں موجود اور استادہ ہیں اور اس حالت میں بہت دیر رہے۔حضورؐ نے دوتین بار دست ہائے اقدس کو اٹھا کر دعاء فرمائی اور مراجعت فرما ہوئے۔جب کاشانہ اقدس واپس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ ''میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور دروازہ کے باہر سے انھوں نے آواز دی اور وحی لائے کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جا کر ان کے لئے استغفار کریں''۔

حضرت ابوموہبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آدھی رات کو مجھے بیدار کیا اور فرمایا

''مجھے حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جاؤں اور ان کے لئے استغفار کروں''۔ پھر مجھے ہمراہ لیا اور بقیع تشریف لا کر بہت دیر تک استغفار فرماتے رہے اور ان کے لئے ایسی دعاء فرمائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں بھی ان اہل قبور میں سے ہوتا اور اس دعاء سے مشرف ہوتا۔ اس کے بعد فرمایا ''السلام علیکم یا اہل القبور! تمھیں وہ نعمتیں مبارک ہوں جن میں تم صبح کرتے ہو اور جن میں تم رہتے ہو اور تم ان فتنوں سے دور ہو جن میں لوگ مبتلاء ہیں اور حق تعالیٰ نے تم کو ان سے نجات دے دی اور خلاصی فرما دی ہے۔ بلا شبہ ان پر سیاہ رات مانند فتنے امنڈ امنڈ کر آئیں گے ان فتنوں کا آخری کنارہ پہلے سرے سے بدتر ہے''۔ اس کے بعد فرمایا ''اے ابو موہبہ! دنیا کے خزانوں کی کنجیاں مجھے پیش کی گئیں اور مجھے ان کے درمیان مخیر کیا گیا کہ اگر چاہوں تو میں دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں یہاں تک کہ جنت میں مراتب و درجات (عالیہ مقدسہ) پاؤں یا پھر یہ کہ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کروں اور اس کی طرف جانے میں جلدی کروں۔ میں نے اپنے رب سے ملاقات کو ہی اختیار کیا''۔ حضرت موہبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! کچھ عرصہ اور دنیا میں اقامت فرمائیے، اس کے بعد جنت میں تشریف لے جائیں تاکہ آپ کی بدولت ہم بھی آسودہ رہیں''۔ فرمایا ''نہیں اے موہبہ! میں نے اپنے رب کی ملاقات کو اختیار کر لیا ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کرام کی طرف توجہ فرمائی جو اس وقت وہاں موجود تھے اور فرمایا ''دنیا سے گزر جانے والے تم سے بہتر تھے''۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! وہ ہمارے بھائی تھے جس طرح وہ ایمان لائے ہم بھی اسی طرح ایمان لائے ہیں انھوں نے بھی انفاق کیا، ہم بھی کرتے ہیں، وہ چلے گئے ہیں، ہم بھی چلے جائیں گے۔ ان کو ہم پر فوقیت کیسی؟''۔ فرمایا ''وہ دنیا سے گزر گئے ہیں اور اس دنیا میں اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا اور جانے تم میرے بعد کیا کرو گے اور تمہارے درمیان کتنے فتنے سر اٹھائیں گے''۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بقیع تشریف لے گئے اور فرمایا ''کاش! ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے''۔صحابہ کرام نے عرض کیا ''یارسول اللہ ؐ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہے؟'' فرمایا ''تم میرے اصحاب ہو۔میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں، میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا''۔صحابہ کرام نے عرض کیا ''یارسول اللہ ؐ! آپ کی امت میں جو آپ کے بعد پیدا ہوں گے قیامت کے روز کس طرح پہچانے جائیں گے؟'' حضور ؐ نے فرمایا کہ ''تم میں سے کسی کے پاس بہت سے گھوڑے ہوں، کچھ گھوڑے سفید ہوں اور کچھ سیاہ۔ کیا تم اپنے گھوڑوں کو دوسروں سے نہ پہچانو گے؟'' اور فرمایا ''روز قیامت میرے امتی اس حال میں اٹھیں گے کہ ان کے چہرے اور منہ آثار وضو سے تاباں ہوں گے''۔جس طرح زیارت بقیع اور ان کے استغفار کے بارے میں مامور ہونا بیان کیا گیا ہے اسی طرح شہدائے احد کی زیارت اور ان کے لئے دعا کرنے کے بارے میں مامور ہونا بیان کیا گیا ہے۔ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ ؐ کو حکم الٰہی ہوا کہ بقیع تشریف لے جا کر ان کے لئے دعا فرمائیں تو رسول اللہ ؐ بقیع تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس تشریف لائے اور استراحت فرما ہوئے۔ پھر دوسری مرتبہ حکم ہوا کہ تشریف لے جا کر بقیع والوں کے لئے استغفار فرمائیں۔رسول اللہ ؐ نے ایسا ہی کیا۔تیسری مرتبہ پھر حکم ہوا تو رسول اللہ ؐ نے یونہی کیا۔ پھر حکم ہوا کہ جاؤ شہدائے احد کے لئے دعا کرو تو اس کے بعد رسول اللہ ؐ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے حق میں دعائے خیر کی جب واپس تشریف لائے اور احیاء اور اموات کے حق میں دعا و ورع سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ؐ کے سر اقدس میں درد لاحق ہوا۔ (مدارج النبوۃ)

رحلت شریف کا اشارہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع سے واپس تشریف لائے تو مجھے درد سر لاحق ہو گیا اور میں نے ہائے میرا سر کہنا شروع کر دیا۔ حضور اکرمؐ نے میری تسلی کے لئے بطریق مزاح فرمایا "اے عائشہ! تمھیں کیا نقصان ہو گا اگر مجھ سے پہلے تم اس جہاں سے چلی جاؤ"۔ فرمایا "اے عائشہ! تمہارا درد سر تو جاتا رہے گا لیکن یہ درد سر جو مجھے لاحق ہے مشکل ہے کہ میں اس سے خلاصی پاؤں"۔ گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ اسی مرض میں میں اس جہان سے رحلت فرماؤں گا۔

حضور اکرم ﷺ کے مرض کی ابتداء ام المومنین حضرت بی بی میمونہؓ کے گھر ان کی باری کے دن میں ہوئی تھی۔ جب مرض نے شدت پکڑی تو اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا "میں کل کس کے یہاں ہوں گا؟" اور اس بات کو مکرر فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ مشکل ہے کہ میں مرض کی حالت میں تمہارے گھروں کا پھیرا کروں اور اپنی باری کی رعایت کروں اگر تمہاری مرضی ہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ کے گھر رہوں۔ اور اس جگہ تم سب میری تیمارداری کرو"۔ اس پر تمام ازواج مطہرات راضی ہو گئیں تو حضورؐ حضرت عائشہ کے گھر میں اقامت گزیں ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلاشبہ جس طرح ان (انبیاء علیہم السلام) کی مصیبتیں دونی ہیں اتنا ہی نہیں ان کا اجر بھی دونا ہے اور یہ کہ حق تعالی نے بعض انبیاء علیہم السلام کو فقر

ودرویشی میں اس حدتک مبتلا فرمایا کہ انھیں بجز ایک عبا کے دوسرا لباس تک میسر نہ ہوا۔اسی عبا کو شب وروز پہنا کرتے تھے''۔(بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ) واضح رہنا چاہیئے کہ بلا میں طوالت اور ابتلاء وآزمائش میں مبتلا رہنا بارگاہ الٰہی کے مقربوں کے ساتھ خاص ہے۔ان مقربان بارگاہ الٰہی میں اعزواعظم، اعلی واقرب انبیاء علیہم السلام اوران کے تابعین ہیں جو کہ اولیاء وصلحاء امت ہیں۔مروی ہے کہ حضور انورؐ اپنے تمام مرضوں میں رب تعالی سے صحت وشفاء کی دعاء مانگا کرتے تھے مگر اس مرض میں جس میں آپ کی وفات شریف ہوئی کوئی دعاء نہ فرمائی بلکہ حضورؐ اپنے آپ پر سختی فرمائی اور کہا ''اے نفس تجھے کیا ہو گیا ہے کہ جو تو ہر جائے پناہ وآسائش میں پناہ تلاش کرتا ہے''۔ایک اور حدیث شریف میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدسؐ جب استراحت فرماتے تو اس وقت قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تلاوت فرماتے اور دونوں دست ہائے مبارکہ پر دم فرماتے اور پانھیں جہاں تک وہ جسم اطہر پر پہنچ سکتے مسح فرماتے (الحدیث) مسح بدن اقدس میں اپنے سر مبارک اور اپنے سینہ منورہ سے ابتداء فرماتے تھے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بھی علیل ہوتے ایسا ہی ہوتا۔اللہ تعالی نے جب حضورؐ کو اس عالم میں رہنے یا اس جہاں سے جانے کے درمیان اختیار دیا تو حضورؐ نے عالم آخرت کو پسند کیا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ اس علالت کے زمانے میں بارگاہ حق سبحانہ وتعالی کے پاس سے آئے اور پیغام پہنچایا کہ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق تعالی آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں شفاء دے دوں اور اس مرض سے نجات دے دوں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس میں وفات دے دوں۔مستغرق دریائے رحمت حضور پاکؐ نے فرمایا کہ ''میں نے یہی چاہا کہ رفیق اعلی سے ملوں''۔ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدسؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا ''اے جبرئیل! میں نے آج اپنے آپ کو مولیٰ کے سپرد

کر دیا ہے، وہ جو چاہے میرے ساتھ کرے"۔

رسول اللہ ﷺ کی ناسازئ مزاج کی ابتداء اواخر صفر میں تھی، ماہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ چہارشنبہ کا دن تھا اور ایک روایت میں شروع ماہ ربیع الاول آیا ہے۔ کتاب الوفاء میں کہا گیا ہے کہ ماہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں جب طبعیت میں تبدیلی کی ابتداء ہوئی۔ مدت کے سلسلہ میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ اکثر کا یہ قول ہے کہ یہ تیرہ دن تھے۔ ایک اور روایت میں چودہ روز ہے اور بعض نے بارہ روز بیان کیا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ عرصہ دس دن کا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دوران اپنی شہزادی حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہرا ؑ کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوئیں تو فرمایا "مرحبا یا بنتی" اور اپنے پاس بٹھایا۔ عام طور پر حضور اقدس ؐ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب اپنی صاحبزادی شہزادی کونین خاتون جنت بی بی سیدہ فاطمہ ؓ کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور متوجہ ہو کر ان کی پیشانی کو چومتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ لیکن اس وقت وہ آئیں تو حضور انور ؐ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا جسے سن کر حضرت سیدہ خاتون جنت ؑ رونے لگیں، اس کے بعد پھر کچھ کان میں فرمایا تو آپ خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ ؓ سے کہا "میں نے کسی رونے والے کو ہنستا ہوا اور کسی غم کو خوشی کے ساتھ معاون و متصل نہیں دیکھا، جیسا کہ میں نے آج دیکھا ہے"۔

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ ؓ نے اس کا سبب دریافت کیا تو شہزادی کونین حضرت سیدہ بی بی فاطمہ ؑ نے فرمایا "میرے اور رسول اللہ ؐ کے درمیان کی بات ہے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتی"۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں "حضرت فاطمہ ؓ نے اس بات کو ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ ؐ نے اس جہاں سے رحلت کیا۔ بعد میں جب میں نے ان سے پھر دریافت کیا کہ وہ بات کیا تھی اس وقت انھوں نے فرمایا "پہلی مرتبہ حضور انور ؐ نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل ؑ ہر سال ایک مرتبہ آ کر میرے ساتھ قرآن کا

ورد کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میری اجل قریب آ گئی ہے''۔ شہزادی کونین حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''یہ سن کر میں رونے لگی''۔ دوسری بار رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ''میری اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی'' اس پر میں ہنسنے لگی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کیا تمھیں پسند نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو''۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مشہور تر قول کے بموجب چھ ماہ، ۳/ رمضان المبارک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''خیبر میں جو زہریلے گوشت کا ٹکڑا کھایا تھا اس کا اثر ہمیشہ معاودت کرتا رہا اور اس وقت انقطاع ابہر معلوم ہوتا ہے''۔ واضح رہنا چاہیئے کہ ابہر ایک رگ کا نام ہے جو دل کے ساتھ متعلق ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نبوت کے ساتھ شہادت کو بھی جمع فرمادیا۔

زمانہ علالت کے واقعات میں واقعہ قرطاس معروف ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ حضور انور ﷺ کا حکم فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور انور ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے شانوں پر دست ہائے اقدس رکھ کر باہر رونق افروز ہوئے اور مسجد مبارک میں آ کر نماز پڑھائی اور فرمایا ''مسلمانوں! تم اللہ کی پناہ، اس کی حفاظت اور اس کی نصرت میں ہو، خدا ہی تمہارا محافظ ہے، بلاشبہ میں دنیا کو چھوڑ دوں گا اور یہاں سے رحلت کر جاؤں گا''۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبعیت جب ناساز ہوئی اور مسجد میں رونق افروز نہ ہوئے عشاء کی نماز کا وقت تھا مسجد میں لوگ حضور اقدس ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے'' تو حضور انور ﷺ

سے عرض کیا گیا ''یارسول اللہ ؐ! لوگ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں'' تو ارشاد ہوا کہ ''برتن میں میرے لئے پانی لاؤ''۔ پانی آیا تو سرکار دو عالم ؐ نے پانی کو خود بدن اطہر پر بہایا اور اٹھنے کا ارادہ فرمایا لیکن مزاج شریف پر بار ہوا۔ کچھ دیر بعد افاقہ محسوس کیا تو پھر دریافت فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی''۔ حضرت ام المومنین رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا ''لوگ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں''۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''میرے لئے برتن میں پانی لاؤ۔ جب پانی حاضر کیا گیا تو آپ نے غسل فرمایا، پھر سے مزاج اقدس ناساز ہوا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ آپ اٹھے اور غسل فرمایا، لیکن طبیعت مبارک پر بار ہوا تیسری مرتبہ رسول اللہ ؐ نے کسی کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

انصار کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

ایک دن حضور اکرم ﷺ کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لائے، امامت کی اور خطبہ ارشاد فرمایا ''بے شک انصار بمنزلہ غیبہ یعنی بغچہ وصندوق کے ہیں، جس میں کپڑے اور قیمتی سامان رکھا جاتا ہے''۔ فرمایا ''میں نے انصار کی طرف ہجرت کی اور انھوں نے میرے ساتھ محبت واخلاص اور دوستی و مروت کا برتاؤ کیا اور تمہارے ساتھ بھی اسی طرح پیش آئے۔ قسم ہے اس خدائے عزوجل کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان سے محبت رکھتا ہوں''۔

حضور اکرم ﷺ کی علالت شریف کے دوران انصار اپنے گھروں میں صبر و قرار سے نہ رہ سکے اور اور حیران و پریشان مسجد کے گرد گھومنے لگے اور کہتے کہ حضور اکرم ؐ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ جب انصار کی حالت کی کیفیت حضور ؐ کی خدمت میں پیش کی گئی تو حضور اکرم ؐ اٹھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ اور حضرت فضل بن عباس رضؓ کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور مسجد نبوی شریف میں آگئے اور منبر شریف

پر رونق افروز ہوے اور خطبہ ارشاد فرمایا ''اے لوگو! گویا تم موت کے منکر ہو اور کس طرح تم نبی برحق کی وفات کا انکار کرسکتے ہو حالانکہ تمھیں میری وفات سے اور تمہارے مرنے سے خبردار کردیا گیا ہے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے انك ميت وانهم ميتون (ترجمہ۔اے محبوب تمھیں بھی موت آنی ہے اور لوگوں کو بھی مرنا ہے)'' اور فرمایا ''کوئی نبی بھی اپنی قوم میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہا ہے تو میں تم میں کیسے ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔اور جان لو کہ آگاہ ہوجاؤ کہ میری بازگشت اور تم سب کو حق تعالی ہی کی طرف جانا ہے میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔اور میں مہاجرین کو بھی وصیت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی سے رہیں''۔اس کے بعد سورۃ النصر آخر تک پڑھی۔

ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی سے رہنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انصار کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت فرمائی اور مہاجرین کو بھی ہدایت فرمائی کہ ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی سے رہنا تب حضرت عباس ؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ؐ! قریش کے حق میں بھی وصیت فرمائیے'' تو رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں وصیت کرتا ہوں اس امر کی یعنی خلافت قریش کے لئے ہے''۔فرمایا ''خلفاء قریش میں سے ہوں گے''۔پھر حضرت بلال ؓ کو طلب کیا اور ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں میں اعلان کردو تا کہ سب جمع ہوجائیں کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ انھیں بھی وصیت کردوں''۔حضرت بلال ؓ نے ارشاد عالیہ کے بموجب عمل کیا۔مدینہ منورہ کے بازاروں گلی کوچوں میں منادی کی۔تمام بڑے چھوٹے جنھوں نے یہ اعلان سنا اپنے گھروں اور دوکانوں کو یونہی چھوڑ کر نکل آئے اور اس قدر انبوہ کثیر جمع ہوگیا کہ ان سب کے لئے مسجد میں گنجائش باقی نہیں

رہی۔حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ''اپنے پیچھے والوں کے لئے جگہ بناؤ''۔جب سب جمع ہو گئے تو رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا جو نہایت بلیغ اور طویل تھا۔رسول اللہؐ نے تمام احکام وشرائع اور پند ونصائح اور آداب کی تعلیم فرمائی اور خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! تم سے میرے جدا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے جس کسی کا کوئی حق مجھ پر ہو وہ مجھ سے اپنا حق لے لے اور جان ومال، سازوسامان جس سے چاہے اس کا قصاص لے لے''۔ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! میرے آپ پر تین درہم ہیں''۔رسول اللہؐ نے فرمایا ''میں کسی کو نہیں جھٹلاتا اور نہ کسی کو قسم دیتا ہوں، یہ تین درہم کس سلسلے کے ہیں''۔اس نے عرض کیا ''ایک دن ایک فقیر آپ کے پاس آیا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے تین درہم دے دو''۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل بن عباسؓ سے فرمایا ''اے فضل! اسے تین درہم دے دو''۔پھر جب حضور انورؐ نے جتایا کہ ''لوگو! جس کسی کا حق ہو اسے چاہئے کہ وہ آج اپنی گردن سے اتار لے''۔اس پر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر یہ اعتراف کیا کہ ''میں نے تین درہم سے مال غنیمت میں خیانت کی تھی جو میری گردن پر ہے''۔حضور اقدسؐ نے دریافت فرمایا ''تو نے کیوں خیانت کی تھی''۔اس نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! میں اس کا ضرورت مند تھا''۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''اے فضل! تین درہم کا اس کی طرف سے بار اتار دو''۔اس کے بعد رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! جس کسی میں کوئی ایسی صفت ہو جسے وہ جانتا ہو تو چاہئے کہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اس کے لئے دعاء کروں''۔ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا ''یا رسول اللہؐ! میں کذاب اور فحش گو ہوں اور بہت سوتا ہوں'' رسول اللہؐ نے دعاء فرمائی ''اے اللہ! اسے سچائی نصیب فرما اور اس کی نیند کو اس سے دور فرما جب کہ یہ بیداری چاہتا ہو''۔ایک اور شخص کھڑا ہوا اور یہ اقرار کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! میں کذاب اور منافق ہوں اور کوئی برائی ایسی نہیں ہے جو مجھ سے وجود میں نہ آئی ہو''۔حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا ''اے شخص! تو

اپنے آپ کو رسوا کرتا ہے''۔رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان ہے''اور حضور اقدسؐ نے دعاء فرمائی ''اے اللہ! اسے صدق وراستی اور ایمان نصیب فرما اور اس کے دل کو برائی سے دور رکھ اور نیکی کی طرف مائل فرما''۔اس کے بعد اسی قسم کی نصیحت اور موعظت اور تذکیر فرمائی بعد میں کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئے۔مزید ارشاد فرمایا کہ ''میں تمہارے کفر وشرک میں مبتلاء ہونے سے بے خوف ہوں لیکن دنیا کی طرف رغبت کروگے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی

ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیادہ وصیت علالت کے زمانہ میں نماز کے بارے میں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں تھی۔

ملک الموت نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی، پھر وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے ''یارسول اللہؐ! یا احمد! حق تعالی نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو کچھ بھی آپ فرمائیں کہ میں آپ کی روح قبض کروں اگر آپ اجازت دیں، اور اگر فرمائیں تو قبض نہ کروں۔اس میں حق تعالی نے آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے''۔پھر جبرئیلؑ نے آکر عرض کیا ''اے محمدؐ حق تعالی آپ کا مشتاق ہے اور آپ کو بلاتا ہے''۔اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا ''اے ملک الموت! جو تمھیں حکم دیا گیا ہے اپنے اس کام میں مشغول ہوجاؤ۔جبرئیلؑ نے عرض کیا ''زمین پر میرا آنا یہ آخری ہے اور دنیا میں میرے آنے کی ضرورت آپ کا وجود گرامی تھا، میں آپ کے لئے دنیا میں آتا تھا''۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن حق تعالی نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب محمد مصطفیؐ کے حضور حاضر ہو۔ خبردار! بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا۔ تو قابض ارواح نے دروازے کے باہر اعرابی کی صورت میں کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام علیکم اهل بیت النبوة و معدن الرسالة و مختلف الملئکة۔ اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ رسول اللہؐ کی بالیں پر موجود تھیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی کریمؐ اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ملاقات نہیں فرما سکتے۔ اس اعرابی نے دوسری مرتبہ اجازت طلب کی اور وہی جواب پایا۔ تیسری مرتبہ جب اس اعرابی نے اجازت طلب کی تو رسول اللہؐ بیدار ہوئے اور اعرابی سے صورت حال دریافت فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ”اے فاطمہؓ! تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ لذتوں کو توڑنے والا، خواہشوں اور تمناؤں کو کچلنے والا، اجتماعی بندھنوں کو کھولنے والا، بیویوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں اور بچیوں کو یتیم کرنے والا ہے“۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ نے جب یہ سنا تو رونے لگیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ”اے میری بیٹی! رؤو نہیں کیوں کہ تمہارے رونے سے حاملین عرش روتے ہیں“۔ اور اپنے دست مبارک سے بی بی سیدہ فاطمہؓ کے چہرۂ انور سے اشکوں کو پونچھا اور دلداری و بشارت فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے خدا! انھیں میری جدائی پر صبر نصیب فرما“۔ حضرت فاطمہ زہراؓ نے پکارا ہائے مصیبت!۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ”تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی کرب واندوہ نہیں ہے“۔ مطلب یہ کہ کرب واندوہ، شدت والم اور درد کی صعوبت کی وجہ سے ہے اور بواسطہ علاقہ جسمانی اور بشری لوازمات کے تعلقات کی بناء پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد سیدہ بی بی فاطمہ زہراؑ سے فرمایا ”اپنے بچوں کو بلاؤ“۔ وہ امام حسن اور امام حسینؓ کو حضور اکرمؐ کے سامنے لائیں۔ جب ان صاحبزادگاں نے سب کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے اور اتنی گریہ وزاری کی کہ ان کے گریہ سے گھر کا ہر فرد رونے

لگا۔حضور اکرمؐ نے ان کو بوسہ دیا اور ان کی تعظیم وتوقیر اور ان سے محبت کے بارے میں صحابہ کرام اور تمام امت کو وصیت فرمائی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ دونوں حضور اکرمؐ کے آغوش مبارک میں رو رہے تھے۔ جب ان کے رونے کی آواز حضور اکرمؐ کے گوش مبارک میں پہنچی تو حضور اکرمؐ بھی رونے لگے۔ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! آپ تو گزشتہ وآئندہ ہر حالت میں مغفور ہیں، گریہ فرمانے کی وجہ کیا ہے''۔حضور اکرمؐ نے فرمایا ''میرا رونا امت پر رحم وشفقت کے لئے ہے کہ میرے بعد ان کا حال کیا سے کیا ہوگا''۔اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آگے بڑھیں اور عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! میری طرف نگاہ کرم کیجئے اور وصیت بھی''۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! کل جو وصیت کی ہے وہی ہے اور اسی پر تم عمل کرنا''۔ام المومنین حضرت صفیہؓ بھی آگے آئیں اور جس طرح حضرت عائشہؓ سے گفتگو فرمائی اسی طرح حضرت صفیہؓ سے بھی فرمایا اور تمام ازواج مطہرات کو وصیت فرمائی۔اس کے بعد فرمایا ''میرے بھائی علی کو بلاؤ۔حضرت علی مرتضیٰؓ آئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور حضور اکرمؐ نے اپنے سر مبارک کو ان کے زانو پر رکھا۔حضور اکرمؐ نے فرمایا ''اے علی! فلاں یہودی کے چند درہم میرے ذمہ ہیں جسے اس سے لشکر اسامہ کی تیاری کے لئے قرض لئے تھے۔خبردار! اس کے حق کو میری طرف سے تم اتارنا'' اور فرمایا ''اے علی! تم ان اشخاص میں پہلے ہوگے جو حوض کوثر پر مجھ سے ملوگے اور میرے بعد بہت سی ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی تمہیں لازم ہے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

(مدارج النبوہ)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ملک الموت ایک اعرابی کی صورت میں آئے اور اذن طلب کیا تو فرمایا کہ آجاؤ تو انھوں نے آکر کہا ''السلام علیك ایها النبی'' بعد ازاں کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو

سلام بھیجتا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ کی اجازت سے آپ کی روح پاک کو قبض کروں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ''اے ملک الموت! اس وقت تک میری روح قبض نہ کرو جب تک کہ میرے بھائی جبرئیلؑ آنہ جائیں''۔ اس کے بعد جبرئیلؑ روتے ہوئے آئے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا ''اے میرے دوست! اس حال میں تم مجھے تنہا چھوڑ دیتے ہو''۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! بشارت ہو کہ میں حق تعالی کی جانب سے ایک خبر لایا ہوں وہ یہ کہ داروغہ دوزخ کو حکم دے دیا گیا ہے کہ میرے حبیب کی روح مطہر آسمان پر آرہی ہے آتش دوزخ کو سرد کردو۔ اور حورعین کو وحی فرمائی ہے کہ خود کو آراستہ و پیراستہ کریں۔ اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اٹھو صف درصف کھڑے ہو کر روح محمدی کا استقبال کرو اور مجھے حکم ہوا ہے کہ زمین پر جاؤ اور میرے حبیب کو بتاؤ کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر جنت اس وقت تک کہ نہ کھلے گی جب تک کہ میرا حبیبؐ اور امت حبیب اس میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے دن آپ کی امت کی بابت آپ کو اتنا دیا جائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ملک الموت! آؤ جو تمھیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو''۔ پھر ملک الموت حضور اکرم ﷺ کی روح اطہر کو اعلی علّیین لے گئے اور کہا ''یا محمداہ''۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان کی جانب سے فرشتوں کی ''وامحمداہ'' کی آواز سنتا تھا۔

(مدارج النبوۃ)

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک جسد مطہر سے جدا ہوئی تو میں نے آپ سے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے پہلے ایسی خوشبو میں نے کہیں اور نہ پائی تھی۔ اس کے بعد میں نے حضورؐ کے جسم اقدس کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ فرشتوں نے چادر اڑھائی تھی۔

ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ''جس دن رسول اللہؐ کی وفات ہوئی میں نے اپنا ہاتھ حضورا کرمؐ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا تھا۔اس کے بعد کئی جمعہ گزر گئے میں کھانا کھاتی، وضوء کرتی مگر میرے ہاتھ سے اس دن کی خوشبو نہ گئی''۔

رسول اللہؐ نے جب رحلت فرمائی تو شہزادی کونین خاتون جنت حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ نے از حد گریہ وزاری کی اور فرمایا '' آپ نے حق تعالی کے بلاوے کو قبول فرمایا، آپ نے جنت الفردوس میں اقامت فرمائی۔اے خدا! فاطمہ کی روح کو حضورا کرمؐ کی روح سے ملا۔اے خدا! مجھے اپنے رسول کا دیدار نصیب فرما۔اے خدا! اپنے حبیب کے ثواب سے دور نہ فرما اور روز قیامت اپنے محبوبؐ کی شفاعت سے محروم نہ کرنا''۔حضورا کرمؐ کی رحلت فرمانے کے بعد خاتون جنت حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ کو کبھی کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔ (مدارج النبوۃ)

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ گریہ وزاری کرتیں اور کہتیں ''ہائے افسوس !اس نبی محترم نے فقر کو تونگری پر اور درویشی کو مالداری پر اختیار فرمایا۔افسوس کہ ایک رات بھی امت کے معاصی کے غم وفکر سے بے نیاز ہو کر بستر استراحت پر آرام سے نہ سوئے اور ہمیشہ قدم ثبات وقرار کے ساتھ محاربہ نفس کے مقام صبر واستقامت پر گامزن رہے اور اسے ترک نہ فرمایا۔اور کبھی بھی کافروں کے ایذا وستم سے آپ کے ضمیر منیر کے دامن پر ناگواری وملامت کا غبار تک نہ آیا اور ارباب فقر واحتیاج کے اوپر احسان اور فضل وامتنان کے دروازوں کو بند نہ فرمایا''

کاشانہ اقدس کے ایک گوشہ سے یہ آواز سنی گئی لیکن کہنے والے کو کسی نے نہ دیکھا۔اس نے کہا کہ ''السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته کل نفس ذائقة الموت انما توفون اجورکم یوم القیمة'' (اے نبی کے گھر والو تمھیں سلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکت تم پر

ہو۔ وہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ بلاشبہ قیامت کے دن تمہاری نیکیوں کا پورا پورا اجر دیا جائے گا) تم جان لو کہ ہر مصیبت کے لئے اللہ عزوجل کے نزدیک درجہ اور خوشی ہے اور ہر فائت کے لئے ایک قائم مقام ہے۔ لہذا اللہ عزوجل پر اعتماد واثق رکھو اور وہ تمھیں اس کی طرف لوٹائے گا۔ آہ فغاں نہ کرو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہی مصیبت زدہ ہے جو ثواب سے محروم رہا۔ ۔والسلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ آواز تعزیت کرنے والے فرشتہ کی تھی۔ (مدارج النبوۃ)

حضور انور ﷺ کی وفات کے غم میں صحابہ کرام سراسیمہ اور پریشان ہو گئے جیسے ان کی عقلیں سلب کرلی گئی ہوں ان کے حواس معطل ہو گئے، بعض حضرات کی زبان بند ہو گئی ان کے ہوش وحواس اور قوت گویائی جاتی رہی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ان کے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے اور انھیں سلام کیا انھوں نے ان کے سلام کو سنا بھی مگر سلام کا جواب نہ دے سکے۔ بعض حضرات کچھ دیر اپنی جگہ جمے بیٹھے رہے جنبش کی طاقت تک نہ رہی۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ کا یہی حال تھا۔ (مدارج النبوہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق اپنے گھر مقام سخ حوالی مدینہ طیبہ میں تھے۔ جب انھیں اس واقعہ کی اطلاع ملی وہ فوراً سوار ہو کر تیزی کے ساتھ کاشانہ نبوت کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ راستہ بھر روتے رہے اور یہاں تک کہ مسجد شریف میں آئے۔ دیکھا کہ لوگ پریشان حال ہیں، کسی کی طرف توجہ نہ دی اور نہ کسی سے بات کی۔ سیدھے کاشانہ نبوت میں داخل ہو گئے اور حضور ﷺ کے چہرہ انور سے چادر مبارک اٹھائی اور نورانی پیشانی کو بوسہ دیا۔ فریاد کی ''وانبیاہ'' اس کے بعد سر اٹھایا اور رونے لگے۔ دوسرے مرتبہ بوسہ دیا اور کہا ''واصفیاہ'' پھر سر اٹھایا اور رونے لگے۔ تیسری مرتبہ پھر بوسہ دیا اور کہا ''واخلیلاہ'' اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہر حال میں خوش و پاکیزہ رہے حیات میں بھی اور وفات میں بھی اور کہا اللہ

تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا لیکن وہ موت جو آپ پر لازم کی گئی تھی بلاشبہ اسے آپ نے پالیا۔ اور آپ اس سے کہیں بزرگ ترہیں جتنی آپ کی صفات بیان کی جائیں اور آپ اس سے بالاتر ہیں جتنا آپ پر رویا جائے۔ اگر اختیار کی لگام ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہم اپنی جانوں کو آپ پر قربان کر دیتے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے ہمیں میت پر بین کرنے سے منع فرمایا ہے تو ہم اتنا روتے کہ آنکھوں سے چشمے جاری ہو جاتے۔ اے خدا ہماری طرف سے سلام پہنچا، اے محمدؐ! ہمیں اپنے رب کے پاس یاد رکھنا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کاشانہ اقدس سے باہر آئے اور حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہیں اور غم و اندوہ کے پیکر بنے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''اے لوگو! جان لو کہ نبی کریمؐ فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اور اپنے حبیبؐ سے خطاب فرمایا کہ ''انک میت وانھم میتون'' (ترجمہ) بے شک تمھیں وفات پانا ہے اور ان کو بھی''۔ (مدارج النبوۃ)

سعادت خدمات اقدس

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک نہایت موثر خطبہ دیا، بعد میں انھوں نے اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعزیت و تسلی بجالائے اور کہا کہ ''تم اہل بیت الرسول ہو، غسل اور تجہیز و تکفین کا تعلق تم سے وابستہ ہے، اس کا تم انتظام کرو'' اور خود اکابر مہاجرین اور اشراف انصار کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں امر خلافت کو طے کرنے میں مشغول ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے زمانہ علالت میں فرمایا تھا کہ ''مجھے میری اہل بیت کے مرد حضرات غسل

دیں''، اہل بیت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت اس مقدس کام میں مشغول ہوئے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حجرہ مبارک کا دروازہ غیر اہل بیت پر اس وقت بند کر دیا جائے۔ منقول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرمؐ کو کس طرح غسل دیا گیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عباسؓ نے کلہ پر یمنی چادر کو باندھا، اسی بناء پر غسل کے لئے کلہ باندھنا ہمارے لئے سنت ہوا (کلہ چاروں طرف چادر تاننے کو کہتے ہیں) اس کے بعد کلہ میں حضرت عباسؓ داخل ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرات فضلؓ وقثمؓ کو (جو حضرت عباسؓ کے فرزندان تھے) بلایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بجائے حضرت قثمؓ کے حضرت ابوسفیان بن الحارثؓ کو بلایا اور اسامہ بن زیدؓ جو حب رسول تھے اور اہل بیت کا حکم رکھتے تھے اور حضور اکرمؐ کے غلام حضرت صالح حبشیؓ جن کا لقب شقران ہے، جمع ہوئے اور حضور اکرمؐ کو اس کلہ میں لائے تا کہ غسل دیں۔ اس کے بعد ان سب پر اور دیگر تمام لوگوں پر جو کہ گھر کے اندر تھے اور کلہ کے باہر تھے اونگھ طاری ہوئی۔ کسی منادی نے اطلاع کی کہ غسل نہ دو کیونکہ اللہ کے نبی اس سے پاک ہیں اور انھیں غسل کی حاجت نہیں ہے۔ ہر چند کہنے والے کو تلاش کیا گیا مگر معلوم نہ ہوسکا اور سب نے چاہا بھی کہ ایسا ہی کریں اور غسل نہ دیں۔ مگر حضرت عباسؓ نے فرمایا ''ایسی آواز کی بناء پر جس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے کہ کہاں سے آئی ہے، سنت کو ترک نہیں کر سکتے'' اور حضور انورؐ کو کلہ میں لے گئے۔ رسول اللہؐ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔ یہ سعادت حضرات علیؓ، اسامہ بن زیدؓ اور فضل بن عباسؓ کو نصیب ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان مبارک پر یہ جاری تھا ''بابی دامی طیبا حیا ومیتا'' یعنی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی طیب و پاکیزہ ہیں''۔ حضور اکرمؐ کو غسل شریف کے لئے پانی غرس نامی کنویں سے لایا گیا جو قباء کے قریب تھا اور سعد بن خثیمہ کی ملکیت میں تھا۔ حضور انورؐ اکثر اس کنویں کا پانی نوش فرمایا

کرتے تھے۔ اس پانی میں بیری کے پتے ملائے گئے۔ مروی ہے کہ غسل شریف کے وقت سرکار دو عالمؐ کی پلکوں کے نیچے اور گوشہ ناف میں پانی جمع ہو گیا تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پانی کو اپنی زبان سے چوسا اور اٹھایا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے۔ جب غسل شریف مکمل ہو گیا تو مقام سجدہ اور مفاصل شریف کو خوشبو سے معطر کیا گیا اور تین مرتبہ اگر کی دھونی دی گئی اور اس کے بعد جسد اطہر کو سریر اقدس پر لٹا دیا گیا۔ مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے کسی قدر مشک اور عطر اپنے فرزندوں کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں لگانا کیوں کہ یہ خوشبو رسول اللہؐ کے حنوط سے بچائی ہوئی ہے۔ (مدارج النبوہ)

بارہ ربیع الاول، ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ (بحوالہ بخاری) وقت چاشت (صخرۃ التہار تاریخ ابو الفداء) (بعض روایات میں ہے کہ وہی وقت جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی اور وہی وقت جب حضورؐ مدینہ (قباء) پہنچے تھے) تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا، اس وقت عمر شریف ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔ (رحمۃ للعلمینؐ ج ۱)

نبی پاک ﷺ کو غسل شریف دیتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یہ کہہ رہے تھے ”میرے مادر پدر آپ پر قربان، آپ کی رحلت شریف سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی رحلت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ وزاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم مصیبت ہوتی۔ اس کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور پر نثار۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور

اپنے دل سے بھول نہ جانا''۔ (رحمۃ للعلمینؐ بحوالہ نہج البلاغہ)

حضور انور ﷺ کی تکفین شریف کے متعلق مشہور و معلوم ہے کہ رسول اللہؐ کے کفن مطہر میں تین کپڑے تھے۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، فرمایا کہ ''رسول اللہ ﷺ کے جنازہ شریف پر کسی نے امامت نہ کی، اس لئے کہ حضور انورؐ ہر حال میں تمہارے امام ہیں اور یہ حضور اکرمؐ کی خصوصیات سے ہے کہ متعدد نمازیں ہوئیں اور تنہا تنہا لوگوں نے پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جنھوں نے جنازہ شریف کی نماز پڑھی وہ اہل بیت نبوت تھے۔ حضرت عباسؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر بنو ہاشم۔ اس کے بعد مہاجرین اوران کے بعد انصار آئے، پھر اور لوگوں نے جنازہ اقدس کی نماز پڑھی۔

حضور اکرم ﷺ کی رحلت شریف روز دوشنبہ ہوئی اور روز سہ شنبہ پورا گزر گیا اور حضورؐ کا سریر مبارک کاشانہ نبوت ہی میں رہا اور لوگ نماز پڑھتے رہے۔ تدفین پاک شب چہار شنبہ عمل میں آئی۔ جس وقت اہل بیت نے نماز پڑھ لی تو لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ کیا پڑھیں اور کیا دعاء کریں۔ پھر لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا کہ ''ہم کیا پڑھیں اور کیا دعاء کریں؟'' تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ''تم لوگوں کو چاہیئے کہ حضرت علیؓ سے اس بارے میں دریافت کریں''۔ پھر جب لوگ حضرت علیؓ سے رجوع ہوئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''ان اللہ و ملئکۃ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ اللھم ربنا لبیک و سعدیک صلوۃ اللہ البر الرحیم و الملئکۃ المقربین و النبین و الصدیقین و الشھدآء و الصالحین و ما سبّح لک من شیء یا رب العلمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیّین و سید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العلمین الشاھد البشیر، الداعی، باذنک السراج المنیر و علیہ السلام۔ (مدارج النبوۃ)

اس دعا کو شیخ زین الدین مراعی نے اپنی کتاب تحقیق النفرہ میں بیان کیا۔ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس ﷺ کے جسد اطہر کی جانب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ "اے نبی گرامی! آپ پر حق تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہو۔ اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے محبوبؐ نے وہ سب کچھ پہنچایا جو آپ (حضورؐ) پر نازل ہوا۔ اور اپنی امت کے ساتھ نصیحت کے تمام حقوق ادا فرمائے۔ راہ حق میں جہاد کیا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمایا۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں بنا کہ ہم اس کی پیروی کریں جو حضورؐ پر نازل ہوا۔ اور ہم کو اور حضور پاکؐ کو قیامت کے دن جمع فرما"۔ لوگوں نے آمین کہی۔ (ایضاً)

رسول اللہ ﷺ کے جسد پاک کو شب چہارشنبہ بوقت سحر قبر انور میں داخل کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کی قبر انور میں داخل ہوئے۔ حضرت قثمؓ آخری شخص تھے جو حضور انورؐ کے لحد اقدس سے باہر آئے۔ انھوں نے فرمایا کہ آخری شخص جس نے حضور اقدسؐ کے چہرہ انور کو قبر اطہر میں دیکھا، میں تھا۔ (مدارج النبوہ، ج ۲)

حضور اقدس ﷺ کی تدفین شریف کے بعد حضرت بلال بن رباحؓ نے پانی کا مشکیزہ لیا اور اسے سرکار دو عالمؐ کے مزار پر انوار پر چھڑکاؤ کیا۔ حضرت بلالؓ نے چھڑکاؤ کا آغاز سر مبارک کے دائیں طرف سے کیا یہاں تک کہ قدمین شریفین تک سارے مرقد نور پر چھڑکاؤ کر دیا۔ (سیرت الرسولؐ بحوالہ السیرہ النبوہ ابن کثیر) سیرت النبی کامل میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہؐ کی قبر انور میں اترے وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت قثمؓ بن عباس اور شقرانؓ تھے۔ اس موقع پر بھی اوس بن خولی نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہا "اے علی! میں تمھیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ رسول اللہؐ (کی خدمات خاص انجام دینے) میں ہمارا بھی حصہ ہے"۔ حضرت علیؓ نے کہا "تم بھی قبر اطہر میں اتر آؤ"۔ (ابن ہشام ج ۲)

عاشقانِ حبیب کبریاؐ کے جذبات غم

طبقات ابن سعد میں ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے اپنے رجال (رواۃ) سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حسب ذیل مرثیہ کہا ہے۔ علامہ عبداللہ العمادی نے اس کا ترجمہ کیا ہے جس کا ایک حصہ تبرکاً نقل ہے●وہ مالک جو بندوں کا والی اور شہروں کا پروردگار ہے رسول اللہؐ پر درود بھیجے●غم والم کے گروہ رات بھر پلٹ پلٹ کر میرے پاس آتے رہے۔ وہ ایسے سخت تھے کہ پتھروں کی طرح تمام شب جسم کو توڑا کئے●اے کاش (اسی وقت میں بھی دنیا سے رخصت ہو جاتا) جس وقت دن کو مجھے خبر ملی اور لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ رحلت فرما ہو گئے●کاش آپ کی رحلت شریف کے بعد قیامت قائم ہو جاتی کہ نہ ہم آپ کے بعد مال و دولت کو دیکھتے نہ اولاد کو●آپ کے بعد غم والم کیا مجھے آزار پہنچاتے رہیں گے جب میں یہ یاد کروں گا کہ اب کبھی مجھے آپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا●سب کو معلوم تھا کہ آپ کیسے پاکیزہ اخلاق والے تھے، عفت و پرہیزگاری میں ہم سب کسی کو بھی آپ کا ہمسر نہیں سمجھتے۔

(ابن سعد ج ۲)

ابن ہشام نے ابوزید انصاری کی روایت سے حضرت حسان بن ثابتؓ کے مراثی نقل کئے ہیں جس کا ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی نے کیا اور نظر ثانی و تہذیب مولانا غلام رسول مہر نے کی۔ کچھ حصے یوں ہیں۔

مدینہ طیبہ میں رسول اللہؐ کے منازل اور مقام کے ہمیشہ روشن رہنے والے آثار ہیں۔ جب دوسرے لوگوں کے نام و نشان پرانے ہو کر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور اس قابل احترام مقام کی نشانیاں کبھی نہیں مٹ سکتیں جن میں ہادی برحقؐ کا منبر موجود ہے جس پر چڑھ کر آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

جس میں آپ کے کھلے ہوئے اثرات اور ہمیشہ باقی رہنے والی یادگاریں ہیں اور آپ کا وہ مقدس گھر ہے، جس میں آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ اور آپ کی سجدہ گاہ ہے، جس میں آپ کے وہ مکانات موجود ہیں جن کے بیچ میں اللہ کا نور نازل ہوتا تھا جس سے خوب روشنی حاصل کی جاتی ● یہاں وہ علوم ومعارف رہ چکے ہیں جن کے آیات کبھی مٹائی نہ جاسکیں گی ● میں نے اس مقام میں رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں اور آثار پائے ہیں اور اب اس میں وہ قبر انور دیکھی ہے ● اب میں اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کے (فراق میں) رو رہا ہوں اور آنکھوں نے میری اعانت کی ہے اور ان آنکھوں کے بھی مثل میری پلکیں میرا ساتھ دے رہی ہیں ● عورتیں رسول اللہ ﷺ کی نعمتیں اور برکتوں کی یاد دلا رہی ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں میری ذات تو آپ کی نعمتوں اور برکتوں کو شمار کرنے سے قاصر ہے ● اور اس بلاد کو برکت حاصل ہوگئی ہے جس میں ہادی برحق رسول اللہ ﷺ نے ٹھکانہ بنالیا ہے ● یہ لوگ اس ہستی پر رو رہے تھے جن پر ان کی رحلت شریف کے دن آسمان رو رہے تھے اور زمین رو رہی تھی اور لوگ اس سے بھی زیادہ غمزدہ تھے۔ (ابن ہشام ج ۳)

● اس کے نور کی جو اقتداء کرتا وہ اسے خدا کے راستے پر لگا دیتا تھا اور ذلت وخواری اور رسوائیوں کی ہولناکیوں سے نکال کر عزت وشرف کے راستہ پر گامزن کر دیتا تھا ● اگر لوگ ان کی اطاعت کرتے تو نیک وسعید بن جاتے تھے ● وہ لوگوں کی لغزشوں کو معاف فرمانے والے اور ان کے عذر کو قبول کرنے والے اور اگر لوگ کوئی اچھے کام کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کرنے میں بے حد سخی ہوا کرتا تھا ● اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا جس کے لوگ متحمل نہ ہوسکتے تھے تو آپ کی طرف سے ہر معاملہ میں جو دشوار ہوتا آسانی اور سہولت پیدا کر دی جاتی تھی ● جن پر یہ چیز بڑی شاق تھی کہ لوگ ہدایت کے راستہ سے بہک جائیں، جو اس بات کے بڑے چاہنے والے کہ لوگ ٹھیک ہو کر صحیح راستہ پر لگ جائیں، لوگوں پر اتنے مہربان کہ ان سے کسی طرح بے رخی نہیں برتتے، ان پر اتنے شفیق کہ ان کے لئے

راستہ ہموار کرتے رہتے ●اور یہ نور لوگوں کی مدح وثناء لیتا ہوا اللہ کی طرف لوٹ گیا، اس وقت برحق فرشتے ان پر رورہے تھے اور ان کی مدح وثناء میں مصروف تھے●پس اے آنکھ! تجھے کیا ہو گیا ہے تو ایسی نعمت کے مالک پر نہیں روتی جس کا ایک حصہ بھی لوگوں کے لئے پورا ہوتا تھا●پس اے آنکھ! تو ایسی نعمت والے رسول پر خوب رو اور بڑے بڑے آنسو بہا اور میں کبھی نہ دیکھوں کہ تیرے آنسو خشک ہو گئے ہیں● جس کی مثال زمانے بھر میں نہیں پائی جاسکتی●وہ سب سے زیادہ عفت والے، وہ ایک کے بعد ایک ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے اور وہ سب سے زیادہ بخشش کرنے والے جس کا احسان نہیں جتایا جاتا تھا●اور اس وقت جب بڑے سے بڑا عطا و بخشش کرنے والا شخص بھی اپنی موروثی دولت کو بچا کر رکھتا اور بخل کرتا تھا تو آپ اپنی کمائی ہوئی نئی دولت کو اور پرانی موروثی دولت کو خرچ کرنے میں سب سے آگے تھے●اور جب انتساب کیا جاتا تو گھروں میں شرافت کے لحاظ سے آپ کی ہی سب سے زیادہ شہرت تھی اور آپ اپنے ان آباء و اجداد کے اعتبار سے سب سے بڑھ چڑھ کر تھے جو بطحا و مکہ کے رہنے والے اور مانے ہوئے سردار تھے●اور بلندیوں کے سب سے زیادہ محافظ اور بلندی پر قائم ہونے والے عزت اور وقار کے وہ مرتفع ستون جنھیں نہایت مستحکم طور پر بنایا گیا ہو●اور بزرگ و برتر پروردگار عالم نے آپ کے بچپن ہی میں آپ کی بہترین ساخت و پرداخت کی تھی، اس لئے تمام عالی و اشرف خیر و فلاح کی صلاحیتوں میں آپ کامل و مکمل ہو گئے● آپ کے دست مبارک پر مسلمانوں کی لکڑی نہایت مضبوط ہو گئی تھی، پس نہ آپ کا علم محدود تھا اور نہ آپ کی رائے میں کوئی نقص نکالا جاسکتا تھا● میں یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ لوگوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں مل سکتا جو میرے اس دعوے کو غلط ثابت کر سکے بجز اس شخص کے جو عقل و دانش ہی سے بعید ہو●اور آپ کی یہ جو مدح وثناء میں کر رہا ہوں، اس میں میرا نفس کسی طرح معارض نہیں، مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس مدح وثناء کی وجہ سے جنت الخلد میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا

● میں اپنی اسی مدح وثناء کی بناء کی وجہ سے محمد مصطفی ﷺ کے جوار میں ان کے ساتھ رہنے کی توقع کرتا ہوں اور یہی موقع حاصل کرنے کے لئے میں ساری سعی و کوشش اور جدو جہد کرتا ہوں۔ (ابن ہشام)

روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں گزرا جو ہمسائے کی ذمہ داری یا وعدہ پورا کرنے میں آپ سے زیادہ ہو ● ایسے کے برابر کون ہوسکتا ہے کہ جو ایک نور ہے اور اس سے روشنی حاصل کی جاتی۔ ان کے امر میں برکت تھی، وہ احتیاط و ہدایت کرنے والے ● جو انبیائے سابقین کی تصدیق کرنے والے اور طالب خیر کے حق میں سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ● اے بہترین مخلوقات! میں پہلے ایک نہر جاری میں تھا، صبح ہوئی تو ایک تنہا، تشنہ گام جیسا رہ گیا ● تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نیند ہی نہیں آتی، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان میں سرمے کی کرکری سمائی ہے ● اس مہدی پر جزع و فزع کی بناء پر نیند اڑ گئی ● افسوس، اب حضورؐ کے انصار اور حضورؐ کے گروہ کا کیا ہوگا ● اے آمنہؓ کے اکلوتے فرزندؐ، جن کی یاد میں برکت ہے، جوان پاک دامن عفیفہ سے نیک ترین سعادت کے ساتھ پیدا ہوئے ● ایک ایسا نور کہ تمام مخلوق پر اس کی روشنی چمکی، جسے اس بابرکت نور کی راہ دکھادی گئی اسے ہدایت مل گئی ● مدینہ میں ان لوگوں کے درمیان کیا آپ کے بعد میں ٹھہرا رہوں۔ وائے حسرت، کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا ● میرے ماں باپ اس ہدایت یافتہ نبی پر قربان جائیں، جن کی وفات کے دن میں دوشنبہ کو حاضر تھا ● آپؐ کی وفات کے بعد میں حیران رہ گیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ کالے سانپ کے زہر کے ساتھ میری صبح ہوتی ● یا ہماری نسبت اللہ کا حکم جلد آجاتا۔ آج ہی کے دن رحلت کر جاتے یا کل موت کے ساتھ ہی ہماری قیامت قائم ہو جاتی تو ہم اس سردار سے ملتے، جن کے خیمے غل وغش سے پاک تھے اور جن کی اصل ونسل کریم تھی ● اے ہمارے پروردگار، ہم سب کو ایک ساتھ ہمارے رسولؐ سے ملا دے، اس بہشت میں جو حاسدوں کی آنکھوں میں زخم ڈال دے ● جنت الفردوس میں ہمیں یکجا کر دے اور اس کو ہمارے لئے لازم بنا دے۔

اے جلال والے، بلندی والے اور بزرگی والے ● اللہ آگاہ ہے کہ جب تک زندہ ہوں کسی مرنے والے کی سنائی (خبر) سنوں گا تو رسول اللہؐ پر ہی گریہ کروں گا ● شہروں کی وسعتیں انصار پر تنگ ہوگئیں، انھوں نے اس حالت میں صبح کی کہ برنگ سرمہ ان کے چہرے سیاہ ہوگئے ہیں ● ہم ہی میں ان کا رشتہ ولادت تھا، ہمارے ہی ہاں ان کی قبر انور ہے، جس کثرت سے ان کی نعمتیں ہمارے ساتھ ہیں ان کا انکار نہیں ہو سکتا ● اللہ نے بطور ہدیہ ان کو ہمیں عطا کیا ● اللہ اور جو اس کے عرش کو گھیرے ہوئے ہیں اور جتنی پاک مخلوق ہے، سب اس بابرکت محمدؐ پر درود بھیجیں ● چشمے اور مشک کے پانی کی طرح آنسو بہا، ایسا پانی جسے نالے سے لے کر نتھار کے سقا اٹھائے لئے پھرتا اور پلاتا ہو ● ایسے پیغمبر پر رو جو ہمارے ہیں، خالص و مخلص، تمام خلق اللہ میں سب سے بڑے روادار، عفیف ● جو حقیقت اور حق کے حامی، نہایت سخی، مصیبت زدوں کو رہائی دلانے والے، شریف بزرگ اور سربلند ● نہایت درجہ علانیہ اور کھلی مکرمت والے، بھوکوں کو بکثرت کھانا کھلانے والے، جرم کے بڑے بخشنے والے ● ان کی کمائی نہایت پاک، بخشش بہت بڑی، تمام مخلوق میں سب سے اچھے روادار ● میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ مجھے اچھے اچھے بزرگوں کے غم میں مبتلا کر رہا ہے اور میں فارغ البال باقی ہوں ● اے آنکھ جب اللہ کی ذات پاک کا تذکرہ ہو تو رسول اللہؐ پر آنسو بہا، جو بہترین سرخیل اور بہت اچھے والی تھے ● مسکینوں کو خبر دے دو کہ رسول اللہؐ کے ساتھ ہی خیر و خوبی بھی ان سے جدا ہوگئی جو صبح سویرے ہی ان سے رخصت ہوگئے ● اب کون ایسا ہے کہ بارش کا سامان نہ ہو تو ہمیں اپنا بنا کے رکھے گا اور ہمارے اہل و عیال کو کھلائے پلائے گا ● وہ ایسے کہ ان کی مجلس میں اگر ہم نشین سے کوئی لغزش ہوگی یا اس نے تندی و تیزی گفتگو میں کی تب بھی اس کو خوف نہ ہوتا ● وہ روشنی ہیں، نور ہیں، جن کے پیچھے ہم چلتے تھے۔ اللہ کے بعد ہمارے کان اور آنکھ وہی ہیں ● کاش اس دن اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا اور کوئی مادہ و نر آپ کے بعد نہ جیتا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت کعب بن مالک رضؓ کے جذبات قلبی

● اے آنکھ! اچھی اشکبار رہو۔ ان وصال فرمانے والے کے لئے جو مخلوقات میں سب سے اچھے اور برگزیدہ ہیں ● اونٹنی پر جتنے لوگ سوار ہو چکے ہیں، وہ ان سب سے اچھے اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں ● وہ جو سردار، بزرگ، اور تمام جہاں میں سب سے بڑھ چڑھ کے ہیں ● ان کے کردار اور مناقب، سب پر فائق، ہاشم کی یادگار جن پر سب کو لولگی ہوئی ہے ● ان کی فضیلت کی بناء پر ہم خاص طور پر ان کے ماتمی ہیں ● ہمارے حق میں وہ بشیر بھی، نذیر بھی اور ایسے نور کہ جس کی شعاع نے ہم کو روشن کر رکھا ہے ● اللہ نے اسی نور کے طفیل میں ہمیں بچایا اور رحم کر کے آتش دوزخ سے نجات دی۔

خاندان نبویہ کے احساسات

حضرت اروی بنت عبد المطلب رضؓ کا الم

● اے آنکھ! تیرا برا حال ہو، جب تک تو باقی ہے اپنے آنسو سے میری مدد کر اور میری بات مان ● کوئی نصیحت کرنے والی اگر تجھے نصیحت کرے تو کہہ دے کہ تیرا برا ہو کس امر پر اور کس بات میں تو مجھے نصیحت کر رہی ہے ● میں گریاں ہوں تو ان پر گریاں جو تمام ملک میں سب کے لئے نور، اللہ کے رسول، محمدؐ۔ لہذا مجھے میرے حال پر چھوڑ دے ● بہ ایں ہمہ اگر تو مجھے نصیحت کرنے میں کمی نہیں کرتی تو جیسا جی میں آئے ملامت کر لے، یا جی چاہے تو رہنے دے ● یہ ایسی مصیبت ہے جس نے مجھے پست کر دیا، میری بزرگی سست کر ڈالی اور مجھ کو بڑھا کر دیا ● یارسول اللہؐ! آپ ہماری امید گاہ، ہمارے ساتھ مراعات کرنے والے ● آپ ہمارے حق میں مہربان، رحیم، ہمارے رسول، آج جسے رونا ہو آپ پر روئے

● تیری حیات کی قسم! رسول اللہؐ کی وفات پر میں نہیں روتی۔ میں تو اس فتنہ و ہنگامہ پر روتی ہوں جو آپ کے بعد برپا ہونے والا ہے ● حضورؐ کو یاد کر کے اور آپ کے بعد پیش آنے والے حوادث سے ڈر کے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل پر داغ لگ رہے ہیں ● اے فاطمہؓ! اللہ، محمدؐ کا پروردگار ہے، اس قبر پر رحمت نازل کرے جو مدینہ میں ہے ● رسول اللہؐ کے لئے میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں سب فدا ہوں اور خود میری جان آپ پر قربان ہو جائے ● آپ نے صبر کیا، ثابت قدم رہے، اللہ کے پیغام کو راستی کے ساتھ پہنچایا۔ دین کو استوار فرمایا، روشن و صاف بنایا ● انسانوں کا پروردگار آپ کو اگر ہمارے درمیان رہنے دیتا تو ہم کو فلاح ہوتی، لیکن ہمارا معاملہ تو چلنے والا ہی تھا ● یارسول اللہؐ! آپ پر اللہ کا سلام ہو۔ اور بہشت عدن میں بخوشی در آئیں۔

حضرت عاتکہ بنت عبد المطلبؓ کا رنج و محن

● اے میری دونوں آنکھو، جب تک زمانہ کی درازی قائم ہے روؤ اور جی کھول کے آنسو بہاؤ جس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے ● اے میری آنکھ! اچھی طرح اشکبار ہو، ان کے لئے جو برگزیدہ ہیں، نور لے کر آئے، ان کے علاوہ خلق اللہ میں سے اور کسی پر نہ رو ● ایسا رونا کہ سیلاب آجائیں، کیوں کہ عدل و خیر والے رسول کی مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہے ● موت سے میں بچتی تھی، ڈرا کرتی تھی، اور تقدیر میں جو لکھا جا چکا ہے اس سے خوفزدہ تھی کہ کہیں اس روشن ذات کو میں کھو نہ بیٹھوں جس کے وسیع اخلاق ہیں، فخر کے لائق ہے، ہر قسم کے عیب و امراض اخلاق اور مکر و فریب سے ان کا دامن پاک ہے ● اب تو قابل تعریف اوصاف کے ساتھ جا، قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے تو اللہ تجھے جزائے خیر دے اور مغفرت نازل کرے ● اے میری آنکھ، تو جب تک باقی ہے، محمد (ﷺ) پر جو تمام مخلوق میں سب سے اچھے ہیں کے لئے فیاضی کے ساتھ آنسو بہاتی رہ ● اے میری آنکھ! آمادہ ہو جا، اور اچھی طرح سے

محمد(ﷺ) پر رو جو تمام ملک کے نور ہیں ● تجھ پر افسوس ہے، ہر ایک حادثہ اور ہر ایک معرکہ میں تجھے محمد(ﷺ) جیسے کہاں ملیں گے ● ان پر رو جو برکت والے، توفیق والے، صاحب تقویٰ، حق کے حامی، ہدایت والے رہنما ہیں۔ (طبقات کبیر)

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے احساسات

● مجھے اپنی جان پر افسوس ہے، میں نے اس شخص کی طرح شب بسر کی جس سے سب کچھ چھن گیا ہو اور رنج وغم میں رات بھر جاگتا رہا ہو ● میری یہ حالت ایسے غم وحسرت کے باعث ہوئی ہے جنہوں نے مجھے مسلسل گھیر رکھا ہے، کاش یہ تدریجاً نازل ہوئی ہوتی ● وہ سب رنج وغم مجھ پر یکبارگی ٹوٹ پڑا جب لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے قضائے مقدر سے موافقت کی ● جب ہم نے دیکھا کہ نبیؐ وفات فرما چکے ہیں تو ہمارے سر کے بال کیسے کچھ سفید ہو گئے ● اس حادثہ نے دل کو اتنا طویل رنج پہنچایا ہے کہ جی بیٹھ رہا ہے اور اب مرعوب جیسے ہو رہے ہیں ● کاش مجھے خبر ہوتی، میں کیسے صحیح وتندرست رہ سکتی ہوں بعد اس کے کہ رسول اللہؐ جدا ہو گئے ● وہ درحقیقت تمام مخلوق میں سب سے بڑے، سب کے سردار، ان کی محبت ہر دل میں ہے ● میں اللہ ہی سے عرض کرتی ہوں اور وہی مجھے کافی ہے۔ اللہ میری کلفت اور گریہ کو خوب جانتا ہے ● اے فاطمہؓ! رو، تارے جب تک طلوع ہوتے رہیں کسی صبح کو رونے سے تھک نہ جانا ● یا رسول اللہؐ! مرتے دم تک آپ کے بعد میں درد دل میں مبتلا رہوں گی ● تمام قبائل آپ کے رحلت پا جانے کا درد بھرا گریہ کریں گے اور اس میں بے تابی ان کو مدد دے گی ● اے میری دونوں آنکھوں رؤ اور اچھی طرح رؤ ● ان پر جو اللہ کے منتخب، اللہ تعالیٰ جو تمام بندوں کا پروردگار اور مخلوق کا آفریدگار ہے، انہی کا انتخاب فرمایا تھا ● ان پر جو ہدایت وتقویٰ وارشاد اور (تاریکی کے بعد) روشنی کے مرتضیٰ ہیں ● ان پر جو پاک، اللہ کے فرستادہ، مقبول، ایسے رسول جنہیں خداوند کریم ہی نے منتخب فرمایا ● میں نے اس حالت

میں رات گزاری کہ شب بھر ایسے شخص کی طرح جاگتی رہی جس کا سب کچھ چھن گیا ہو، یہ حالت اس درد کے باعث تھی جو رگ و پے میں جاری وساری تھا● اس درد نے پیرانہ سالی سے پہلے ہی مجھے بوڑھا بنا دیا، میرا سر ایسا سفید ہو گیا جیسے برف کے گالے سے پہاڑ کی چوٹی سفید نظر آتی ہو● یہ درد ان مصطفیٰ کا درد ہے جو نور ہی نور، حقیقتاً اللہ کے رسول! آپ کا کوئی نظیر نہ تھا● سرشت کے بہت ہی شریف، بڑے سردار، بڑے بہادر، بڑے طاقتور، نہایت منتخب شریف انسان● نادار بے نواؤں کے اور تمام ہمسایوں کے والی و وارث، جس پردیسی پر ظلم ہوا ہو اس کے ماویٰ و ملجیٰ● آپ نے تمام زندگی بزرگی و بہتری میں بسر کی● ہر امر میں توفیق آپ کی رفیق ہوتی، جو حادثہ پیش آیا آپ ہی کے طفیل اس کی مشکل آسان ہوئی ●ان کے لئے جو پاک ہیں، اللہ کی جناب میں نہایت رجوع رکھنے والے● وہی تو ہیں جن کو ہمارے پروردگار اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سے مخصوص فرمایا● آپ فاتح، خاتم الانبیاء، رحیم، مہربان، بات کے سچے، پاک لباس والے● مشفق، ناصح، معبود کی جانب سے ہم پر رحمت● اللہ کی رحمت وسلام آپ پر ہو اور وہ مالک الملک آپ کو بہتر جزا دے● قریب تھا کہ میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں جب آپ پر وہ تقدیر نازل ہوئی جو کتاب مجید میں مرقوم ہو چکی تھی● آپ تمام بندوں پر مہربان، ان کے حق میں رحمت اور بہترین رہنما ہیں● ہر حال میں اللہ ان سے راضی رہے● میری رات بیداری کے ساتھ پھر آئی، بے قراری سے بستر پر پہلو لگنے نہیں پایا● ایسے غموں نے مجھے گھیر رکھا ہے، کمزور کر رکھا ہے، جو حقیقت میں سخت امور لے کر اترتے ہیں● وہ تمام مخلوق کے حق میں رحمت (کہ) جس نے ان کی اطاعت کی اس کو راہ راست دکھائی اور سیدھی منزل پر پہنچایا● پاک سرشت، پاکیزہ منش، پاکباز، نہایت شریف النسب، فیاض● خوش خو، عادت کے سچے، عفیف، راستی کے ساتھ وعدہ وفا کرنے والے، طلب گاروں کے منتہائے مقصود● فیض حاصل کرنے والوں کے لئے ان کا فیض حقیقت میں مال غنیمت تھا● نہایت قابل تعریف حالت میں ہم سے جدا ہوئے، بندوں کا پروردگار جزاء میں ان کو بہشت بخشے۔

صاحبزادگان سید کائنات ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی اولاد مطہرہ کے بارے میں سب سے زیادہ معتبر و مستند قول یہ ہے کہ حضورؐ کو تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

حضرت قاسمؓ بن رسول مقبولؐ

حضرت قاسمؓ، حضور اکرمؐ کے سب سے پہلے صاحبزادے ہیں جو قبل اظہار نبوت مکہ میں متولد ہوئے۔ انہیں سے حضورؐ کی کنیت ''ابو القاسم'' مشہور ہے۔ حضرت قاسمؓ، ام المومنین حضرت بی بی سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن اطہر سے تولد ہوئے۔ آپ صغر سنی ہی میں وفات پائے۔

حضرت عبداللہؓ بن رسول مقبولؐ

حضرت عبداللہؓ مکہ مکرمہ میں اسلام کے ظہور کے بعد متولد ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت بی بی سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے عہد طفولیت میں وفات پائی۔ حضرت عبداللہؓ کی وصال حق پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمایا اور حضورؐ کو کوثر کی خوشخبری دی۔

حضرت ابراہیمؓ بن رسول مقبولؐ

حضرت ابراہیمؓ، حضور انورؐ کے آخری صاحبزادے ہیں اور مدینہ منورہ میں ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں تولد ہوئے۔ حضرت ابراہمؓ بن رسول مقبولؐ، حضرت بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے تولد ہوئے۔ حضور اکرمؐ بہت شادماں و مسرور ہوئے اور دو بکروں کو ذبح کر کے عقیقہ کیا۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''آج رات ایک فرزند پیدا ہوا ہے اس کا نام اپنے جد امجد کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو دودھ پلانے کے لئے ام سیفؓ کے سپرد فرمایا گیا اور حضورؐ، حضرت ابراہیمؓ کو دیکھنے کے لئے ابوسیف کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرمؐ کو معلوم ہوا کہ کمسن صاحبزادے حضرت ابراہیم شدید علیل ہیں تو حضورؐ روانہ ہوے اور ان کے سرہانے پہنچ کر اور دیکھا کہ وہ بہت زیادہ بیمار ہیں تو حضورؐ نے ان کو اپنی آغوش میں لیا پھر حضورؐ کے چشمان اقدس سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا ''اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی کے سبب غمگین ہیں، ہماری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے''۔ اس کے سوا حضورؐ نے کوئی بات نہ فرمائی۔ حضرت ابراہیم بن رسول مقبولؐ بوقت وفات شریف تقریباً ڈیڑھ سال کے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو غسل دیا گیا اور حضورؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو جنت البقیع میں سپرد لحد کیا گیا اور حضور اکرمؐ بنفس نفیس پتھر اٹھا لائے اور ان کی قبر پر نشان کی مانند رکھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''ابراہیمؑ، میرے فرزند کی وفات، مدت رضاعت پوری کئے بغیر دنیا سے ہوئی ہے۔ اور ان کے لئے (جنت میں) ایک دودھ پلانے والی مقرر کی گئی ہے تا کہ مدت رضاعت پوری کرے''۔ (مدارج النبوۃ)

دختران حبیب کبریا ﷺ

شہزادیٔ دارین حضرت سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے بعد شہزادی قبلتین حضرت سیدہ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا، شہزادی ثقلین حضرت سیدہ بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور شہزادی کونین حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں۔ آپ چاروں کی ولادت ام المومنین حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہوئی۔ راجح قول یہی ہے کہ آپ نے حضرت قاسمؑ کے بعد اس عالم رنگ و بو میں آنکھ کھولی ہے (زرقانی بحوالہ سیرت المصطفیٰ ج۳)۔ آپ کی ولادت بعثت شریف سے دس سال پیشتر مکہ مکرمہ میں ہوئی، اس وقت حضور اقدسؐ کی عمر شریف تیس سال تھی۔ بچپن کے احوال کے بارے میں کتب سیر خاموش ہیں، تاہم یہ بات اپنی جگہ ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت آغوش رسالتؐ میں ہوئی۔

حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کی شادی سب بہنوں سے پہلے، بلکہ اعلان نبوت سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص بن ربیع سے کر دی تھی، جو حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کے خالہ زاد بھائی اور ام المومنین سیدہ بی بی خدیجہؓ کے بھانجے تھے۔ اعلان نبوت کے فوراً بعد حضرت بی بی سیدہ زینبؓ ایمان لائیں۔ ہجرت مدینہ کے وقت آپ مکہ ہی میں رہ گئی تھیں اور غزوہ بدر میں ابو العاص اہل قریش کی طرف سے آئے تھے اور گرفتار ہو گئے تھے۔ اسیران بدر کی رہائی کے موقع پر وہ بھی رہا ہوئے تھے، ان سے وعدہ لیا گیا تھا کہ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کو، جو اس وقت سسرال میں تھیں، مدینہ منورہ بھیج دیں۔ قبل

ازیں ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضرت سیدہ بی بی زینبؓ نے عقیق یمنی کا وہ ہار بطور فدیہ رہائی اپنے دیور کے ذریعہ بھیجا، جسے ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نے ان کی شادی کے وقت انھیں پہنایا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہؐ کو ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کا خیال آ گیا۔ ابوالعاص کو رہا کر دیا گیا اور فدیہ میں آیا ہوا وہ ہار بھی واپس کر دیا گیا۔ البتہ یہ قرارداد ہوئی کہ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ مدینہ منورہ بھیج دی جائیں۔ چنانچہ مکہ پہنچ کر ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ شہزادئ رسول مقبولؐ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ چوں کہ کفار کی تعرض کا خوف تھا، کنانہ نے احتیاطاً ہتھیار بھی ساتھ لے لئے، چنانچہ جب مقام ذی طویٰ میں پہنچے، تو کفار قریش کے چند لوگوں نے گھیر لیا اور ہبار بن اسود شقی نے نیزے سے مار کر حضرت بی بی زینبؓ کو ہودج سے زمین پر گرا دیا، اس صدمہ سے ان کا اسقاط ہو گیا۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور لوگوں سے کہا کہ اب جو آگے بڑھے گا، وہ نشانہ بنے گا۔

اس وقت ابوسفیان نے دیگر سرداران قریش کے ساتھ آ کر گفتگو کی اور کنانہ سے کہا کہ تیر ترکش میں ڈال لیجئے، ہم بات چیت کریں گے اور کہا ''محمد (ﷺ) کے ہاتھوں ہمیں جو مصیبتیں پہنچی ہیں، وہ تم کو معلوم ہیں، اب اگر تم علانیہ ان کی صاحبزادی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ ہماری کمزوری ہے۔ ہم کو (حضرت) زینبؓ کو روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے، اس وقت خاموشی سے لے کر چلے جانا''۔ کنانہ نے اس رائے کو پسند کیا اور چند روز بعد ان کو رات کے وقت لے کر چلے گئے۔ رسول اللہؐ نے اس سلسلے میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو پہلے ہی بھیج دیا تھا، وہ بطن یاجج میں منتظر تھے، جب کنانہ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کو لائے اور ان کے حوالے کیا تو انھیں ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

حضرت سیدہ بی بی زینبؓ اس حال میں مدینہ آئیں کہ ان کے شوہر بہت مغموم وملول تھے، وہ

دونوں ایک دوسرے سے بہت انس ومحبت رکھتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کو ابو العاص کے حضرت بی بی زینبؓ کے ساتھ بہتر سلوک پر اور ان کی آپسی موانست وارتباط پر بڑی خوشی اور اطمنان تھا، چنانچہ آپ ان کی تعریف فرمایا کرتے تھے کہ ابو العاص اپنی بیوی سے عمدہ معاشرت اور مخلصانہ برتاؤ کیا کرتے ہیں۔حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کے اسلام لانے کے سبب حضرت بی بی زینبؓ اور ابو العاص میں تفریق ہوگئی تھی۔۶ھ میں ابو العاص دوبارہ گرفتار ہوکر مدینہ آئے تھے، ان کا تجارتی قافلہ جو شام سے واپس ہورہا تھا، مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوا تھا۔حضرت بی بی زینبؓ نے حق امان کے پیش نظر ابو العاص کو پناہ دی تھی اور مسلمانوں نے ان کا مال ومتاع لوٹا دیا۔حضرت بی بی سیدہ زینبؓ نے ابو العاص کی مدارت اور اکرام میں کوئی کمی نہیں کی، چندروز بعد وہ مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور لوگوں کی امانتیں لوٹا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا اور مدینہ منورہ چلے آئے۔حضرت بی بی سیدہ زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں۔حضرت ابو العاصؓ کے مدینہ آجانے کے بعد آپ مسرور رہا کرتی تھیں۔اگرچہ اس دوران سابقہ حادثہ کے سبب آپ بہت نحیف اور بیمار رہنے لگی تھیں اور آہستہ آہستہ آپ کمزور ہوتی گئیں، یہاں تک کہ ۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابو العاصؓ سے حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کو دو اولادیں تولد ہوئیں، فرزند حضرت علیؓ بن ابو العاص اور دختر حضرت امامہؓ۔رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور تربیت فرمائی۔حضرت علیؓ کے مکہ مکرمہ کی فتح کے موقع پر حضور انورؐ کی ناقہ مبارکہ پر موجود ہونے کے علاوہ، اپنے والد حضرت ابو العاصؓ کے سامنے وفات پاجانے کی روایات ملتی ہیں۔ایک اور قول کے مطابق حضرت علی بن ابو العاصؓ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کی دختر حضرت امامہؓ کے عرصہ دراز تک زندہ رہنے کے بارے میں اتفاق ہے۔

خاتون جنت حضرت بی بی سیدہ فاطمہ زہراؑ کے وصال کے بعد حضرت بی بی امامہؓ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کی وفات رسول اللہؐ کے سامنے ہوئی۔ حضور انورؐ خود قبر میں اترے اور اپنی نور دیدہ کو سپرد خاک فرمایا۔ اس وقت حضور انورؐ کے چہرہ مبارک پر رنج و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کے وصال کے چند روز بعد حضرت ابو العاصؓ نے بھی وفات پائی۔ رسول اللہؐ کو اپنی نواسی حضرت سیدہ بی بی امامہؓ سے نہایت محبت تھی، حضورؐ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ بعض اوقات حضورؐ کے دوش مبارک پر چڑھ جاتی تھیں اور حضورؐ ان کو آہستہ سے اتار دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم) بحوالہ (سیرت المصطفیٰ)

(طبقات، مدارج، رحمۃ للعلمین، سیرت النبی و نیز اصابہ، دار المنثور، استیعاب، اسد الغابہ بحوالہ صحابیات)

شہزادیٔ قبلتین حضرت سیدہ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ نبوت کے پانچویں سال جانب حبشہ ہجرت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "(حضرت) ابراہیمؑ اور (حضرت) لوطؑ کے بعد (حضرت) عثمانؓ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے کفار کی ایذا رسانی کے باعث مع اپنی بیوی کے وطن کو خیر باد کہہ کر ہجرت کی"۔ حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے دو بار ہجرت کی، ایک مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ کی طرف۔ حبشہ میں ان دونوں کا طویل عرصہ تک قیام رہا۔ ایک مرتبہ جب بہت دنوں تک ان کی خیر خیریت معلوم نہ ہوسکی تو رسول اللہؐ نے حبشہ سے اتفاقاً آنے والی ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ "رقیہ اور عثمان کا کیا حال ہے؟"

اس عورت نے عرض کیا کہ ''میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے وہ خیریت سے ہیں''۔ تب حضور اقدسؐ نے ان کے لئے دعائے خیر کی اور اس عورت کو بھی دعا دی۔

حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ مکہ کے ان مثالی لوگوں میں تھے جن کے متعلق مشہور تھا کہ سب سے اچھا جوڑا ''عثمانؓ اور رقیہؓ'' کا ہے۔ ان کی آپسی موانست اور عمدہ معاشرت کی لوگ مثالیں دیا کرتے تھے۔ یقیناً شہزادی قبلتین حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کو اپنے شوہر باوقار کے ساتھ کیا۔ حبشہ سے واپسی کے بعد چند روز مکہ مکرمہ میں قیام رہا، پھر حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ دوران قیام حبشہ حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کو ایک فرزند تولد ہوئے، ان کا نام عبداللہؓ رکھا گیا اور اسی مناسبت سے حضرت عثمان غنیؓ کی کنیت ابوعبداللہ مشہور ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابھی چھ سال کے تھے کہ ایک حادثہ میں ان کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی اور اسی صدمہ سے ۴ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کو یہی ایک صاحبزادے تھے۔ قبل ازیں ۲ھ میں حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ سخت علیل ہوگئی تھیں اور اسی میں ان کا سانحہ ارتحال ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لئے مدینہ منورہ سے تشریف لے جارہے تھے اور حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ بے حد علیل تھیں، ان کی تیمارداری اور دیکھ بھال کے لئے حضورؐ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بدر میں ساتھ نہ لے گئے بلکہ مدینہ منورہ ہی میں چھوڑ دیا تھا اور حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ نے فتح بدر کے موقع پر مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور اس وقت جب حضرت زید بن حارثہؓ فتح کی نوید لئے مدینہ منورہ آئے، حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کی تدفین ہورہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کی وفات کا بے حد رنج وملال ہوا۔ جب حضورؐ سے ان کے ارتحال کا حال بیان کیا گیا تو حضورؐ نے نہایت رنجیدگی کے ساتھ فرمایا ''عثمان بن

مظعون (مدینہ میں وفات پانے والے پہلے مہاجر صحابی) پہلے جاچکے، اب تم بھی ان سے جاملو"۔ یہ سن کر تعزیت کو آئی ہوئی عورتیں رونے لگیں۔

حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں میں حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کے بعد حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ ہیں۔ آپ اپنی بہنوں میں دوسری اور ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن اطہر سے بعثت شریف سے سات سال پیشتر مکہ مکرمہ میں تولد ہوئیں۔ حضرت بی بی سیدہ رقیہؓ رسول اللہؐ کی چہیتی صاحبزادی تھیں، حضورؐ نے ان کا نکاح اعلان نبوت سے قبل ہی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا تھا۔ عتبہ سے آپ کا صرف عقد ہوا تھا، رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ رسول اللہؐ نے اعلاء کلمۃ الحق فرمایا۔ اعلان نبوت اور تبلیغ اسلام کے باعث قریش کا معاندانہ سلوک کسی سے پوشیدہ نہیں، اس کے منجملہ قریش ذات اطہر کو خاص طور پر تکلیف پہنچانے اور ذہنی طور پر متفکر کرنے کے درپے رہا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضور اقدسؐ کو ایذا دینے کی یہ صورت بھی اختیار کی کہ حضورؐ کے دامادوں سے کہا کہ وہ حضورؐ کی شہزادیوں کو طلاق دے دیں۔ حضرت ابوالعاصؓ (جو بعد ہجرت، ایمان لائے) نے تو صاف انکار کر دیا البتہ عتبہ نے قریش کے شرپسندوں سے سعید بن العاص کی لڑکی سے اپنی شادی کی شرط پر ان کی بات ماننے پر آمادگی ظاہر کی۔

حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ سے چھوٹی بہن حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ کا بھی ابولہب کے ایک اور بیٹے عتیبہ سے نکاح ہوا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت شریف ہوئی تو دعوت اسلام کی مخالفت اور حضور اکرمؐ سے عناد کی وجہ سے ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ اگر تم (حضرت) محمد (ﷺ) کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا رہنا سہنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہؐ کی ان دونوں شہزادیوں کی وداعی نہیں

ہوئی تھی اس کے بعد حضور اقدسؐ نے اپنی منجھلی دختر حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کا عقد حضرت عثمان بن عفانؓ سے کر دیا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کو اس رشتہ سے بے حد خوشی و مسرت حاصل ہوئی، وہ اس اعزاز پر شاداں و فرحاں تھے کہ حضور امام الدارینؐ کے ساتھ یہ سبب پیدا ہوا اور شرف دامادی سے مال مال ہوئے ہیں۔

حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا عقد مکہ مکرمہ میں ہوا، اس وقت حضرت عثمانؓ مشرف بہ ایمان ہو چکے تھے جب کہ خود حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ اپنی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ایمان لا چکی تھیں۔ حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ حسن صورت اور حسن سیرت ہر دو لحاظ سے بے مثال تھیں۔ نہایت صابرہ و شاکرہ، قناعت پسند، خدا ترس، نیکیوں اور اخلاق جمیلہ سے متصف تھیں۔ اطاعت الٰہی کا پیکر اور اپنے والد بزرگوارؐ کی بڑی فرماں بردار اور اپنے شوہر کا بہت خیال و لحاظ کرنے والی حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کے اسوہ مبارکہ میں بنات اسلام کے لئے بہ ہر پہلو بہترین اور قابل تقلید نمونہ ملتے ہیں۔ بوقت رحلت آپ کی عمر شریف ۱۲ سال تھی۔ (ایضاً)

شہزادیٔ ثقلین حضرت سیدہ بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت شریفہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ بعثت نبوی سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں اور اپنی والدہ ماجدہ ام المومنین سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ہی ایمان لائیں۔ رسول اللہؐ نے قبل بعثت آپ کا نکاح ابولہب کے ایک بیٹے عتیبہ سے کر دیا تھا جیسا کہ حضورؐ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کا نکاح عتیبہ کے

بھائی عتبہ سے کیا تھا۔ سورہ لہب کے نزول کے بعد ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو دھمکی دی تھی کہ رسول اللہؐ کی صاحبزادیوں سے ترک تعلق کرلیں، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ اور حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ کے عتبہ اور عتیبہ سے صرف نکاح ہوئے تھے اور رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں حضور انورؐ نے حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان سے کردیا تھا۔ جب ہجرت کے دوسرے سال حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنیؓ مغموم وملول رہنے لگے تو بحکم الٰہی رسول اللہؐ نے اپنی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے عقد نکاح میں دے دیا۔ رسول اللہؐ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کے باعث حضرت عثمان غنیؓ ''ذوالنورین'' سے ملقب ہوئے۔

حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ ۹ ھ میں وفات پائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور قبر کے پاس تشریف فرما رہے حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رجاری تھے۔ اپنی اس چہیتی صاحبزادی کے وصال پر حضورؐ بے حد ملول ورنجیدہ ہوئے۔ حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ کی وفات شریف کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت عثمان غنیؓ سے فرمایا کہ ''اگر میرے پاس اور صاحبزادی ہوتی تو اسے بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا۔ اس ارشاد سے حضرت عثمان غنیؓ کی اپنی دونوں ازواج محترمات سے حسن معاشرت اور اعلیٰ ترین برتاؤ کا پتہ چلتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے یکے بعد دیگرے تین صاحبزادیوں یعنی حضرت سیدہ بی بی زینبؓ، حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ اور حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ نے رحلت پائی۔ حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ کو انصار کی عورتوں نے غسل دیا اور حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہؓ بن زید نے مراسم تدفین انجام دیئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو اگرچہ حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ سے فرزند ہوئے، لیکن وہ زندہ وسلامت نہ رہے، صغر سنی میں ایک حادثہ کے سبب فوت ہوگئے، جب کہ حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

شہزادی کونین خاتون جنت حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہرا بتول علیہا السلام (۱)

سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام، رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں، جو حضرت ام المومنین سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے میلاد النبی ﷺ کے ۴۱ ویں سال یا بروایت دیگر بعثت شریف سے پانچ سال قبل مکہ مکرمہ میں تولد ہوئیں۔ والدین کی بہت چہیتی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ بی بی فاطمہ علیہا السلام کے متعلق فرمایا ”فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے، جس نے انھیں تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے ان سے بغض رکھا، بلاشبہ اس نے مجھ سے بغض رکھا“۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غصہ سے غضب فرماتا ہے اور ان کی رضا سے خوش ہوتا ہے“۔ (مدارج النبوۃ)

ایک مرتبہ جب کہ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہرا علیہا السلام بیمار ہوئیں، رسول اللہ ﷺ نے مزاج پرسی کی اور ارشاد فرمایا کہ ”بیٹی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء عالمین کی سیدہ ہو؟“۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ علیہا السلام نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ! پھر حضرت مریم؟“۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے“۔ (بروایت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بحوالہ رحمۃ للعلمین ﷺ ج ۲)

حضور ﷺ نے بارہا ارشاد فرمایا ”فاطمہ، جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے“۔

حضرت سیدہ بی بی فاطمہ علیہا السلام کے القاب زہرا، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ اور بتول مشہور ہیں۔

---

(۱) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح شریف میں جملہ مستورات معظّمہ اہل بیت اقدس کے مناقب کے ضمن میں ہر ایک عظیم الفضائل رکن اہل بیت کے اسم شریف کے ساتھ ”رضی اللہ عنہا“ تحریر کیا ہے۔ حضرت خاتون جنت بی بی سیدہ فاطمہ زہرا کے مناقب میں اسم مبارک کے ساتھ ”علیہا السلام“ کو اختیار کیا ہے۔

فاطمہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں شیخ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کو دوست رکھنے والوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے''۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہؓ بڑی باوقار، متین، سنجیدہ، عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ ۲ھ میں رسول اللہؐ نے بحکم رب تعالیٰ، اپنی جگر گوشہ حضرت سیدہ بی بی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کر دیا۔ شہنشاہ کونین نے اپنی اس شہزادی کے جہیز میں ایک نقشی تخت، ایک چرمی تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ، دو عدد گھڑے اور دو چکیاں عطا کیں۔

غزوہ احد کے دوران جب خاتون جنتؑ کو حضور اقدسؐ کے دندان پاک کی شہادت کی اطلاع ملی تو حضورؐ کی خدمت عالیہ میں دیوانہ وار حاضر ہوئیں اور جاں نثارانہ طور پر خدمت کی سعادت پائیں۔ حضرت علیؓ اور آپ، حضورؐ کے روئے مبارک سے خون صاف کرتے جاتے تھے حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے سر پر پانی لاتے اور حضرت سیدہ بی بی فاطمہؓ دھوتی جاتی تھیں۔ ہر چند کہ زخم دھویا جاتا مگر خون نہ رکتا۔ اس کے بعد بورئیے کا ایک ٹکڑا جلایا گیا اور اس کا خاکستر زخم پر چھڑکا گیا تب خون بند ہوا۔ (مدارج النبوۃ)

رسول اللہ ﷺ کا معمول شریف تھا کہ جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے اور جب مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تو مسجد میں نماز کی ادائیگی کے بعد سب سے پہلے حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ کے پاس رونق افروز ہوتے۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ اپنے تمام مشاغل میں رسول اللہؐ کی اتباع کرتی تھیں، ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں نے نشست و برخاست، عادات وخصائل، طرز گفتگو اور لب ولہجہ میں رسول اللہؐ کے مشابہ (حضرت سیدہ بی بی) فاطمہؑ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا''۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ جب رسول اللہؐ کے پاس آتیں، تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے اور ان کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھا لیتے۔ اسی طرح جب حضور

اکرمؐ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ حضور اکرمؐ کے لئے کھڑی ہو جاتی اور آگے بڑھ کر حضور انورؐ کا دست مبارک تھام لیتیں اور اپنی جگہ حضورؐ کو بٹھاتیں''۔ (صحابیات، مدارج النبوۃ)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں ''رفتار و گفتار میں رسول اللہ کا بہترین نمونہ (حضرت سیدہ بی بی) فاطمہؑ تھیں اور صورت میں بھی بہت مشابہ تھیں''۔ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ''میری آنکھوں نے رسول اللہؐ کے بعد (حضرت سیدہ بی بی) فاطمہؑ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ کو اپنے کاشانہ اقدس کے نزدیک ایک مکان میں جو حارثؓ بن نعمان کا تھا، سکونت کے لئے پسند فرمایا اور تعمیل ارشاد میں آپ وہاں منتقل ہو گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ کی حیات میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ رسول اللہؐ کی وفات شریف کے بعد سب سے پہلے حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ کا وصال ہوا۔ آپ کو اپنی وفات کی خبر رسول اللہؐ سے مل چکی تھی۔ حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہؐ نے اپنی علالت کے زمانے میں (حضرت سیدہ بی بی) فاطمہؓ کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ بات کہی تو وہ رو پڑیں، پھر ان کو بلایا اور آہستگی سے کچھ فرمایا، تو آپ مسرور ہوئیں۔ بعد میں جب میں نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے بتایا کہ رسول اللہؐ نے مجھے بتایا کہ میں اس مرض میں وفات پاؤں گا، یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر بتایا کہ میں (فاطمہؑ) حضورؐ سے خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جا ملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی''۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؑ سے سلسلہ آل اطہار چلا اور آپ ہی کی اولاد میں آئمہ عظام ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ کے بطن اطہر سے حضرت سیدنا امام حسنؑ، حضرت سیدنا امام حسینؑ اور حضرت سیدنا محسنؑ کے علاوہ، حضرت سیدہ بی بی زینبؓ، حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ اور حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ تولد ہوئیں۔ حضرت سیدنا محسنؓ اور

حضرت سیدہ بی بی رقیہؓ نے صغر سنی میں ہی وفات پائی۔ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجیت میں آئیں اور ان کے بطن اطہر سے حضرات علی، عون، اکبر، عباس، محمد اور ایک صاحبزادی بی بی ام کلثوم (رضی اللہ عنہم) تولد ہوئیں۔ کربلا میں حضرت سیدہ بی بی زینبؓ حضرت سیدنا امام حسینؑ کے ساتھ موجود تھیں۔

حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ بنت علی کرم اللہ وجہہ کا عقد حضرت عمر بن خطابؓ سے ہوا جن سے ایک فرزند زید تولد ہوئے۔

حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ بنت رسول مقبولؐ بڑی صادقہ، طیبہ، زاہدہ اور اللہ تعالیٰ کی خوب اطاعت و عبادت کرنے والی تھیں۔ اتباع اور محبت رسولؐ کی دولت سے مال مال تھیں، صبر وشکر، قناعت وتوکل، ایثار وقربانی، نیکی وبھلائی، تحمل وبردباری، متانت وشائستگی، رحم وہمدردی، استقامت وحق پرستی اور اخلاق حمیدہ کے لحاظ سے اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے یقیناً اس درجہ اور مقام کی حامل تھیں، جیسا کہ آپ کی فضیلت کے بارے میں یہ ارشاد حبیب کبریاؐ ملتا ہے کہ ''تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عوتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں''۔

(بخاری، صحاح، ابن سعد، مدارج النبوہ، صحابیات، رحمۃ للعلمینؐ ج ۲، سیرۃ النبیؐ، سیرۃ المصطفیٰؐ)

ازواج مطہرات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”یہ نبیؐ مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے اور ان (رسول اللہؐ) کی بیبیاں ان (مسلمانوں) کی مائیں ہیں....“ (ق رسورہ احزاب، آیت ٦)

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا یہ خصوصی اعزاز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نزول وحی کا حال سب سے پہلے آپ ہی کو بتایا اور آپ ہی اسلام لانے والوں میں سرِفہرست ہیں۔ حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کا تعلق قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام خویلد بن اسد تھا۔ شجرہ پدری یہ ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ (طبقات ابن سعد) حضرت بی بی خدیجہؓ کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ تھا جو اصم بن ہرم بن واحہ بن حجر بن عبد بن عامر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے پردادا حضرت قصی، رسول اللہؐ کے بھی جد اعلیٰ تھے۔ اس طرح آپ اور حضور پاکؐ ہم جد ہیں۔ (اصابہ) حضرت بی بی خدیجہؓ اپنی غیر معمولی اخلاقی عظمت اور جاہلیت کے طور طریق سے منزہ ہونے کے باعث ”طاہرہ“ کے لقب سے معروف تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا جن سے دو فرزند تولد ہوئے تھے۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد آپ عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں آئیں جن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جن کا نام ہند

تھا۔(زرقانی بحوالہ سیرت مصطفیؐ)عتیق بن عائذ نے بھی جلد ہی انتقال کیا۔

طاہرہ معظّمہ حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ اشراف قریش سے تھیں اور معززین مکہ کی طرح تجارت سے وابستہ تھیں اور اپنا مال تجارت ملک شام بھیجا کرتی تھیں۔آپ کے پاس اس کام کے لئے کئی لوگ ملازم تھے۔اللہ تعالیٰ نے خاندانی نجابت،شرافت نفس،عفت و پاکیزگی اور کثرت سے مال و دولت عطا کیا تھا لیکن پے در پے صدمات رنجیدہ خاطر رکھا کرتے تھے۔اسی اثناء میں حضور اکرم ﷺ کے صدق و دیانت،عمدہ اخلاق،اعلیٰ کردار،حسن معاملہ اور پاکیزہ طبعیت کے گھر گھر چرچے تھے،سارے قریش حضورؐ کو صادق و امین سے مخاطب کرتے تھے۔حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نے اپنے مال تجارت کے لئے حضورؐ کو شام تک تشریف لے جانے کی درخواست کی جسے حضورؐ نے منظور فرمایا اور جب نفع عظیم کے ساتھ مراجعت فرما ہوئے تو حضورؐ کے اخلاق کریمانہ،حسن معاملہ اور اقبال مندی سے متاثر ہوئیں اور خود راغب ہو کر نفیسہ نامی صاحبہ کے ذریعہ اپنا پیام بھیجا جسے حضورؐ نے قبول فرمالیا(سیرت ابن ہشام ج ا)۔تاریخ معیّن پر حضرت ابو طالب،حضرت حمزہؓ اور تمام روسائے خاندان حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور حضرت ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔اس طرح طہارت و نزاہت سے متصف قریش کی سب سے مقدس خاتون سیدہ طاہرہ حضرت بی بی خدیجہؓ کو رفاقت حبیب کبریاؐ کی مسرت و سعادت ملی،اور قیامت تک تمام مومنین کی مادر اول کا اعزاز پایا۔حضور اقدسؐ سے شادی کے وقت حضرت بی بی خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی اور حضور انورؐ کا سن مبارک ۲۵ سال تھا۔مہر کے چھ اونٹ مقرر ہوئے ایک روایت میں آیا ہے کہ پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا۔ (سیرت النبیؐ ج ا)

حضرت ام المومنین سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کی فضیلت شان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے جس میں فرمایا گیا کہ دنیا و آخرت کی چار برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔حضرت ام

المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ سے مروی یہ ارشاد مبارک حضرت ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی عظمت اور رسول اللہؐ کی آپ کے ساتھ محبت پر دال ہے۔ فرماتی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''وہ (بی بی خدیجہؓ) مجھ پر ایمان لائیں جب اوروں نے کفر اختیار کیا، انھوں نے میری تصدیق کی جب اوروں نے جھٹلایا، انھوں نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بطن سے اولاد دی جب (کہ) کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی''۔ رسول اللہؐ کی تمام اولاد بجز حضرت ابراہیمؓ، حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن اطہر سے ہوئیں، جن میں حضرت قاسمؓ سب سے بڑے اور خاتون جنت حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ سب سے چھوٹی تھیں۔ جب رسول اللہؐ پر پہلی بار وحی نازل ہوئی اور حضورؐ گھر تشریف لائے، تو حضرت بی بی خدیجہؓ نے حق رفاقت ادا کیا اور حضورؐ کے محاسن اخلاق کا اعتراف کیا، جس میں حضورؐ کی صداقت، امانت، صلہ رحمی، مہمان نوازی، ہمدردی، مروت، غریبوں کی دستگیری وغیرہ کا ذکر فرمایا اور اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ حضورؐ اس امت کے نبی ہیں (بخاری)۔ قبول اسلام کے بعد رسول اللہؐ کے ساتھ سب سے اول نماز پڑھنے کا بھی آپ کو امتیاز حاصل ہے۔ تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے ہر مرحلہ پر آقائے دوجہاںؐ کے ساتھ حق رفاقت نبھایا، ہر طرح سے ہمدردی، دلجوئی اور غمگساری کیا کرتیں، ہر ہر قدم پر حضور اکرمؐ کے ساتھ معاونت اور آپ کی راحت رسانی کے لئے ممکنہ تدابیر فرماتیں اور حضورؐ کو خوش رکھا کرتیں۔ رسول اللہؐ، حضرت بی بی خدیجہؓ کی خوب تعریف فرمایا کرتے، چنانچہ حضورؐ کا حضرت بی بی خدیجہؓ کی وفات کے بعد یہ معمول تھا کہ جب تک حضرت بی بی خدیجہؓ کا خوب ذکر نہ فرمالیتے، کاشانہ نبوت سے باہر تشریف نہ لے جاتے۔ ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ نے حضور اقدسؐ کے حضرت بی بی خدیجہؓ سے تعلق خاطر کے پیش نظر یہ عہد کیا تھا کہ ان کا حسن ذکر کرتی رہیں گی۔ (استعاب) رسول اللہؐ نے حضرت بی بی خدیجہؓ جب تک حیات رہیں دوسرا

نکاح نہیں کیا، آپ نے حضور اقدسؐ کی رفاقت میں ۲۴ سال گزارے، ہجرت سے تین سال قبل ماہ رمضان المبارک میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ بوقت وفات عمر شریف ۶۵ سال تھی۔ حضرت سیدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے وصال کا سال "عام الحزن" سے موسوم ہوا۔ حضرت ام المومنین بی بی خدیجہؓ اعلیٰ اخلاق کی حامل تھیں، بہت اچھی ماں، بہترین منتظمہ اور بڑی سوجھ بوجھ والی صاحبہ تھیں۔ آپ، رسول اللہؐ کو بہت چاہتی تھیں، اس کے باوصف تعظیم رسالت ہمیشہ آپ کا شیوہ رہا۔ حضورؐ کی تصدیق اور ہر امر کی تعمیل فرمایا کرتیں۔ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ کی عظمت و رفعت کے لئے اور آپ کے فضائل و مناقب کے اظہار کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ خالق کونین رب العالمین نے انھیں سلام بھیجا (صحیحین) یقیناً حق تعالیٰ کا سلام بھیجنا وہ فضیلت و خصوصیت ہے کہ جس میں حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

امہات المومنین میں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بعد حضرت بی بی سودہ بنت زمعہ رضؓ کو یہ فخر و اعزاز حاصل تھا کہ وہ رسول اللہؐ کے عقد نکاح سے مشرف ہوئیں۔ حضرت بی بی سودہ رضؓ نے بعثت شریف کے بعد ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا، اس لحاظ سے آپ قدیم الاسلام ہستیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ آپ کے والد زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود عامری تھے، والدہ شموس بنت قیس بن زید تھیں۔ ان کی شادی سکران بن عمرو رضؓ سے ہوئی تھی، جو ان کے چچا زاد بھائی بھی تھے (طبقات ابن سعد) حضرت بی بی سودہ اور سکران رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انھیں ایک فرزند تولد ہوئے۔ ان کا نام عبد الرحمن تھا اور جو عرصہ دراز تک حیات رہے۔ حضرت سکران رضؓ اور حضرت بی بی سودہ رضؓ جب سرزمین حبش سے مکہ معظّمہ واپس ہوئے تو یہیں پر حضرت سکران رضؓ علیل ہو گئے اور وفات پائی (سیرت النبیؐ)۔ حضرت بی بی سودہ رضؓ نے مکہ ہی میں عدت کے دن پورے کئے۔

حضرت ام المومنین بی بی خدیجہ رضؓ کے وصال کے بعد رسول اللہؐ کے گھریلو امور کی دیکھ بھال اور خود آپ کی رفاقت کے لئے کسی ایسی محترم ہستی کی ضرورت کا سبھوں کو احساس تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضؓ بن مظعون کی زوجہ خولہ بنت حکیم نے حضور اقدسؐ کی اجازت و ایماء سے حضرت سودہ رضؓ کی والدہ سے ملاقات کی اور حضور اکرمؐ کا پیغام حضرت سودہ رضؓ کے لئے دیا جس پر حضرت سودہ رضؓ اور ان کے والدین نے خوشنودی و مسرت ظاہر کی۔ حضرت سودہ رضؓ کے والد محترم حضرت زمعہ رضؓ نے چار سو درہم مہر کے عوض نکاح پڑھا (زرقانی بحوالہ صحابیات)۔ حضرت بی بی سودہ رضؓ اور حضرت بی بی عائشہ رضؓ تقریباً ایک ہی زمانہ میں حضور

انورؐ کے نکاح میں آئیں، اس لئے سیرت نگاروں میں اس بات پر اختلاف ہے کہ کس کو تقدم حاصل ہے۔حضرت بی بی سودہؓ قد و قامت کے لحاظ سے بلند و بالا تھیں۔ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ سے منقول ہے کہ وہ (حضرت بی بی سودہؓ) اپنی قد کی درازی کے سبب جلدی پہچان لی جاتی تھیں (بخاری)۔آیت حجاب کے نزول کے بعد تمام ازواج مطہرات اور صحابیات وغیرہ پردہ کا سخت اہتمام فرمایا کرتیں۔حجۃ الوداع کے بعد جب رسول اللہؐ نے گھر سے نہ نکلنے کی ہدایت فرمائی تھی، تو حضرت بی بی سودہؓ نے تادم زیست پابندی کی اور گھر سے باہر نہ نکلیں۔ازواج مطہرات کو فیضان رفاقت کے باعث جو قربت رسول اللہؐ کے ساتھ تھی، وہ محتاج تشریح و تفصیل نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت بی بی سودہؓ کی حیات مبارکہ اطاعت حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت و فرماں برداری سے عبارت تھی۔آپ کے ایثار اور اطاعت شعاری کے منور واقعات ساری امت کی عورتوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔بالخصوص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد کے بعد کہ آج کے بعد گھر سے نہ نکلنا، حضرت بی بی سودہؓ نے ایسی تعمیل فرمائی کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ''حضرت بی بی سودہؓ نے اتنی احتیاط کی کہ حضور اقدسؐ کے وفات فرمانے کے بعد کبھی بھی گھر سے باہر نہ نکلیں''۔حضرت ام المومنین بی بی سودہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ ''میں نے حج کیا، عمرہ کیا اور اب اپنے گھر میں بیٹھی ہوں، جیسا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے''۔وصف اطاعت میں آپ کا امتیاز ظاہر ہے، اسی بات سے آپ کے اخلاق عظیمہ اور اوصاف جمیلہ کا حال معلوم ہوتا ہے۔حدیث و سیرت کی کتابوں میں ام المومنین حضرت بی بی سودہؓ کی سخاوت، رحمدلی، ایثار و خدا ترسی کے بہت سارے واقعات ملتے ہیں۔ایک بار امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے ام المومنین حضرت بی بی سودہؓ کے پاس ایک تھیلی میں کچھ درہم بھیجے، آپ نے لانے والے سے دریافت فرمایا ''کیا ہے؟''۔اس نے کہا کہ ''درہم ہیں''۔تب فرمایا ''درہم تھیلی میں کھجوروں کی طرح

ہیں‘‘۔ پھر آپ نے ساری رقم مستحقین میں تقسیم کردی۔

حضرت بی بی سودہؓ کی عظیم ہستی کے بارے میں حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ کے یہ احساسات بڑی اہمیت اور وقعت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں ’’میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا، سوائے حضرت سودہؓ کے‘‘۔ یہاں تک فرمادیا کہ ’’حضرت سودہؓ کے علاوہ کسی اور کے متعلق میری یہ تمنا نہ ہوئی کہ میری روح اس کے قالب میں ہوتی‘‘ (صحابیات) طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ مزاج کے لحاظ سے جلد ناراض وخفا بھی ہوجایا کرتی تھیں، تاہم قوت برداشت بھی زیادہ تھی و نیز مزاج کا پاکیزہ اور شائستہ مذاق بھی انھیں قدرت نے ودیعت کیا تھا۔ آپ اپنی گفتار کی اسی خصوصیت کی بنا پر حضور اقدسؐ کو محظوظ فرمایا کرتیں تھیں۔ حضرت بی بی سودہؓ نے خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمرؓ کے آخری ایام خلافت میں وفات پائی، تاریخ بخاری کی اس روایت کو صحیح مانا جاتا ہے جب کہ بعض متقدمین نے مثلاً حافظ ابن حجر نے ۵۵ھ کو ام المومنین حضرت بی بی سودہؓ کا سن وفات قرار دیا ہے۔ (سیرت النبیؐ)

ام المومنین حضرت بی بی سودہؓ سبقت اسلام کے لحاظ سے بھی ممتاز تھیں، توحید و رسالت پر پختہ ایمان نے انھیں قدیم عقائد، رسم و رواج اور توہمات سے ہر وقت مجتنب رکھا اور راہ حق میں ہر مصیبت کو جھیلنے کا حوصلہ بخشا۔ حبشہ کی ہجرت کی ایک مثال کافی ہے۔ احکام دین کی پابندی میں امہات المومنین پوری نسوانی دنیا کے لئے ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔ حضرت بی بی سودہؓ کا اس سلسلہ میں نمایاں موقف پوشیدہ نہیں۔ پابندئ صلوۃ، نماز شبانہ اور کثرت نوافل ان کے خصائص سے تھے۔

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ''اے عائشہ! جبرئیل تم کو سلام کہتے ہیں''۔حضرت بی بی عائشہؓ نے کہا ''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ'' (بخاری ومسلم) حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہؓ، رسول اللہؐ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔آپ کا اسم مبارک ''عائشہ'' لقب صدیقہ اور حمیرا اور ام المومنین خطاب تھا۔آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔رسول اللہؐ نے آپ کو ''بنت الصدیق'' سے بھی مخاطب فرمایا ہے۔(ترمذی شریف) حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدہ ماجدہ ام رومان تھیں۔ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال ہوئی (ابن سعد) حضرت عائشہؓ ۱۰ نبوی میں بمقام مکہ معظّمہ رسول اللہؐ کے حبالہ نکاح میں آئیں اور یکم ھ مدینہ منورہ میں رخصتی عمل میں آئیں۔(رحمۃ للعلمینؐ) بعض ارباب سیر نے نبوت کے پانچویں سال آپ کی ولادت بتائی ہے (سیرت عائشہؓ۔مولفہ علامہ سلیمان ندوی) آپ کا مہر پانچ سو درہم تھا۔(احمد)

رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد حضرت بی بی عائشہؓ تین سال تک اپنے میکہ میں رہیں۔ہجرت کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اہل وعیال کو مدینہ منورہ بلایا تو رخصتی عمل میں آئی۔رخصتی کے وقت آپ کی عمر شریف نو سال تھی۔حضرت عائشہؓ نے رخصتی کے بعد پڑھنا سیکھا تھا۔آپ قرآن شریف دیکھ کر پڑھا کرتی تھیں (بخاری) آپ ضروریات دین سے کامل واقفیت رکھتی تھیں۔علوم دین کے ساتھ تاریخ ادب وطب پر بھی آپ کی نظر تھی۔علوم دینیہ کے لئے آپ کو یہ نعمت میسر تھی کہ آپ معلم انسانیت ہادی شریعت سے ہمہ وقت فیض پایا کرتی تھیں۔تعلیم وارشاد کی مجالس حجرہ مبارکہ سے قریب مسجد نبوی

شریف میں منعقد ہوا کرتی تھیں اس طرح مجالس نبویؐ میں شرکت کا حجرہ اقدس سے ہر وقت موقع حاصل تھا جب حضور پاکؐ گھر میں تشریف لاتے تو جو باتیں پوچھنے اور دریافت کی ہوتیں معلوم کرلیا کرتیں۔ رات دن علوم و معارف کے چرچے رہتے۔ آپ کو ہر مسئلہ اورہ ہر بات حضور انورؐ سے پوچھنے اور تشفی پانے کا پورا موقع حاصل تھا۔ (سیرت عائشہؓ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بارگاہ خداوندی سے غیر معمولی صلاحیتیں، قابلیت، فہم و ذکاوت اور علم کی دولت ملی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے فیضان خاص نے مزید جلا بخشی مروجہ اسلامی اور معاشرتی علوم میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔ حضرت بی بی عائشہؓ کے فضائل و مناقب حد و شمار سے باہر ہیں۔ صحابہ کرام اور تابعین کی جماعت کثیرہ نے آپ سے روایتیں لی ہیں۔ حضرت عروہؓ بن زبیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو معانی قرآن، احکام حلال وحرام، اشعار عرب اور علم انساب میں حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ (مدارج النبوہ) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجہ کو پہنچے مگر عورتوں میں صرف حضرت مریم دختر عمران اور حضرت آسیہ زن فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر''۔ (بخاری) حضرت بی بی عائشہ کے اعظم فضائل اور مناقب میں سے ہے کہ حضور اکرمؐ ان سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے۔ حضرت بی بی عائشہؓ سے کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بخاری و مسلم میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں۔ صحابہ و تابعین میں سے جماعت کثیر نے ان سے روایتیں لی ہیں۔ (مدارج النبوہ)

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی حفصہؓ حضرت امیر المومنین عمر بن خطابؓ کی صاحبزادی تھیں، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت زینب بنت مظعون تھا۔ بعثت شریف سے پانچ سال قبل مکہ مکرمہ میں تولد ہوئیں۔حضرت عمر بن خطابؓ کے ایمان لانے کے باعث آپ کا سارا خاندان مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا، لہذا حضرت بی بی حفصہؓ بھی ان کے ساتھ ایمان لائیں۔آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہؓ سے ہوا تھا، وہ بھی مسلمان ہو چکے تھے اور ہجرت بھی کی تھی۔حضرت خنیسؓ بن حذافہ نے جنگ بدر میں مجاہدانہ حصہ لیا اور راہ حق میں شدید زخم کھائے۔مدینہ منورہ واپسی کے بعد انھوں نے وفات پائی اور حضرت بی بی حفصہؓ بیوہ ہو گئیں۔(استیعاب، طبقات، اسد الغابہ بحوالہ صحابیات) ایک اور قول کے بموجب حضرت خنیسؓ نے بعد از غزوہ احد رحلت پائی (مدارج النبوہ)۔حضرت خنیسؓ سابقین میں سے تھے، انھوں نے ہجرت حبشہ اور حجرت مدینہ منورہ دونوں ہجرتیں کی تھیں۔ بدر و احد دونوں غزوات میں شرکت کی اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ منورہ میں وفات پائی (رحمۃ للعلمین ج ۲)۔حضرت خنیسؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرات ابو بکرؓ وعثمان بن عفانؓ سے حضرت بی بی حفصہؓ کا ذکر کیا، دونوں خاموش رہے۔ بعد ازاں رسول اللہؐ نے حضرت بی بی حفصہؓ کے لئے پیام دیا اور حضرت عمرؓ نے حضرت بی بی حفصہؓ کا نکاح حضور اکرمؐ سے کر دیا، اس طرح آپ ام المومنین ہوئیں (مدارج النبوہ)۔ام المومنین حضرت بی بی حفصہؓ بڑی عابدہ، زاہدہ، صادقہ اور کاملہ تھیں۔علم وفضل اور عبادت وریاضت میں بڑا بلند رتبہ تھا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی

"وہ (حضرت بی بی حفصہؓ) بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہیں اور وہ بہشت میں آپ کی زوجہ ہیں"۔ (استیعاب بحوالہ رحمۃ للعمینؐ)

ام المومنین حضرت بی بی حفصہؓ بہت اعلیٰ دماغ کی حامل تھیں، آپ کو تعلیم و تفہیم کا بڑا شوق تھا۔ حضرات عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، حارثہ بن وہب اور عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہم کے علاوہ صفیہ بنت ابی عبیدہؓ اور ام بشیر انصاریہؓ آپ کے دائرہ تلامذہ میں داخل تھے۔ کتب احادیث میں آپ سے احادیث منقول ہیں (زرقانی بحوالہ صحابیات)۔ حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ اور ام المومنین بی بی حفصہؓ میں بہناپا تھا، اکثر معاملات میں ایک دوسرے کے شریک رہا کرتیں۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "بی بی حفصہؓ اپنے والد کی طرح راسخ الارادہ ہیں"۔ (سنن ابی داؤد بحوالہ ایضاً)

اسد الغابہ کے حوالے سے مؤلف صحابیات نے ام المومنین بی بی حفصہؓ کا سنہ وفات ۴۱ھ بتایا ہے۔ سنہ وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ وفات سے پیشتر اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس وصیت کی تجدید کی، جو حضرت عمرؓ نے ان کو کی تھی۔ کچھ جائداد بھی وقف کی اور کچھ مال صدقہ میں دیا۔ مروان بن حکم نے جو اس وقت مدینہ منورہ کا گورنر تھا، نماز جنازہ پڑھائی اور ام المومنین بی بی حفصہؓ کے بھائیوں حضرات عبداللہ اور عاصمؓ اور برادرزادگان حضرات سالم، عبداللہ اور حمزہؓ نے قبر میں اتارا۔

(سیرت النبی ج ۲)

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی زینب بنت خزیمہؓ کا لقب ام المساکین تھا۔ استیعاب میں آپ کا نسب نامہ اس طرح ملتا ہے، زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ (بحوالہ صحابیات) آپ کی پیدائش بعثت نبویؐ سے تقریباً چودہ سال قبل ہوئی تھی۔ حضرت زینب بنت خزیمہؓ پہلے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی زوجیت میں تھیں، جنھوں نے غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ حضرت بی بی زینب بنت خزیمہؓ ایام جاہلیت میں بھی مسکینوں پر بہت شفقت فرماتی تھیں اور انھیں بہت زیادہ کھانا کھلایا کرتی تھیں، اسی وجہ سے اس زمانے میں آپ ام المساکین سے مخاطب کی جانے لگی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی احد میں شہادت کے بعد حضرت بی بی زینب بنت خزیمہؓ رسول اللہؐ کے حبالہ نکاح میں آئیں اور ام المومنین بنیں۔ یہ مبارک واقعہ رمضان ۳ ہجری کا ہے، آپ کا زرمہر بارہ اوقیہ قرار پایا۔ (طبقات کبیر)

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ اپنی نیکی، رحمدلی، غرباء و مساکین پر شفقت و مہربانی اور ضرورت مندوں کی دستگیری اور اطعام طعام کی خصوصیات سے کبھی بھی دور نہ ہوئیں۔ ام المومنین بننے کے بعد آپ کا دست سخاوت اور عطا و بخشش کا سلسلہ اور وسیع ہو گیا، لیکن آپ کو رسول اللہؐ کی رفاقت کا زیادہ مدت تک موقع میسر نہیں آیا۔ بہت کم عرصہ آپ حیات رہیں، حرم نبوی میں شامل ہونے کے چند ماہ بعد آپ جنت کو سدھاریں۔ ام المومنین بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بعد آپ رسول اللہؐ کی پہلی زوجہ مطہرہ ہیں، جو آپ کے سامنے ہی دنیا سے رخصت ہوئیں۔ کتاب حیات محمدؐ (ہیکل)

بعض اہل سیر آپ کے ام المومنین بننے کے دو ماہ بعد وفات پانے کی بات کہتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ آپ چھ ماہ رہیں اور چند کا کہنا ہے کہ آٹھ ماہ بعد راہی جنت ہوئیں (مدارج النبوہ) رسول اللہ ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ مواہب میں لکھا ہے کہ آپ نے ماہ ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں ایک قبہ تھا، جس کو قبہ ازواج کہا جاتا تھا، وہیں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ ام المومنین حضرت بی بی زینب بنت خزیمہؓ کی عمر شریف بوقت وفات تیس سال تھیں۔ (زرقانی بحوالہ سیرت مصطفیؐ) حضرت ام المومنین بی بی زینبؓ ماں کی طرف سے حضرت ام المومنین بی بی میمونہؓ کی بہن تھیں۔

حضرت ام المومنین بی بی زینب بنت خزیمہؓ بڑی نیک، عبادت گزار، اطاعت الٰہی اور رسول اللہؐ سے محبت و وارفتگی میں ممتاز تھیں۔ اگرچہ کہ بہت کم مدت آپ ام المومنین بننے کے بعد حیات رہیں، لیکن اس مختصر سے عرصہ ہی میں آپ عظمت و رفعت کی اس منزلت پر جلوہ گر ہوئیں، جہاں رفاقت حبیب کبریاؐ کا شرف اور مومنین کی قابل احترام ماں ہونے کا اعزاز ملتا ہے۔

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا

مسلم شریف میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ''رسول اللہؐ کے پاس حضرت جبرئیل امینؑ آئے اور آپ کے پاس حضرت بی بی ام سلمہؓ تھیں، حضرت جبرئیلؑ باتیں کرنے لگے، پھر کھڑے ہوئے تو رسول اللہؐ نے ان (حضرت بی بی ام سلمہؓ) سے دریافت فرمایا کہ ''یہ کون شخص تھے؟'' ۔انھوں نے عرض کی ''دحیہ کلبی تھے، ہم تو ان کو دحیہ کلبی سمجھے (حالانکہ وہ حضرت جبرئیلؑ تھے)''۔ (کتاب الفضائل، مسلم) یعنی جب رسول اللہؐ نے بیان فرمایا کہ جبرئیلؑ آج میرے پاس آئے تھے، اس وقت معلوم ہوا کہ وہ شخص دحیہ کلبی نہ تھے، بلکہ حضرت جبرئیلؑ تھے۔ اس حدیث شریف سے حضرت ام المومنین بی بی سلمہؓ کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتہ آدمیوں کی صورت بن سکتا ہے اور اکثر جبرئیلؑ دحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔

(شرح نووی ترجمہ وحیدی)

حضرت ام المومنین بی بی ام سلمہؓ اپنی غیر معمولی فضیلت اور علم وفہم کے باعث ازواج مطہرات میں اس طرح ممتاز تھیں کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ کے بعد بہ لحاظ فضل و کمال آپ ہی تھیں۔ آپ کا اصل نام ہند تھا لیکن اپنی کنیت سے معروف ہوئیں۔ والد ماجد کا نام ابو امیہ بن مغیرہ تھا، جن کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھیں۔ ابو امیہ کا اصلی نام حذیفہ تھا۔ ان کا دست سخاوت کشادہ رہا کرتا تھا، وہ مکہ کے فیاض لوگوں میں شمار ہوتے تھے، اکثر سفر کے مواقع پر پورے قبیلہ کی کفالت کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی صاحبزادی ہند (بی بی ام سلمہ) کا نکاح

ابوسلمہ بن عبدالاسد سے کیا تھا۔ حضرت بی بی ام سلمہؓ اور حضرت ابوسلمہؓ قدیم الاسلام تھے، بعثت شریف کے بعد جلد ایمان لانے والوں میں ان دونوں کا شمار ہوتا ہے، اسی طرح حبشہ کی طرف ہجرت میں بھی دونوں محترم سابقون الاولون برابر شریک رہے، انھیں تین فرزند اور ایک دختر تولد ہوئیں۔ حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں ہجرتوں کی برکات ان حضرات کے حصہ میں آئیں (اصابہ بحوالہ صحابیات)۔ اسد الغابہ اور دیگر کتب تاریخ وسیر میں حضرت ابوسلمہؓ اور بی بی ام سلمہؓ اور فرزند حضرت سلمہؓ کے ہجرت مدینہ سے متعلق نہایت منفرد اور پر اثر تفصیلات ملتی ہیں۔ حضرت ابوسلمہؓ کے گھر والوں نے حضرت سلمیٰ کو چھین لیا، حضرت بی بی ام سلمہؓ کے قبیلہ والے انھیں اپنے ساتھ بلالے گئے اور حضرت ابوسلمہؓ کو تنہا مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی۔ ایک سال بعد حضرت ام سلمہؓ کے میکہ والوں نے انھیں اجازت دے دی اور سسرال والوں نے فرزند سلمہ کو واپس کر دیا اور آپ تنہا مدینہ منورہ کی طرف نکل پڑیں۔ حضرت عثمانؓ بن طلحہ نے انھیں اونٹ پر سوار کر کے خود پیدل مہار پکڑے ہوئے نہایت اکرام واحترام کے ساتھ مدینہ منورہ تک پہنچا دیا۔ (رحمۃ للعلمینؐ ج ۲) حضرت بی بی ام سلمہؓ پہلی خاتون ہے جو ہودج میں سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے داخل ہوئیں۔ (مدارج النبوہ) اگر چہ اس دور میں مسلمان مختلف مشکلات کا ایمانی حوصلہ سے سامنا کر رہے تھے، مگر جو مصیبتیں خاندان ابوسلمہؓ کو اٹھانی پڑیں، اس کا ہر ایک کو احساس تھا۔ حضرت ابوسلمہؓ نے غزوہ احد میں اس قدر شدت کے ساتھ جدال کیا کہ زخمی ہو گئے اور چند دنوں کی علالت کے بعد مرتبہ شہادت حاصل کیا۔ طبقات کبیر، اصابہ، زرقانی اور عیون الاثر کے بموجب حضرت ابوسلمہؓ کی وفات جمادی الآخر ۴ھ میں ہوئی۔ زرقانی میں ہے کہ حضرت ابوسلمہؓ کی نماز جنازہ میں رسول اللہؐ نے ۹ تکبیریں کہیں، جب لوگوں نے اس بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا ''یہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے''۔ (صحابیات) تکمیل عدت کے بعد حضرت بی بی ام سلمہؓ، رسول اللہؐ کے حبالہ عقد میں آئیں اور ام

المومنین بنیں۔ آپ نے پہلے ہی دن اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ دیگر ازواج مطہرات کی طرح آپ کو رسول اللہؐ نے دو چکیاں، دو مشکیزے، ایک چرمی تکیہ (جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی) عنایت کیا۔

(طبقات ابن سعد)

ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ بہترین مشیر اور صائب الرائے تھیں، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا تھا کہ ''آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں، باہر نکل کر خود قربانی کیجئے اور حلق کیجئے''۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا، تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا ارشاد ناطق ہے اور حضورؐ خود اس پر عمل پیرا ہیں، تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا۔ (بخاری)

علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ''اہل سیر متفق اللفظ ہیں کہ ازواج مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہؓ نے وفات پائی، لیکن ان کے سنہ وفات میں نہایت اختلاف ہے۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ واقعہ حرہ تک حیات تھیں، جو ۶۳ھ میں پیش آیا تھا۔ وفات شریف کے وقت عمر شریف ۸۴ سال تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انھیں رسول اللہؐ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ علم وفضل وکمال میں ممتاز تھیں۔ (سیرت النبیؐ حصہ ۲)

آیت تطہیر آپ ہی کے مکان میں نازل ہوئی تھیں، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ''تم اپنی جگہ پر اچھی ہو''۔ (ترمذی) اصابہ میں ہے کہ آپ کمال عقل اور اصابت رائے سے متصف تھیں۔ ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ کو حدیث شریف سننے کا بہت شوق تھا، آپ سے جملہ ''۳۷۸'' احادیث مروی ہیں، جن کے منجملہ صحیحین میں تیرہ اور صرف بخاری میں تین و نیز صرف مسلم میں تیرہ، مابقی ۳۴۹ دیگر کتب احادیث میں ہیں۔ (رحمۃ للعلمینؐ ج ۲)

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی زینب بنت جحش رضؓ کا تعلق خاندان اسدیہ سے تھا، آپ کی والدہ بی بی امیمہ حضرت عبد المطلب کی صاحبزادی اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔(مدارج النبوہ) حضرت بی بی زینبؓ نے ابتدائے عہد ظہور اسلام میں ایمان لایا، اسی وجہ سے آپ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے(ابن کثیر) آپ کے تمام بھائی اور بہنیں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔حضرت بی بی زینبؓ کا قدیم نام برہ تھا، رسول اللہؐ نے بدل کر زینب رکھا۔ وہ پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی اور عدت کا زمانہ پوارہونے کے بعد حضور اکرمؐ کے حبالہ عقد میں آئیں اور ام المومنین بنیں (مدارج)۔جب حضرت بی بی زینبؓ کا نکاح رسول اللہؐ سے ہوا، اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا(رحمۃ للعلمینؐ ج ۲)۔رسول اللہؐ نے اپنی کسی بیوی کا ولیمہ اس شان سے نہیں کیا، جس شان سے حضرت زینبؓ کا ولیمہ کیا، ان کا ولیمہ بکری کے گوشت سے کیا۔ (صحابیات)

محمد بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت بی بی زینبؓ نے حضور انور ﷺ سے عرض کیا ’’یا رسول اللہؐ! میں آپ کی کسی بیوی کی طرح نہیں ہوں، ان میں سے کوئی عورت ایسی نہیں جس کا نکاح باپ یا بھائی یا خاندان کی ولایت میں نہ ہوا ہو، سوائے میرے کہ مجھے اللہ نے آسمان سے آپ کی زوجیت میں دیا‘‘۔(طبقات ابن سعد) مذکورہ روایتیں گویا ام المومنین حضرت بی بی زینبؓ کی خصوصیات نکاح کی مظہر ہیں، جن میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ اسی خیال سے حضرت بی بی

زینبؓ کے متعلق فرماتی تھیں۔ ''ازواج مطہرات میں یہی ایک تھیں جن کو مجھ سے مساوات کا دعویٰ تھا''۔ (اصابہ بحوالہ صحابیات)

حضرت بی بی زینبؓ ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئیں اور بعض کہتے ہیں کہ ۵ھ میں آپ کا حضورؐ سے نکاح ہوا (عیون الاثر)۔ مہر چار سو درہم مقرر ہوا (ابن ہشام)۔ حضرت بی بی زینبؓ کو تین باتوں کی وجہ سے بڑا ناز و افتخار تھا، وہ رسول اللہؐ سے کہا کرتی تھیں کہ ''یارسول اللہ! میں تین وجہ سے آپ پر ناز کرتی ہوں (۱) میرے اور آپ کے جدامجد ایک ہیں (یعنی حضرت عبدالمطلب، حضرت بی بی زینب رسول اللہؐ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں) (۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح مجھ سے آسمان پر فرمایا۔ (۳) حضرت جبرئیلؑ اس بارے میں ساعی رہے''۔ (زرقانی بحوالہ سیرۃ المصطفیٰؐ)

ام المومنین حضرت بی بی زینبؓ نے ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ صدیقہ سے متعلق دریافت کئے جانے پر یوں فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! عائشہؓ کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں جانتی''۔ چنانچہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ نے حضرت بی بی زینبؓ کے ورع و تقویٰ کا اس طرح ذکر فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ورع اور پرہیزگاری کی بدولت زینب بنت جحشؓ کو اس فتنہ (افک کے معاملہ میں) سے محفوظ رکھا'' (بخاری)۔ حضرت بی بی زینبؓ فیاض، فراغ دست، متوکل اور قانع، یتامیٰ و مساکین کی سرپرست اور فقراء کی پشت پناہ تھیں۔ آپ صناع تھیں یعنی چمڑا پکاتی تھیں اور اس کی آمدنی راہ خدا میں صدقہ کر دیتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''زینب اواہ (یعنی بڑی عابدہ و زاہدہ) ہیں''۔ (اصابہ) حضرت بی بی زینب بنت جحشؓ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ وفات شریف کے وقت آپ کی عمر شریف ۵۳ سال تھی، رسول اللہؐ کے تابوت پر لحد تک پہنچایا گیا، حضرت امیرالمومنین عمر بن خطابؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ حضرت بی بی عائشہؓ کو آپ کی وفات کا زیادہ صدمہ تھا۔ آپ نے فرمایا ''وہ نیک بخت بیوی چلی گئیں اور یتامیٰ و بیوگان کو بے چین کر گئیں''۔ (صحابیات)

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی تھیں، بنی خزاعہ کی شاخ مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا پہلا عقد مسافع بن صفوان مصطلقی کے ساتھ ہوا تھا، وہ آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت بی بی جویریہؓ غزوہ مریسیع جسے جنگ بنی مصطلق بھی کہا جاتا ہے، میں اسیر ہوئیں، حضرت ثابت بن قیسؓ جنھوں نے آپ کو اسیر کیا تھا، بعد میں مکاتیب کر دیا۔ حضرت بی بی جویریہؓ نے چوں کہ سرادر کی بیٹی اور بہت نازک مزاج تھیں، اس وجہ سے مکاتبت چاہی تھی اور پھر رسول اللہؐ سے آ کر عرض کیا کہ میری آزادی کے سلسلہ میں آپ اعانت فرمائیں۔ حضور اقدسؐ نے نہ صرف زر کتابت ادا فرمایا، بلکہ حبالہ نکاح میں داخل کر کے وہ شرف بخشا کہ ساری امت کی قابل تعظیم ماں قرار پائیں۔

حضرت بی بی جویریہؓ کے ام المومنین بن جانے کی بات معلوم ہوتے ہی، جنگ بنی مصطلق میں غنیمتوں سے بہرہ مند مسلمانوں نے بنو مصطلق کے تمام اسیران جنگ کو بخوشی آزاد کر دیا۔ مسلمانوں کے پیش نظر قرابت نبویؐ کا پاس تھا، چوں کہ بی بی جویریہؓ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ نے فرمایا کہ ''میں نے کسی عورت کو (حضرت بی بی) جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے وجہ برکت نہیں دیکھا''۔ چند روز بعد ان کے والد حارث نے بہت سارا مال لے کر عزم مدینہ کیا، راستہ میں ایک جگہ اپنے پسندیدہ دو اونٹ چھپا دیئے۔ حارث کو ابھی تک یہ بات معلوم نہ ہوئی تھی کہ ان کی صاحبزادی اب اسیر جنگ نہیں، بلکہ حرم نبوت میں داخل ہو کر کمال عزت پا چکی ہیں۔ جب حارث مدینہ

منورہ آئے اور بارگاہ رسالت پناہیؐ میں حاضری دے کر اپنا مدعا بیان کیا، تب سرکار دوعالمؐ نے دریافت فرمایا کہ ''وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم نے عتیق کی گھاٹی میں چھپا دیا ہے؟''۔ اس انکشاف حقیقت کا حارث پر فوری اور گہرا اثر ہوا اور وہ اسی دم مشرف بہ اسلام ہو گئے اور انھیں اس بات کے معلوم ہونے پر سارے جہاں کی خوشیاں مل گئیں کہ ان کی صاحبزادی اسیر جنگ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ حرم نبویؐ کی زینت اور ام المومنین ہیں اور جن کے سبب بنی مصطلق کے تمام قیدی آزاد ہوئے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ضرار دولت ایمان سے مالامال اور نہایت مسرور و مطمئن واپس لوٹ گئے۔

ام المومنین حضرت بی بی جویریہؓ کا قدیم نام برہ تھا، جسے حضور اقدسؐ نے بدل ڈالا۔ آپ بڑی عابدہ، زاہدہ، خوش اخلاق و اطوار، خوددار، نظافت پسند، خوبرو، کریم النفس، سخی مزاج، قناعت پسند اور رسول اللہؐ سے بے پناہ محبت و وابستگی رکھتی تھیں۔ حضور اقدس بھی ان کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ آپ کے ذوق عبادت و ریاضت کو دیکھ کر خاص اذکار تلقین فرمایا کرتے۔ حضرت بی بی جویریہؓ نے ۶۵ سال کی عمر شریف میں ۵۶ھ میں وفات پائی۔

ام المومنین حضرت بی بی جویریہؓ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، کتب احادیث میں آپ سے مرویات کی تعداد سات ہے۔ آپ کے دو بھائی عبد اللہؓ اور عمروؓ تھے اور بہن کا نام عمرہ بنت الحارث تھا۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت بی بی جویریہؓ اور دوسرے اسیران بنی مصطلق کی رہائی کے لئے فدیہ لے کر آپ کے بھائی عبد اللہ آئے تھے، لیکن مولف صحابیات نے اسد الغابہ کے حوالے سے آپ کے والد حارثؓ کے آنے کی بات لکھی ہے۔ ابن ہشام میں بھی ایسا ہی ہے، البتہ حضور اکرمؐ سے حضرت بی بی جویریہؓ کے نکاح کا واقعہ، آپ کے والد محترم حضرت حارثؓ کے اسلام لانے کے بعد کا بتایا گیا ہے۔

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی ام حبیبہؓ کا اصلی نام ''رملہ'' بنت ابوسفیان بن حرب ہے اور والدہ کا نام صفیہ بنت العاص ہے، جو رشتہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کی پھوپھی تھیں۔ آپ پہلے عبیداللہ بن جحش کی منکوحہ تھیں، دونوں مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ عبیداللہ بن جحش بدنصیب دین حقہ سے منہ موڑ کر، حالت ارتداد میں واصل جہنم ہو گیا، اس کے برخلاف حضرت بی بی ام حبیبہؓ بفضلہ تعالیٰ دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ عبیداللہ بن جحش کے ارتداد کی خبر سن کر قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد صدمہ ہوا اور حضورؐ نے ان (حضرت ام حبیبہؓ) کی دل جوئی کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کر، حضرت بی بی ام حبیبہؓ کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ نجاشی کو جب یہ فرمان نبوت پہنچا، تو انھوں نے اپنی ایک خاص خادمہ کو، جس کا نام ''ابرمہ'' تھا، حضرت بی بی ام حبیبہؓ کے پاس بھیجا اور رسول اللہؐ کے پیغام کی خوش خبری دی۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہؓ اس خوش خبری کو سن کر اس قدر مسرور ہوئیں کہ اپنے کچھ زیوارت بطور انعام ابرمہ کو عطا کیا اور اپنے ماموں زاد بھائی حضرت خالدؓ بن سعید بن ابی وقاص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس روانہ کیا۔ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں مجلس نکاح منعقد کی، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں خود ہی خطبہ نکاح پڑھ کر، حضرت بی بی ام حبیبہؓ کو رسول اللہؐ کے رشتہ ازدواج میں باندھ دیا، چار سو دینار مہر معجّل حضرت خالد بن سعیدؓ (وکیل حضرت ام حبیبہؓ) کو ادا کیا اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت مبارکہ کے تحت حضار محفل کی بڑے اہتمام کے ساتھ ضیافت کی گئی۔ نجاشی نے

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے ہمراہ حضرت ام حبیبہؓ کو حضور انورؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ وداع کیا۔

کتب سیر میں لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی ام حبیبہؓ نہایت پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات کی جامع، بلند ہمت، سخی طبعیت کی مالکہ اور قوی الایمان تھیں۔ ان کے والد ابوسفیان جب کفر کی حالت میں تھے اور صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ آئے تو بے تکلف ان کے مکان میں جا کر بستر نبوت پر بیٹھ گئے۔ حضرت بی بی ام حبیبہؓ نے اپنے باپ کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی اور یہ کہہ کر اپنے باپ کو بستر سے اٹھا دیا کہ یہ بستر نبوت ہے، میں کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ایک ناپاک مشرک اس پاک بستر پر بیٹھے، اس لئے کہ ایمان کی بنیاد پر دنیوی رشتے باقی ہیں، جب ایمان ہی نہیں تو رشتہ کہاں؟۔ ماں باپ ہوں یا دیگر اقرباء ان سے میل جول اور تعلقات صرف اور صرف ایمان ہی کی وجہ سے ہے اور جو ایمان سے عاری ہے، ان سے اجتناب لازم ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ قرب رسول کی بدولت حضرت بی بی ام حبیبہؓ کی روایات بخاری ومسلم میں ۶۵ کی تعداد میں ہیں۔ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں ازواج مطہرات کے حظیرہ میں مدفون ہوئیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی صفیہ بنت حییؑ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی صفیہؓ، حییؑ بن اخطب کی صاحبزادی تھیں، جن کا نسب مبارک کہ ہارون بن عمران سے جاملتا ہے۔ آپ بنوقریظہ اور بنونضیر کی سیدہ تھیں، جو یہود کے دویکجدی خاندان تھے۔ حضرت بی بی صفیہؓ کے والد اور نانا اپنی قوم کے باعزت سردار تھے، بنی اسرائیل کے عرب قبائل میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت صفیہ، سلام بن مشکم سے طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں، لیکن کنانہ جنگ خیبر میں قتل ہوا اور اس کے اہل وعیال اسیر ہوئے۔ انہیں میں حضرت بی بی صفیہ بھی تھیں۔ جنگ خیبر میں تمام نامی سردار مارے گئے تھے، جن میں حضرت صفیہؓ کے والد اور بھائی بھی شامل تھے۔ تقسیم اموال غنیمت کے موقع پر صحابی رسول حضرت دحیہ کلبیؓ نے ایک لونڈی کے لئے درخواست کی، اجازت پر حضرت صفیہؓ کا انتخاب کیا گیا، لیکن حضرت بی بی صفیہ کی خاندانی وجاہت اور عزت و وقار کے پیش نظر انھیں حضرت دحیہ کلبیؓ کے حوالے کرنے کے بجائے، صحابہ کرام نے انھیں آزاد کرنے اور حضور اقدسؐ کے لئے خاص کر دینے کا معروضہ کیا، چنانچہ حضرت صفیہ آزاد ہوئیں اور ام المومنین بنیں۔ یہ واقعہ ۷ھ کا ہے، مقام صہبا میں دعوت ولیمہ ہوئی (ابن سعد) مدینہ منورہ میں دیگر امہات المومنین بطور خاص حضرت بی بی صفیہؓ کو دیکھنے کے لئے حارث بن نعمان کے مکان آئیں، جہاں حضور اقدسؐ نے ان کے قیام کا انتظام کیا تھا۔

ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے حضرت بی بی صفیہؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا "کیوں روتی ہو؟"۔ انھوں نے عرض کیا "میں نے سنا ہے کہ (حضرت بی

بی) حفصہؓ مجھے حقیر سمجھتی ہیں اور اپنے لئے بطور فخر کہتی ہیں کہ ہمارا نسب رسول اللہؐ سے ملتا ہے"۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ "تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہو؟ میرے باپ ہارونؑ، چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر محمدؐ ہیں"۔ (رحمۃ للعلمین ج ۲)

ام المومنین حضرت بی بی صفیہؓ، رسول اللہ ﷺ کو نہایت محبوب رکھتیں تھیں۔ جب حضورؐ علیل ہوئے اور تمام ازواج مطہرات عیادت کے لئے آئیں، تو حضرت بی بی صفیہؓ بہ حسرت کہنے لگیں "یا نبی اللہؐ! کاش آپ کی تمام تکلیفیں مجھے مل جاتیں"۔ یہ سن کر سب امہات المومنین ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "واللہ! وہ سچی ہے"۔ (صحابیات بہ حوالہ اصابہ) حضرت بی بی صفیہؓ بڑی فیاض، سخی اور کشادہ دست تھیں۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ نے اپنے کانوں کے طلائی زیور حضرت بی بی سیدہ فاطمہ زہراؑ اور دیگر ازواج مطہراتؓ کو بطور تحفہ دے دیا۔

ام المومنین حضرت بی بی صفیہؓ بڑی متقی، عبادت گزار، قناعت پسند، حلیم، بردبار، باوقار، عاقلہ، فاضلہ، صابرہ اور شاکرہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ کی بڑی دلجوئی فرمایا کرتے، خود حضرت بی بی صفیہؓ کو علوم نبویہ سے قلبی لگاؤ تھا۔ آپ نے حضور اقدسؐ سے خوب اکتساب کیا۔ اکثر لوگ آپ سے مسائل دریافت کرتے۔ کتب احادیث میں آپ کی مرویات کی تعداد دس ہے (مدارج النبوہ) حضرت بی بی صفیہ، محاسن اخلاق کا مثالی نمونہ تھیں، آپ نے ساٹھ سال عمر پائی، ۵۰ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (صحابیات) حضرت ام المومنین بی بی صفیہؓ کے ماموں حضرت رفاعہ بن سموالؓ صحابی تھے، ان سے مروی حدیث موطا امام مالک میں موجود ہے۔ (رحمۃ للعلمین ج ۲)

ام المومنین حضرت سیدہ بی بی میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت بی بی میمونہؓ کا نام برہ تھا، رسول اللہ ﷺ کے حبالہ نکاح میں آنے کے بعد، حضور اقدسؐ نے اسم مبارک میمونہ رکھا۔ ان کے والد کا نام حارث تھا اور والدہ کا نام ہند تھا۔ آپ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کی زوجیت میں تھیں، ان سے طلاق کے بعد ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ابورہم کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ کی تحریک پر ام المومنین بنیں۔ حضرت بی بی میمونہؓ کا نکاح حضور اقدسؐ سے ماہ ذی قعدہ ۷ھ میں ہوا۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ نکاح مبارکہ، زفاف اور وفات ایک ہی موضع سرف میں ہوئی جو مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کی وفات کے متعلق مشہور ترین قول ۵۱ھ ہے، تاہم اقوال مختلفہ میں سنہ وفات ۶۱ھ، ۶۲ یا ۶۳ھ بھی ملتا ہے۔

ام المومنین حضرت بی بی میمونہؓ کے اخلاق و سیرت سے متعلق حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ کا فرمانا ہے کہ ''(بی بی) میمونہؓ ہم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کا خیال رکھنے والی تھیں''۔ حضرت بی بی میمونہؓ بڑی صالحہ اور اوامر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں اور اس بارے میں بہت شدید تھیں، فضائل و کمالات میں اپنی مثال آپ تھیں۔ حضرت بی بی میمونہؓ سے کئی حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے سات متفق علیہ ہیں، ایک بخاری، ایک مسلم اور باقی دیگر کتابوں میں ہیں۔

حضرت ام المومنین بی بی میمونہؓ کی چار بہنیں تھیں (۱) ام الفضل لبابۃ الکبری (۲) لبابۃ الصغریٰ (۳) عصماء (۴) غرہ اور والدہ کی طرف سے بھی ان کی چار بہنیں تھیں۔ حضرت بی بی میمونہؓ بڑی فاضلہ، کاملہ، زاہدہ اور عابدہ تھیں۔ آپ بڑی دور اندیش اور عمدہ رائے دیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت

نے آ کر عرض کیا کہ اس نے بیماری کی حالت میں یہ منت مانی تھیں کہ شفاء ہوگی تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ اللہ نے اسے شفاء دی اور منت پوری کرنے کے لئے نکلنا چاہتی ہے۔ تب حضرت بی بی میمونہؓ نے اسے سمجھایا کہ مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب دیگر مساجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ تم یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو۔

حضرت ام المومنین بی بی میمونہؓ کبھی کبھی قرض لیا کرتی تھیں، ایک بار جب زیادہ قرض لے لیا تو کسی نے پوچھا اس کی ادائی کی کیا صورت ہوگی؟ تو فرمایا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا قرض خود ادا کر دیتا ہے''۔ کئی صحابہ کرام نے آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ام المومنین بی بی میمونہؓ کا رسول اللہ ﷺ سے سب سے آخر میں نکاح ہوا تھا۔ وفات کے متعلق اقوال مختلفہ کے پیش نظر ارباب سیر کا کہنا ہے کہ آپ کی وفات بھی سب کے بعد ہوئی۔

حضرت سیدہ بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا

مصر کے بادشاہ مقوقش نے رسول اللہ ﷺ کو دو عورتیں حضرت بی بی ماریہ ؓ اور حضرت سیرین، ایک سفید گھوڑا اور ایک خچر تحفتاً روانہ کیا تھا۔ رسول اللہ ؐ نے اس تحفہ کو قبول فرمایا اور بی بی ماریہ ؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمایا۔ ازواج مطہرات کے لئے مسجد نبوی شریف میں کمرہ مختص تھے، لیکن حضرت بی بی ماریہ ؓ کو رسول اللہ ؐ نے حارہ شرقیہ میں ایک علیحدہ مکان عطا کیا۔ حضرت بی بی ماریہ ؓ سے فرزند رسول مقبول ؐ حضرت ابراہم ؓ تولد ہوئے۔ ابورافع ؓ جو سلمیٰ دایہ کے شوہر تھے، حضور اکرم ؐ کو صاحبزادہ کی ولادت کی اطلاع دی اور ایک غلام پایا۔ حضور ؐ نے اپنے جد بزرگوار کے نام پر ''ابراہیم'' نام رکھا۔ ام بردہ بنت المنذر، جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں، حضرت ابراہیم ؓ کو دودھ پلایا اور حضور ؐ نے انہیں ایک نخلستان عطا فرمایا۔

حضرت ابراہیم ؓ کی ولادت کے بعد رحمت عالم ؐ مسرور تھے، حضرت ابراہیم ؓ کی وفات شریف صغرسنی میں ہوئی۔ حسن اتفاق سے اسی روز سورج گہن تھا۔ جب رسول اللہ ؐ نے اپنے فرزند کو زندگی کے آخری مرحلہ میں دیکھا تو فرمایا ''ابراہیم! حکم الٰہی کے سامنے ہم سرنگوں ہیں''۔ حضور ؐ کی چشمان مبارک سے آنسو رواں تھے۔ صحابہ کرام نے فرمایا ''یہ کیا رسول اللہ!''۔ تب حضور ؐ نے فرمایا ''موت تو امر حق ہے اور وعدہ صدق، ہم جانتے ہیں پیچھے رہنے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابراہیم ؓ کا الم اس سے زیادہ کرتے۔ آنکھ نم ہے اور دل میں غم ہے مگر ہم ایسی کوئی بات نہ کہیں گے جو اللہ کو پسند نہ ہو''۔ سورج گہن پر بعض لوگوں نے کہا ''سورج حضرت ابراہیم ؓ کی وفات سے گہنا گیا''۔ تو

حضورؐ نے خطبہ دیا ’’سورج اور چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے، وہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں، جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو‘‘۔

حضرت انس بن مالکؓ نے کہا ’’حضرت ابراہیمؓ سے جھولا بھرا بھرا نظر آتا تھا، اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے، مگر وہ زندہ کیسے رہتے، ہمارے نبی (حضور انورؐ) خاتم النبیین جو ہیں‘‘۔ ایسی ہی ایک روایت ابن ابی اوفیؓ سے ہے۔ حضرت بی بی ماریہ قبطیہؓ نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

خصائص حبیب کبریا ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ چیزیں (خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئیں) (۱) مجھے یہ بات دی گئی کہ ایک ماہ کی مسافت پر میرا رعب (دشمنوں کے دلوں میں) ڈالا گیا (۲) تمام زمین کو میرے لئے مسجد اور حصول طہارت کا ذریعہ بنا دی گئی لہذا میری امت میں سے جس کسی کے لئے نماز کا وقت آپہنچے وہ (جس پاک جگہ پر) نماز پڑھنا چاہے وضو کرکے اور پانی کے فقدان کی صورت میں مٹی سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا (۴) مجھے شفاعت کبری عطا کی گئی (۵) ہر نبی کو صرف اس کی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا لیکن مجھے سب لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے (متفق علیہ) اس حدیث شریف میں حضور انورؐ کے مخصوص فضائل کا بیان ہے جن کے منجملہ ایک حضورؐ کی رسالت عامہ ہے جو تمام جن وانس کو شامل ہے۔ رسول اللہؐ تمام خلق کے رسول ہیں یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآن پاک کی آیات جلیلہ کثیرہ سے ثابت ہے۔

ایک روایت میں خصائص اقدس میں ایک اضافہ کے ساتھ یوں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مجھ کو چھ چیزیں عطا فرما کر (دوسرے انبیاء پر) فضیلت دی گئی (۱) مجھے جوامع الکلم (الفاظ جامع مختصر جو زیادہ معانی کو جاری ہوں) دیئے گئے (۲) (دشمن پر) رعب کے (رعب ڈال کر اس کے) ذریعہ سے میری مدد کی گئی (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا (۴) زمین کو میرے لئے مسجد و ذریعہ طہارت بنا دیا گیا (۵) مجھ پر (سلسلہ) انبیاء کا خاتمہ کردیا گیا۔ (۶) مجھے سب لوگوں کی

طرف ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے جوامع الکلم سے فضیلت خصوصی عطا فرمائی اور حضور انور محمد مصطفیؐ کی فصاحت و بلاغت اتنی زیادہ ہے کہ اس سے زائد تو درکنار اس کے برابر کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔

حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ (میں) عالم آفرینش میں سارے نبیوں سے پہلے اور عالم ظہور و بعثت میں ان سب سے آخر ہوں (بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ)۔ حضورؐ ہی اول ہیں جن سے روز الست میثاق لیا گیا اور حضورؐ ہی وہ اول ہیں جنھوں نے اس روز سب سے پہلے بلیٰ (ہاں) کہا جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ حضرت آدمؑ وعالم اور آفرینش عالم کا مقصود اصلی حضورؐ ہی کا وجود گرامی ہے۔ حضورؐ کا نام نامی اسم گرامی عرش پر جنت کے دروازوں پر اور اس کی ہر جگہ پر لکھا گیا۔ انہیں خصائص میں یہ بھی ہے کہ تمام نبیوں سے اس کا عہد لیا گیا کہ جب حضرت محمد مصطفیؐ مبعوث ہوں تو وہ آپ پر ایمان لائیں۔ یہ عہد پاک اللہ تعالی کے اس ارشاد میں ہے "اور یاد کرو جب اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ...." (ق ۳/ ۸۱)۔ گزشتہ تمام آسمانی کتابوں میں حضورؐ کے وجود گرامی کی خبریں اور آپ کی بشارتیں واقع ہیں۔ یہ کہ حضورؐ کے نسب مبارک میں حضرت آدمؑ تک آپ کے سبب کبھی بھی سفاح یعنی برائی واقع نہیں ہوئی۔ حضورؐ سرفرازوں میں سرفراز اور بہتروں میں بہترین اور برگزیدگان میں برگزیدہ تر ہیں۔ بوقت ولادت مبارکہ تمام بت سرنگوں ہو کر گر پڑے، شکم مادر سے پاک و صاف طیب و مطہر تولد ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اس طرح کہ بجانب آسمان نظر بلند تھی اور انگشت شہادت اٹھی ہوئی تھی۔

حضور انور ﷺ کی ولادت شریف کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ نے دیکھا کہ ان میں سے ایک نور نے جلوہ فرمایا جس سے شام کے تمام قصور اور محلات روشن ہو گئے۔ حضورؐ

کے جھولے کو فرشتوں نے جھلایا اور مہد میں آپ نے کلام فرمایا۔ اہل تفسیر لکھتے ہیں کہ مہد میں چاند حضورؐ سے باتیں کرتا اور جدہر اشارہ فرماتے جھک جاتا تھا۔ حضور انورؐ کے لئے دھوپ میں بادل سایہ کرتے تھے ایسا ہمیشہ نہ تھا بلکہ متعدد اوقات میں ایسا ہوا۔ حضورؐ کا شق صدر کا وقوع چار مرتبہ ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ بچپن میں جب کہ حضورؐ بنی سعد میں تھے۔ دوسری مرتبہ دسویں سال میں تیسری مرتبہ بعثت کے وقت چوتھی مرتبہ شب معراج میں۔

حق تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کے ہر عضو مبارک کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے چنانچہ آپ کے قلب اطہر کا ذکر اس ارشاد میں ہے کہ

نُزل به الروح الامين ٥ علىٰ قلبك.... (ترجمہ)

جبرئیل امین آپ کے قلب اطہر پر اسے لے کر اترتے ہیں'' (ق ۲۶/ ۱۹۳، ۱۹۴)

حضورؐ کی زبان مبارک کا ذکر اور ارشادات میں ہے۔

''یقینا ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان فرمایا''۔ (ق ۱۹/ ۹۷)

''اور فرمایا'' اپنی خواہش سے زبان گویا نہیں ہوتی''۔ (ق ۵۳/ ۳)

''آنکھ نہ تو جھپکی نہ بے راہ ہوئی''۔ (ق ۵۳/ ۱۷)

''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منھ اٹھانا''۔ (ق ۲/ ۱۴۴)

''اور نہیں کیا آپ کے ہاتھوں کو بندھا ہوا آپ کی گردن سے''۔ (ق ۱۷/ ۲۹)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹ پر بار کیا تھا''۔ (ق ۹۴/ ۱ تا ۳)

ان آیت کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف عضو کا ذکر فرمانا آپ پر کمال محبت

اور عنایت حق تعالی پر دلالت کرتا ہے۔ انہیں خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ حق تعالی نے اپنے اسم صفت محمود سے اپنے حبیب ؐ کا اسم مبارک احمد، محمد ؐ نکالا۔ حضور ؐ سے پہلے یہ نام کسی اور کے نہیں رکھے گئے۔ حق تعالی نے آپ کو بہشتی کھانا پانی کھلایا اور پلایا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے کی طرف بھی ایسا ہی دیکھتے جس طرح سامنے سے دیکھتے۔ اور رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی ملاحظہ فرماتے جیسا دن کی روشنی میں ملاحظہ فرماتے۔ جب حضور ؐ پتھر پر چلتے تو آپ کے دونوں قدم مبارک پتھر میں نقش ہو جاتے جس طرح کہ مقام ابراہیم ؑ میں ہے۔ حضور ؐ کی دونوں کہنیوں کا نشان مکہ کے پتھر میں مشہور ہے۔ حضور ؐ کے گھوڑے کے سموں کا نشان مدینہ طیبہ میں بنی معاویہ کی مسجد میں واقع ہے۔ حضور ؐ کا لعاب مبارک کھارے پانی کو شیریں بناتا، شیر خوار بچے کو دودھ سے بے نیاز کرتا، بیماروں کو شفاء دیتا اور زخمیوں کے زخموں کو بھرتا۔

حضور ؐ کی آواز مبارکہ اتنی دور تک سنائی دیتی تھی، جہاں تک حضور ؐ کے سواء کسی کی آواز نہیں پہنچ سکتی اور نیند میں حضور ؐ کی آنکھیں تو سوتی تھیں، لیکن دل نہ سوتا تھا (رواہ بخاری)۔ جو بھی حضور ؐ کے پاس بات کرتا اس کی بات سنتے تھے۔ اور یہ کہ حضور ؐ نے کبھی انگڑائی نہیں لی اسے ابن ابی شیبہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ کبھی بھی جمائی نہ لینے کی روایت بھی ہے۔ حضور انور ؐ کے جسم اطہر پر کبھی مکھی نہ بیٹھی اور نہ حضور ؐ کے کپڑوں میں جوں پڑی۔ اور یہ کہ مچھر و پسو نے نہ کاٹا نہ خون چوسا اور کھٹمل حضور ؐ کو گزند نہ پہنچاتے تھے۔

حضور انور ﷺ کی خوشبو مشک نافہ سے زیادہ تھی۔ زمین پر حضور ؐ کا سایہ نہ پڑتا تھا کیونکہ زمین محل کثافت و نجاست ہے اور سورج کی روشنی میں کبھی بھی حضور ؐ کا سایہ نہ دیکھا گیا۔ حضور ؐ کی بعثت سے کاہنوں اور شیاطین کا آسمان سے چوری چھپے خبریں سننے کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آسمان کی حفاظت کی گئی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شب اسریٰ میں زین ولگام کے ساتھ براق لایا گیا۔

راتوں رات حضورؐ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں سے مقام اعلیٰ تک ''اور آیات کبریٰ''، یعنی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی اور نظر مبارک کو ماسواء سے بچایا گیا، حتی کہ ''نہ آنکھ جھپکی اور نہ بے راہ ہوئی''۔

حضور انور ﷺ کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام کو بلایا گیا اور حضورؐ نے ان کی اور فرشتوں کی امامت فرمائی۔ حضورؐ نے بہشت کی سیر کی اور دوزخ کا معائنہ کیا اور اس مقام تک پہنچے جہاں تک کسی کا علم نہ پہنچ سکا اور بچشم سر پروردگار عالم کی دید کی اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے لئے کلام ورویت جمع فرمائے اور آپ کو اس عالم میں اپنے جمال کی رویت سے مشرف فرمایا۔

جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیر فرماتے اور چہل قدمی کرتے فرشتے آپ کی پشت مبارک کے پیچھے چلتے۔ چنانچہ حضورؐ صحابہ کرام سے فرماتے ''تم آگے چلو اور میری پشت فرشتوں کیلئے چھوڑ دو''۔

رسول اللہ ﷺ کو کتاب عزیز (قرآن حکیم) دی گئی اور اس کتاب مبارک کو تبدیل وتحریف سے محفوظ کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ ملک فارس وروم کے خزانے بہت جلد صحابہ کرام کے قبضہ میں آئے اور اس کا باطن یہ ہے کہ خزائن سے مراد اجناس عالم ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رزق حضورؐ کے دست اقتدار کے سپرد فرمایا اور ظاہر وباطن کی تربیت وقوت اپنے حبیبؐ کو عطا کی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ''میں تقسیم فرمانے والا ہوں اور وہی اللہ عطا فرمانے والا ہے''۔ (مدارج النبوۃ)

رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری ہیں اور حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا قرآن مجید اس پر ناطق وشاہد ہے۔ و نیز حق تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے مخاطب

فرمایا مثلاً یا آدم ،یا نوح، یا ابراھیم ،یا داؤد، یا زکریا، یا عیسی، یا یحیی وغیرہ ،مگر حضور انورؐ کو اس طرح خطاب نہ فرمایا، بلکہ ''یایھا النبی ،یا یھا الرسول ،یا یھا المزمل، یا یھا المدثر'' سے خطاب فرمایا۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ''رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔یعنی حضور کے کسی صفاتی نام سے فریاد کرو ،مثلا یا حبیب ، یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ ،اور نہایت ادب واحترام، انکساری اور نیچی آواز سے۔حضور انورؐ کو آپ کے حجرہ مبارک کے باہر سے آواز دینا بھی منع ہے اس میں حسن ادب یہ ہے کہ لوگ آئیں اور بیٹھ جائیں ،حتی کہ حضور انورؐ خود باہر تشریف لا کر انھیں مشرف فرمائیں۔

حق تعالی نے حضور انور ﷺ کی زندگی ،حضور کے شہر مقدس اور حضورؐ کے زمانہ مبارک کی قسم فرمائی اور انھیں خصائص میں سے یہ ہے کہ حق تعالی نے اپنے حبیبؐ سے وحی کے تمام اقسام میں کلام فرمایا۔حضورؐ کے خصائص سے ہے کہ اسرافیلؑ حضورؐ کے لئے نیچے آئے ، حالانکہ حضورؐ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہ آئے تھے۔ (ایضاً)

روز قیامت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء سب سے زیادہ ہوگی۔ وہ دن حضورؐ ہی کا دن ہے، وہاں شان حضورؐ کی ہی شان ہوگی۔

مردے سے قبر میں حضور انورؐ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ ''اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں مبعوث ہوئے تھے''۔یہ بھی حضورؐ کے خصائص سے ہے کہ پچھلی امتوں سے ان کی قبر میں ان کے نبیوں کے بارے میں نہیں پوچھا گیا۔

حضورؐ کی صاحبزادیوں کی اولاد کی نسبت حضورؐ کی طرف کی جاتی ہے، چنانچہ رسول اللہؐ نے فرمایا

''ہر نبی کی اولاد اس کے صلب سے ہے اور میری اولاد علی مرتضیٰ ؓ کے صلب سے ہے''۔ حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت سیدنا امام حسین ؓ کی شان مبارک کے سلسلہ میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''یہ دونوں میری بیٹی کے فرزند ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انھیں محبوب رکھ۔ اور جو انھیں محبوب رکھے تو انھیں بھی محبوب رکھ، بے شک یہ میرے دونوں فرزند دنیا کے میرے دو پھول ہیں''۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''قیامت کے دن ہر ایک کا سبب ونسب منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسب اور سبب''۔ (ایضاً)

جس نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا بلا شبہ اس نے بے شک وشبہ حضورؐ ہی کو دیکھا، اس لئے کہ شیطان حضورؐ کی صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا اور نہ اسے اس کی قدرت دی گئی ہے کہ وہ حضورؐ ہم شکل بن کر فریب ودھوکا دے سکے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق ہی دیکھا''۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا'' (بہ روایت حضرت جابرؓ)۔ مطلب یہ کہ اگر چہ حق تعالیٰ نے شیطان کو قدرت دی ہے کہ وہ جو صورت چاہے اختیار کرلے لیکن اسے حضور اکرمؐ کی صورت مبارکہ میں آنے کی قدرت نہیں دی گئی، اس لئے کہ حضور انورؐ مظہر ہدایت ہیں اور شیطان مظہر گمراہی اور ہدایت وضلالت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

کسی شخص نے حضرت ابن عباس ؓ سے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ و دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے دریافت کیا کہ کس صورت میں دیکھا۔ اس نے کہا ''میں نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ ؓ کا ہم شکل دیکھا ہے''۔ اس پر ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ '' تو نے رسول اللہؐ کو درست دیکھا''۔ علماء کہتے ہیں کہ حضورؐ کی خاص صورت اور جانی پہچانی صفات کے ساتھ دیکھنا حضورؐ کی حقیقت کا ادراک ہے اور اس کے سواء میں دیکھنا مثال کا ادراک ہے لیکن درست بات یہی ہے جس پر تمام محدثین

متفق ہیں کہ جس صورت میں بھی دیکھے حقیقتاً حضورؐ ہی کا دیکھنا ہے، لیکن حضورؐ کی خاص صورت میں دیکھنا اتم واکمل ہے اور صورتوں میں تفاوت آئینۂ خیال کا تفاوت ہے جس کا آئینۂ خیال نور اسلام سے جتنا صاف تر اور منور ہوگا اس کی رویت اتنی ہی درست اور کامل ہوگی۔ (مدارج النبوۃ)

حضور انور ﷺ کے خصائص سے ہے کہ آپ کے اسم مبارک پر نام رکھنا مبارک و نافع اور دنیا و آخرت میں حفاظت میں لینے والا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بارگاہ حق میں دو بندے کھڑے کئے جائیں گے، اس پر حق تعالی انھیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمائے گا۔ یہ دونوں بندے عرض کریں گے اے خدا! کس چیز نے ہمیں جنت کا اہل اور مستحق بنایا، حالانکہ ہم نے کوئی نیک عمل نہیں کیا بجز اس کے کہ تیری رحمت سے ہم جنت میں جانے کے امیدوار تھے، اس پر اللہ رب العزت جل وجلال فرمائے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اس لئے کہ ہم نے اپنی ذات کی قسم اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ میں اسے ہرگز جہنم کی آگ میں نہ بھیجوں گا جس کا نام احمد یا محمد ہے"۔

(بہ روایت حضرت انسؓ)

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا "مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی، کسی ایک کو عذاب نہ کروں گا جس کا نام تمہارے نام پر ہے"۔ سیدنا علی ابن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ فرمایا "کوئی دسترخوان نہیں ہے کہ بچھایا گیا ہو اور اس پر لوگ کھانے کے لئے آئیں اور ان میں احمد یا محمد کے نام والے ہوں، مگر یہ کہ حق تعالی اس کھانے میں برکت عطا کرتا ہے۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ کوئی گھر نہیں ہے جس میں محمد نام والے ہوں، مگر یہ کہ حق تعالی انھیں برکت دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو قوم کسی مشورہ کے لئے جمع ہوئی اور ان میں کوئی شخص ایسا موجود ہے جس کا نام محمد ہے تو یقیناً اللہ تعالی ان کے نام میں برکت عطا فرمائے گا۔ (ایضاً)

رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں یہ بھی ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز میں درود وسلام بھیجنے حضور انورؐ کو صیغہ خطاب سے اپنے قول میں ''السلام علیك ایھا النبی'' سے مخاطب کرتا ہے۔ایک مرتبہ حضورؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ''جو کوئی تم میں سے نماز کے قعدہ میں بیٹھے تو وہ کہے کہ ''التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبر کاته السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین'' جب بندہ یہ کلمات کہتا ہے تو اللہ کے ہر صالح بندے کو خواہ آسمان میں ہو یا زمین میں سلام پہنچتا ہے۔لہذا اس جگہ خصوصیت کے ساتھ حضور اکرمؐ پر سلام پیش کرنا واقع ہے اور دوسروں کو عمومیت کے زمرہ میں رکھا ہے۔اور التحیات میں باوجود غیوبت نظر کے حضور اکرمؐ کو صیغہ خطاب سے سلام عرض کرنا خصائص سے مراد لیں تو اس کی بھی ایک وجہ ہے۔چوں کہ شب معراج میں صیغہ خطاب سے رب العزت جل وعلا کی جانب سے حضور اکرمؐ پر وارد ہوا تھا، اس کے بعد اسی صیغہ کو بحالہ برقرار رکھا گیا''۔

ہر اس شخص پر واجب ہے جسے حضور انورؐ پکاریں کہ وہ جواب میں حاضر ہو، اگر چہ وہ نماز میں ہو، جیسا کہ سعید بن معلیؓ کی حدیث شاہد وناطق ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نماز میں تھا کہ حضور انورؐ نے پکارا میں نے جواب نہیں دیا۔پھر میں نے نماز کے بعد بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا جواب عرض نہ کرسکا''۔حضور اکرمؐ نے فرمایا ''کیا اللہ تعالی نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی''۔سورہ انفال آیت ۲۴ میں یہ حکم باری تعالیٰ وارد ہوا ہے۔يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔

حضور انور ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسروں پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں ہے۔حضرت سعید بن

جبیرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ پر جھوٹ باندھا، اس پر حضور انورؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا ''جاؤ اگر وہ تمھیں مل جائے تو اسے قتل کردو''۔ بعض علماء کے نزدیک حضور اکرمؐ پر قصداً جھوٹ باندھنا کفر ہے۔ محدثین نے اس شخص سے کوئی حدیث روایت نہیں کرتے جو کبھی حضور اکرمؐ پر جھوٹ باندھے اس سے کبھی بھی کوئی روایت قبول نہیں کی جاتی اگرچہ وہ جھوٹ سے توبہ کرلے۔

(مدارج النبوۃ)

جو بھی رسول اللہ ﷺ کو دشنان دیتا ہے یا کسی قسم کی تنقیص وتوہین کرتا ہے خواہ صراحتاً ہو یا کنایتاً، اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ یہ قتل کرنا بطریق حد ہے۔ اور فی الفور قتل کردینا چاہئے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کرنا چاہئے یا بطریق ردیت یعنی مرتد ہوجانے کی وجہ سے ہے کیونکہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اگر توبہ کرے تو بخش دیا جاتا ہے، مگر پہلا قول مختار ہے اور یہ اس تقدیر پر ہے کہ وہ مسلمان ہو اور اگر کافر ہے اور اسلام لے آئے تو درگزر کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے ہے کہ تفویض احکام میں حضورؐ مختار ہے۔ چنانچہ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کے لئے تخصیص کی کہ ان کی ایک شہادت دو شہادتوں کا حکم رکھتی ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بدوی سے حضورؐ نے ایک گھوڑا خریدا تھا، پھر وہ بدوی گھوڑی کی فروختگی سے منکر ہوگیا اور کہنے لگا ''کوئی ایسا گواہ لائیے جو یہ گواہی دے کہ میں نے اسے آپ کے ہاتھ فروخت کیا ہے''۔ جو بھی مسلمان آتا وہ بدوی سے کہتا ''افسوس ہے تجھ پر، خدا کا نبی نہیں فرماتا مگر حق''۔ لیکن بدوی کسی کی بات نہ مانتا، یہاں تک حضرت خزیمہؓ آئے اور انھوں نے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے فروخت کیا ہے''۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ''اے خزیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو، حالانکہ میں نے تمہیں گواہ نہیں بنایا''۔ اس پر انھوں نے

عرض کیا ''یارسول اللہ! ہم آپ کی آسمان کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں تو کیا ہم اس بدوی کے قول غیر صحیح پر اس کی تردید اور آپ کی تصدیق نہ کریں''۔ اسی بناء پر رسول اللہؐ نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا اور اس فضیلت میں انھیں مخصوص کیا۔

حضور اکرمؐ نے حضرت ام عطیہؓ کو جو فضلائے صحابیات میں سے ہیں، بعد نزول آیت مبایعت نساء انھیں نوحہ کی رخصت عطا فرمائی۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! آل فلاں (یعنی فلاں قبیلہ) زمانہ جاہلیت میں نیاحت پر میری مدد کرتی تھیں۔ اب مجھے اس کے سواء کوئی چارہ نہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ موافقت کروں۔ اس پر حضور اکرمؐ نے حضرت ام عطیہ کو نیاحت میں رخصت دی۔ (امام نودی فرماتے ہیں کہ حضرت امام عطیہ کو رخصت عطا فرمانا اور نیاحت میں (خاص فلاں قبیلہ کے لئے) انھیں مخصوص کرنا ہے اور شارع کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جس کے لئے جو چاہے خاص فرمادے۔ رسول اللہؐ نے ایک صحابی کو قربانی کے لئے جذعہ بزغالہ یعنی بکری کے اس بچہ کو جس پر سال پورا نہ ہوا ہو، اس کی قربانی دینے کو جائز قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بے شک اللہ نے فرشتوں کو زمین میں پھیلا دیا ہے میری امت کا سلام میرے حضور لا کر پیش کرتے ہیں''۔ فرمایا کہ ''اللہ تعالی کا مقرر کردہ ایک فرشتہ ہے، اسے سماعت کی ایسی قوت عطا کی گئی ہے جو کسی بندے میں نہیں ہے۔ میری امت میں سے جو بھی جہاں بھی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس صلوۃ وسلام کو میرے حضور پیش کرتا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کے حضور امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور حضورؐ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ابن مبارک نے سعید بن مسیبؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن نہیں ہے مگر یہ کہ حضورؐ کی بارگاہ میں صبح وشام امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو حضورؐ انھیں ان کی پیشانیوں اور ان کے اعمال

سے پہچانتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں''۔

مسجد نبوی شریف میں حضور اکرم ﷺ کا منبر مبارک آپ کے حوض شریف کے اوپر ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کو حضور انور ﷺ کے لئے مخصوص کیا جس میں شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید پانی بہتا ہے ایک روایت میں ہے کہ برف سے زیادہ ٹھنڈہ ہے اور اس کے پیالے ستاروں سے زیادہ ہیں۔ حجرہ نبوی اور منبر شریف کے درمیان کی جگہ حقیقتاً جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ بایں معنی کہ روز قیامت یہ جنت میں منتقل ہوگا اور زمین کے تمام مقامات کی مانند فنا و ناپید نہ ہوگا۔ ایک دن حضور انور ﷺ منبر شریف پر ایستادہ تھے، آپؐ نے فرمایا ''اس وقت میرا قدم جنت کے ترعہ میں سے ایک ترعہ پر ہے''۔ ترعہ کی تفسیر باب یعنی دروازہ سے کی گئی ہے اور بعض نے درجہ سے اور بعض نے باغ کے بلند جگہ ہونے سے کی گئی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ فرمایا ''میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ''اب میں اپنے حوض کے عقر پر ایستادہ ہوں''۔ عقر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے حوض میں پانی آتا ہے۔

رسول اللہؐ براق پر سوار محشور ہوں گے اور حضورؐ کو جنت کے نفیس ترین جوڑوں میں سے سب سے اعلیٰ خلعت و لباس پیش کیا جائے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''حق تعالیٰ مجھے سبز حلہ (جوڑا) پہنائے گا''۔ حضورؐ مقام عرش پر اس جگہ کھڑے ہوں گے جہاں کوئی بھی کھڑا نہ ہوا ہوگا اور اس پر اگلے پچھلے رشک و غبطہ کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو ''مقام محمود'' عطا کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ اس

سے مراد "کرسی پر جلوس فرمانا ہے"۔ تفسیر بیضاوی میں کہا گیا ہے کہ یہ مقام وہ ہے کہ ہر ایک حضورؐ کو پہچانے گا اور آپ کی تعریف وثناء کرے گا۔ یہ مطلقاً ہر مقام کے لئے ہے گویا حضورؐ جہاں بھی قیام کریں گے وہی مقام کرامت و بزرگی کو شامل ہے، لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ مقام شفاعت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو شفاعت عظمیٰ دی گئی۔ حضورؐ روز محشر رونق افروز ہوں گے اور کسی جماعت کو جنت میں بے حساب داخل کرائیں گے اور کسی کے درجات بڑھائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا "روز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں اور میرے ہاتھ لواء حمد ہوگا یہ فخر سے نہیں ہے۔ اس دن کوئی نبی بھی آدمؑ اور ان کے ماسواء ایسا نہ ہوگا مگر یہ کہ دوسرے جھنڈے تلے ہوگا۔" روز قیامت حضرت آدمؑ اور ان کے ماسواء سب ہی اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور وسیلہ جو اعلیٰ درجہ جنت میں سے ہے وہ بھی مخصوص حضورؐ کے لئے ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم و افضل ہیں اور روز قیامت سب کے پیشوا ہیں۔

حضور انور ﷺ جنت کا دروازہ کھلوانے تشریف لے جائیں گے تو تعظیم و تکریم کے لئے خازن جنت کھڑے ہو جائیں گے اور حضورؐ کا استقبال کریں گے اور جنت کا دروازہ کھولیں گے۔ خازن جنت کہے گا "مجھے آپ ہی کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لئے باب جنت نہ کھولوں"۔

فضیلت وشان حبیب کبریا ﷺ

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم، اعلائے شان، اظہار فضل وکرامت اور بلندیٔ قدر ومنزلت کے سلسلے میں یہ ایک آیت کریمہ ہے ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو''۔ مسلمانوں سے خطاب مبارکہ ہے کہ تم لوگ اپنے پروردگار کی اطاعت کرو اور فرشتوں کی موافقت کرو اور اپنے نبی پاکؐ پر درود بھیجو۔ بندوں اور فرشتوں کا درود بھیجنا یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے دعاء مانگیں کہ حضورؐ پر درود بھیجیں اور رحمت فرمائیں۔ بندوں میں کہاں قدرت وطاقت ہے کہ وہ حضورؐ پر درود بھیج سکیں اور ان کو اتنی کہاں پہچان کہ حضورؐ کی قدر ومنزلت اور شان کو جان سکیں اور اس کے مطابق درود بھیج سکیں، ہاں پروردگار عالم حضورؐ کی شان وتقدس شانہ پہچانتا ہے۔

حق تعالیٰ نے عالم علوی وسفلی سب کو حضورؐ کی دعاء وثناء میں مجتمع فرما کر آپ کے فضائل ومناقب کا اولین وآخرین میں اعلان فرمایا اور شرق وغرب، خشک وتر، بحر وبر، آسمان وزمین، عرش وکرسی، قرب استوی اور صریف اقلام میں ہر جگہ نشر فرمایا۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت ایسی جاگزیں فرمائی کہ آپ کے ذکر سے ان کی روحیں راحت وسرور پاتیں ہیں اور حضورؐ کے ذکر سننے سے خوشی میں ایسی لطف اندوز ہوتیں کہ آپ کی یاد میں جھوم جاتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ کی اتباع میں تمام موجودات کو لبریز کروں گا تا کہ وہ آپ کی ثناء اور پیروی کریں اور آپ پر درود وسلام بھیجیں۔

بارگاہ رب العزت کی جانب سے جو ہر قسم کے فضائل وکمالات اور کرامات وبرکات فائز ہوئے

ہیں وہ سب ایک کلمہ ’’جوامع لکلم ‘‘میں داخل ہیں۔ چنانچہ فرمایا ’’اے محبوب! بے شک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں‘‘۔ کیونکہ ’’الکوثر‘‘ سے مراد دنیا وآخرت میں خیر کثیر ہے اور یہ کلمہ اپنے اس اختصار وایجاز کے باوجود اس راز کے اظہار وبیان کو شامل ہے اور اگر جہان بھر کے علماء وعرفاء اس کلمہ کی شرح کریں تو اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ’’انا اعطیناك الكوثر ‘‘یعنی ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ جن میں ہر نعمت ساری دنیا سے بڑی ہے جب ہم نے آپ کو اتنی عظیم خوبیاں عطا فرمائیں تو ’’تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے، بے شک آپ کا دشمن ہے جو خیر سے محروم ہے‘‘۔

’’انا اعطینك‘‘ (بے شک ہم نے آپ کو عطا فرمایا) کو لفظ ماضی سے ذکر فرمایا اور لفظ مستقبل (عنقریب آپ کو عطا فرمائیں گے) نہ فرمایا، تا کہ اس پر دلالت کرے کہ یہ تمام عطائیں قبل از وجود عنصری حضور انور ﷺ کو حاصل ہو چکی ہیں۔

بعض لوگ کوثر سے مراد جنت کی ایک نہر لیتے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد حضورؐ کی اولاد طیبہ ہے اس لئے کہ یہ سورت اس شخص کے رد میں نازل ہوئی ہے، جس نے حضورؐ کو بے اولاد ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو ایسی اولاد مرحمت فرمائی ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔ (مدارج النبوۃ ج ۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ فضائل تمام انبیاء کرامؑ کے مابین مشترک ہیں اور بہت سارے فضائل وکمالات وہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوبؐ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ان میں دنیا وآخرت میں کوئی نبی بھی حضورؐ کا شریک وسہیم نہیں ہے۔ حق تبارک تعالیٰ نے جواہر نفوس انسانیہ کو مختلف فرمایا ہے بعض مرتبہ صفا کے انتہائی مقام وجودت وطہارت کے غایت درجہ میں ہیں بعض متوسط

ہیں اور بعض انتہائی اور غایت روایت میں ہیں۔ چنانچہ ہر قسم میں مراتب و درجات جداگانہ ہیں، مگر انبیاء اکرم علیہم السلام کے تمام نفوس قدسیہ سب سے زیادہ صاف وجید ہیں اور ان کے ابدان مبارک بھی جملہ نفوس بشری کے مقابلے میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور ہر نقص وعیب سے محفوظ ومنزہ ہیں۔ باوجود یکہ یہ انبیاء کرام دائرہ کمال میں داخل اور اپنے غیر سے کامل وافضل ہیں مگر باہم ان کے درمیان بھی تفاوت وتفاصل ہے اور حضور پرنور محمد رسول اللہؐ ان سب سے ازروئے مزاج اصح واعدل اور اسلم اور ازروئے بدن اطہران سب سے ازکیٰ واصفا ہیں۔ اور باعتبار روحانیت سب سے اکمل واتم ہیں اور تخلیق کے لحاظ سے بھی ان سب سے لطیف تر اور اشرف ہیں۔ حضورؐ کے افضل البشر سید ولد آدم اور افضل الناس ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ انبیاء اکرم کو از قسم کمالات وکرامات جو کچھ حاصل تھا وہ تمام یا اس کے مثل اور ان مخصوص فضائل وکمالات کے ساتھ جو خاص طور پر حضور انورؐ کو حاصل ہیں دوسرا کوئی نبی آپ کا شریک وسہیم نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو یہ فضیلتیں عطا فرمائی گئیں کہ حق تعالی نے انھیں اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی لیکن حبیب کبریا ﷺ کو یہ کمال عطا فرمایا گیا کہ حق سبحانہ وتعالی آپنے حبیبؐ کے شرح صدر کا متولی وکارساز ہے اور اس میں ایمان وحکمت رکھا ہے اس طرح حق تعالی آدمؑ کے خلق وجودی کا متولی ہوا اور ہمارے نبی حبیب کبریا محمد رسول اللہؐ کے خلق نبوی کا۔ حضرت آدمؑ کا مسجود ملائکہ ہونا درحقیقت حضرت آدمؑ کے جوہر روح میں نور محمدیؐ کو ودیعت کرنے کے سبب سے تھا اور اس نور مبارک کو ان کی پیشانی میں تاباں کیا گیا اور اس عظمت وشرافت سے حضورؐ کو سرفراز فرمایا گیا۔

بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے میں حق تعالی فرشتوں کے ساتھ شامل نہ تھا، لیکن حضور انور محمد رسول اللہؐ پر صلوۃ وسلام بھیجنے میں حق تعالی فرشتوں

کے ساتھ شامل ہے۔لا محالہ یہ فضیلت اشرف واتم واکمل واعلیٰ ہے،نیز فرشتوں کے سجدہ کرنے میں عظمت وشرافت زیادہ نہیں ہے کیونکہ یہ باری تعالیٰ کی رحمت کے انوار اوراس کے اسرار قدس کا اضافہ ہرزمانے میں نو بہ نو دائم ومستمر ہے اوراس میں مسلمانوں کو بھی اشتراک عمل کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت آدمؑ کوتمام چیزوں کے اسماء کی تعلیم دی گئی اور حضور اکرمؐ نے فرمایا میرے لئے میری امت کواس وقت جب کہ وہ پانی اورمٹی کے درمیان تھی مشتمل کیا گیااور مجھے ان سب کے اسماء تعلیم کئے گئے (ویلمی مسند الفردوس بہ روایت حضرت ابورافع)،لہذا تعلیم اسماء حضرت آدم اورحضور انورؐ دونوں کو دی گئی۔اس زیادتی واضافہ کے ساتھ اور ذوات مسمیات کا علم بھی دیا گیااور بلاشبہ اسماء سے مسمیات کا رتبہ بہت بلند واعلیٰ ہے اس لئے کہ اسماءمسمیات کے اظہار وبیان کے لئے ہے اور مسمیات مقصود بالذات اوراسماء مقصود بالغیر ہے اور یہ کہ علم کی فضیلت اس کے معلوم کی فضیلت سے ہوتی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی فضیلت میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”ہم نے انھیں بلند مقام کی رفعت بخشی“،اوراپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج کا معجزہ عطا ہوااور حضورؐ کے سواء کسی کو بھی ایسی رفعت نہ ملی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ فضیلت عطا کی کہ ان کے ذریعہ ایمان والوں کو غرقابی سے نجات ملی اوراپنے حبیب محمد مصطفی ﷺ کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ حضورؐ کی امت کسی آسمانی عذاب عام سے ہلاک نہیں کی جائے گی،جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

”اوراللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب کہ اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو“۔

(ق ۸/۳۳)

امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی عزت

افزائی فرمائی کہ ان کی کشتی کو پانی میں محفوظ رکھا اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس سے عظیم تر فرمایا کہ ایک روز حضور اکرمؐ نے دیکھا کہ عکرمہ بن ابی جہل پانی کے کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ عکرمہ نے کہا اگر آپ رسول ہیں تو دوسرے کنارے کے پتھر کو حکم دیجئے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا اس کنارے پر آجائے اور غرق نہ ہو۔ حضورؐ نے اشارہ فرمایا۔ وہ پتھر اپنی جگہ سے کھڑا اور تیرتا ہوا حضورؐ کے سامنے آ گیا اور کھڑے ہو کر حضورؐ کی رسالت کی شہادت دی۔ حضورؐ نے فرمایا ''اے عکرمہ! اب تم خوش ہو، اتنا کافی ہے؟''۔ عکرمہ نے کہا ''اب اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے''۔ حضورؐ نے پھر ارشاد فرمایا اور پتھر پانی پر تیرتا ہوا اپنی جگہ واپس جا کر نصب ہو گیا۔ چنانچہ پتھر کا پانی پر تیرنا اور اس کا غرق نہ ہونا لکڑی کی کشتی کے پانی پر تیرنے اور غرق نہ ہونے سے زیادہ عجیب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ نمرود کی آگ ان پر سلامتی کے ساتھ سرد ہو گئی اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور پر نور ﷺ نے کافروں کی آتشین جنگ سرد کی۔ جنگ کی آگ میں تلواریں اس کی لکڑیاں اور ایندھن اور اس آگ کی لپٹ موت ہوتی ہے۔ اسے سلگانے والی شے حسد اور اس میں جلنے والی چیزیں روح اور جسم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب بھی کافروں نے جنگ کی آگ بھڑکائی اللہ تعالیٰ نے اسے بجھا دیا''۔ کافروں نے بہت چاہا کہ کفر کی آگ سے دین کے نور کو سرد کریں مگر اللہ تعالیٰ نے، جو جبار و قہار بھی ہے، ہر بار رد فرما دیا اور اپنے نور کو مکمل و اتم فرما دیا اور ان کی شرارت کی آگ کو بجھا دیا گیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ شب معراج حضور انورؐ نے دریائے آتش (کرہ نار) پر سے بھی بہ سلامت گزر کیا۔

نسائیؒ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن حاطب نے بیان کیا کہ میں بچہ تھا میرے اوپر جوش مارتی ہوئی ہانڈی الٹ گئی جس سے میری کھال جل گئی۔ میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو

حضور انورؐ نے اپنا لعاب دہن مبارک جلی ہوئی جگہ پر لگایا اور دعاء کی ''اے انسانوں کے رب اس کی تکلیف دور فرما''۔ میں اسی وقت ایسا شفایاب ہوا گویا مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو مقام خلت عطا فرمایا اور ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ ومقام محبت مرحمت فرمایا۔ مقام محبت، مقام خلت سے عالی تر ہے حبیب اس محب کو کہتے ہیں جو مقام محبوبیت تک پہنچا ہوا ہو۔ حضور اکرمؐ کو شفاعت عام سے خاص فرمایا اور اس مقام میں نکلنے کی اجازت دینا حضورؐ کی محبوبیت ہی کے زیر اثر ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ حضورؐ میں مقام خلت اور مقام محبت دونوں جمع ہیں اور حضورؐ کا مقام خلت حضرت ابراہیمؑ کے مقام خلت سے اکمل و افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو تبر سے بتوں کے توڑنے کی عزت مرحمت فرمائی تو ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے ایسے مضبوط و مستحکم بتوں کو جو خانہ کعبہ کی دیواروں میں نصب تھے لکڑی کے اشارہ سے توڑا اور فرمایا ''حق آیا اور باطل فرار ہوا''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہؑ کو تعمیر خانہ کعبہ کی بزرگی سے نوازا تو ہمارے حضور پرنور ﷺ نے حجر اسود کو اپنے مقام میں نصب فرمایا جیسا کہ قریش کا جھگڑا چکانے کے سلسلے میں یہ واقعہ مذکور و مشہور ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حجر اسود اللہ کا داہنا ہاتھ ہے کیونکہ اسے اس طرح بوسہ دیا جاتا ہے جس طرح عہد و پیمان کے وقت داہنے ہاتھ کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن حجر اسود کی آنکھ اور زبان ہوگی، آنکھ سے اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانے گا اور زبان سے ان کی شفاعت کرے گا لہذا تعمیر بیت اللہ میں حضور انورؐ کا عمل قوی تر اور کامل تر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا کہ ان کا عصاء اژدہا بن جاتا تھا اور ہمارے حضور پرنور ﷺ کو یہ معجزہ مرحمت ہوا کہ استوانہ حنانہ (یعنی کھجور کا وہ تنا جس سے حضور انورؐ ٹیک

لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ جب منبر بنا تو اسے علیحدہ کر دیا گیا) حضورؐ کے فراق میں فریاد کرتا اور بزبان فصیح روتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو ید بیضاء اور وہ چمک عطا فرمائی جس سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ اور ہمارے آقا و مولیٰؐ سرتا بہ قدم وہ مجسم نور کہ دیدہ حیرت حضورؐ کے جمال با کمال سے خیرہ ہو جاتے۔ حضورؐ کا جوہر نوری حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عبداللہؓ تک اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ سے منتقل ہو کر آتا رہا۔

ابو نعیم میں حضرت قتادہ بن نعمانؓ سے نقل ہے کہ ایک ابروباراں والی اندھیری رات میں انھوں نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ گزاری۔ حضور انورؐ نے ایک کھجور کی ٹہنی ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اسے لے جاؤ یہ راستہ میں اردگرد روشنی دے گی۔ چنانچہ راستہ بھر وہ ٹہنی روشن رہی۔

حضرت عباد بن بشیرؓ اور اسید بن حضیرؓ ایک اندھیری اور تاریک رات میں بارگاہ رسالت پناہیؐ سے اجازت لے کر گھر واپس جانے باہر نکلے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ راستہ میں ان میں سے ایک لاٹھی روشن ہوگئی۔ یہ اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرمؐ خود عین نور ہیں اور نور آپ کے اسماء شریف میں بھی ہے۔

امام بخاری اپنی تاریخ میں اور امام بیہقی و ابو نعیم بروایت حمزہ اسلمیؓ نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب اندھیری رات میں ہم حضور انورؐ سے جدا ہوئے تو میری انگلیاں روشن ہوگئیں اور اس کی روشنیاں باہم مل گئیں اور کوئی ایک ہلاک نہ ہوا۔

حضور انور ﷺ نے ایک صحابی کو ان کی قوم کو دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے کسی نشانی کی درخواست کی جو ان کے لئے حجت ہو۔ حضور انورؐ نے اپنی انگشت مبارک کو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ملا، وہ حصہ روشن ہوگیا۔

حضرت موسیٰ کے لئے دریا کا پھٹ جانا ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کے ٹکڑے کرنا اس سے عظیم ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ کا تصرف جہانِ آب گل میں ہے اور سرکار دو عالم کا تصرف، جہانِ سما پر ہے ان دونوں کے درمیان فرق و امتیاز واضح ہے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک دریا ہے جسے مکفوف کہتے ہیں اور زمین کے دریا اس کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دریا یعنی مکفوف حضور اکرم کے لئے پھاڑا گیا اور حضور انور شب معراج میں اس میں سے گزرے، یہ عام دریا پھاڑنے سے زیادہ عظیم ہے۔

حضرت موسیٰ کی اس دعاء کی قبولیابی کی جہاں بات آئے کہ جو فرعون کے غرق کرنے کے لئے تھی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مقبول ہونا بے حد وحساب ہے۔ حضرت موسیٰ کا یہ معجزہ کہ وہ پتھر سے پانی رواں فرما دیتے اور پتھر سے چشمہ برآمد کرتے تھے تو حضور اقدس نے اپنی انگشت ہائے مبارک سے چشمہ جاری فرما دیا۔ پتھر تو زمین ہی کی جنس سے ہے اور اس سے چشمے تو بہا ہی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اپنی مبارک انگلیوں سے حضور انور کا پانی جاری کرنا حد درجہ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے براہ راست کلام فرمایا۔ یہ حضرت موسیٰ کی فضیلت ہے تو ہمارے آقا و مولیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے اعلیٰ فضیلت شب اسریٰ کو مرحمت فرمائی۔ مزید برآں یہ کہ قرب اور کلام دونوں سے خاص فرمایا، نیز یہ کہ حضور انور کا مقام مناجات آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے، جہاں خلق کے علوم کی حد ہے اور حضرت موسیٰ کا مقام مناجات طور سینا ہے اور حضور کی مناجات کی جگہ سماوات اعلیٰ ہے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کل دیا گیا، جو بھی حضور کے حلیہ شریف کے سلسلے میں منقولات پر غور وفکر کرے گا وہ حضور کے حسن و جمال کی تفصیلات

کو پالے گا، کیونکہ کہ حضور انورؐ جیسا با کمال حسن کسی انسان میں نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ حضرت یوسفؑ کو حسن جمال اور چہرے کی صباحت وتابانی دی گئی تھی، لیکن حضور انورؐ کی شکل وصورت مبارک کو ایسے ملاحت وجمال عطا ہوئے جو کہیں موجود نہ تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہے کو نرم کر دینے کا جو معجزہ عطا ہوا کہ (جب آپ لوہے پر ہاتھ پھیرتے تو وہ نرم ہوجاتا) اور خاتم النبیینؐ کے دست مبارک میں خشک لکڑی سبز ہوجاتی اور اس میں پتے نمودار ہوجاتے تھے۔ حضورؐ نے ام معبدؓ کی اس بکری پر اپنا دست اقدس پھیرا جو سوکھ کر لاغرہ کمزور اور ناتواں ہوگئی تھی حضورؐ کے دست مبارک واقدس کی برکت سے وہ تروتازہ ہوگئی اور دودھ جاری ہو گیا اور وہ اتنا وافر دودھ دینے لگی جو عام طور پر بکریوں کی عادت کے خلاف تھا۔ حضورؐ کے لئے سخت پتھر کو نرم کیا گیا۔ حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ جب حضور اکرمؐ غار ثور میں داخل ہوئے تو اپنا سر مبارک پہلے داخل کیا، یہاں تک کہ سر مبارک داخل ہو گیا اور سخت پتھر کشادہ ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ حضورؐ کے لئے پتھر نرم کیا گیا۔ اور حضورؐ کے بازوئے مبارک نے اس میں اثر کیا۔ سنگ صخرہ بیت المقدس گندھے ہوئے آٹے کی مانند نرم ہو گیا، پھر اس میں حضورؐ نے اپنی سواری کے جانور کو باندھا۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑوں نے تسبیح کی اور حضور اکرمؐ کے دست مبارک میں پتھروں نے تسبیح کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیوں کا علم، شیاطین اور ہوا کی تسخیر اور وسیع حکومت عطا فرمائی گئی، مگر حضور پرنور ﷺ کو مع زیادتی واضافہ کے عطا فرمایا گیا۔ حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بولیوں کو سمجھتے تھے تو حضور اقدس واعلیٰؐ کے دست اقدس پر پتھروں نے کلام کیا اور تسبیح کی، حالانکہ کنکریاں جمادات ہیں تو پرندوں کے بولنے سے پتھر کا بولنا زیادہ نادر وعجیب ہے اور حضور پاکؐ سے بھنی ہوئی زہر آلود بکری کے گوشت اور ہرن نے کلام کیا اور آپ سے دوسروں کی شکایت کی۔ ایک روایت

میں ہے کہ ایک پرند آیا اور حضور اکرمؐ کے سر مبارک کے گرد چکر لگانے لگا اور بات کی۔ آپ نے فرمایا ''لوگو! تم میں سے کسی نے اس پرند کے بچہ کو پکڑ کر اذیت پہنچائی ہے، اسے لازم ہے کہ اس کے بچے کو لوٹا دے''۔ اسی طرح سے حضور انورؐ سے بھیڑیئے کے کلام کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔

واقعہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو ان کا تخت رواں روئے زمین پر جہاں وہ چاہتے لے جاتے تھے لیکن حضور انور ﷺ کو براق دیا گیا تھا۔ جو ہوا سے تیز تر بلکہ برق سے بھی تیز تر تھا۔ وہ حضور اقدسؐ کو ایک لمحہ میں فرش سے عرش پر لے گیا۔ حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کیا گیا، تا کہ وہ آپ کو زمین کے کناروں اور گوشوں تک لے جائے اور ہمارا آقا مولی نبی پاکؐ کے لئے زمین کو لپیٹا گیا اور کھینچا گیا تا کہ حضور انورؐ اس کے مشارق ومغارب کو ملاحظہ فرمالیں۔ یہ فرق و امتیاز ان ہستیوں کے درمیان ہے، جن میں ایک مبارک ہستی زمین کی طرف سعی فرما کر جائیں اور دوسری ہستی اقدس وجہ تخلیق کائنات کی طرف خود زمین کھیچ کر آجائے۔ اب رہا شیاطین کا مسخر ہونا۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ شیطان، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز میں سامنے آ گیا تو حق تعالی نے حضورؐ کو اس پر قدرت عطا فرمائی۔ حضورؐ نے چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دیں، تا کہ گلی کوچے کے بچے اس سے کھیلیں۔ حضرت سلیمانؑ نے جنات سے خدمت لی، حضور انورؐ پر جنات ایمان لائے۔

حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں جن وانس اور پرندوں کو شامل کیا گیا اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے لشکر میں فرشتے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل ومیکائیلؑ کو بھی شامل کیا گیا۔ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں پرندوں کو شامل کر لینے سے عجیب تر غار ثور کے کبوتر کا قصہ ہے کہ جب حضور انورؐ نے غار ثور میں بوقت ہجرت اقامت فرمائی تو کبوتر اس کے دہانے پر اپنا گھونسلہ بنایا انڈے رکھے اور اعدائے دین سے حضورؐ کی حفاظت ونگہداشت کی خدمت انجام دی۔ لشکر کا مقصد بچانا اور حمایت کرنا ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ

مقصد آسان ترین طریقہ سے حاصل ہو گیا۔

حضرت سلیمانؑ کو ایسی حکومت عطا کی گئی جو کسی کو نہ ملی۔لیکن حضور پاک ﷺ کو بادشاہ ہونے یا عبد خاص ہونے کے درمیان اختیار دیا گیا،مگر حضور انورؐ نے بندگی کو اختیار فرمایا۔ یہ ایسا ملک عظیم ہے جس کے زائل ہونے کا خدشہ ہی نہیں۔حضورؐ کے علاوہ ایسا ملک کسی کو میسر نہ ہوا۔ (مدارج النبوۃ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے اعلی و اکمل فضیلت یہ ہے کہ حق تبارک وتعالی نے آپ کی روح پر انوار کو ساری مخلوق کی ارواح سے پہلے پیدا فرمایا اورآپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدمؑ ہنوز روح وجسد کے درمیان تھے جیسا کہ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا اور عالم ارواح میں بھی انبیاء علیھم السلام کی ارواح مقدسہ کو حضور انورؐ کی روح پر انوار سے مستفیض فرمایا۔

جب تک حضور انور ﷺ کی روح کا آفتاب پردہ غیب میں رہا انبیاء علیھم السلام کے ستارہ ہائے درخشاں حضورؐ کے نور سے منور ہو کر عالم ظہور میں جگمگاتے رہے جب حضورؐ کی نبوت کے آفتاب نے طلوع وظہور فرمایا تو وہ روپوش اور مخفی ہو گئے بعینہ اسی طرح جیسے رات میں ستاروں کا رنگ وروپ چمکتا دمکتا ہے اور جب سورج چمکتا دمکتا ہے یعنی سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ ماند پڑ کر روپوش ہو جاتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ)

سراپائے اطہر و اقدس ﷺ

سراپائے رسول اللہؐ کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ ''بلا شبہ تمہارے نبی صبیح ووجیہہ، نجیب و شریف اور دلنشین آواز والے ہیں۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''رسول اللہؐ طویل القامت ہیں نہ پست قد، (حضورؐ کے) بال گھنگریالے ہیں نہ لٹکے ہوئے اور (بال) سیاہ رنگ کے ہیں۔ سر مبارک بڑا، رنگ مائل بہ سرخی گورا ہے، مضبوط اندام، انگلیاں بھری ہوئیں، حلق مبارک سے ناف شریف تک بالوں کی سیدھی لکیر ہے۔ پلکیں دراز دونوں ابروئیں ملی ہوئی۔ پیشانی چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان جسم کے جھکاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بلندی سے اتر رہے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو ایسا جمال عطاء فرمایا کہ کسی اور فرد بشر کو آپ جیسا حسن نہ ملا۔ حضرت یوسفؑ کو جو حسن دیا گیا وہ اگرچہ کہ دیگر انبیاء و مرسلین پر بلکہ تمام مخلوقات پر فائق تھا، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت یوسفؑ کا حسن بھی حسن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نصف (بلکہ دسواں) حصہ تھا کیونکہ خالق کونین نے حضور انورؐ کو حسن کامل سے ممتاز فرمایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین اور بہتر کسی کو نہ دیکھا''۔ چہرہ انور ایسا روشن و تاباں تھا کہ گویا آفتاب آپ کے رخ انور میں تیر رہا تھا۔ جب حضرت براء بن عازبؓ سے دریافت کیا گیا کہ ''کیا حضور اقدسؐ کا روئے روشن صفائی و تابانی میں شمشیر کی مانند تھا؟ تو فرمایا کہ نہیں'' بلکہ چاند کے مانند تھا''۔

حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے

توحضورؐ کا چہرہ انور یوں چمکتا دکھائی دیتا گویا وہ محیط قمر ہے اور اس کا دائرہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرمؐ ناراض ہوتے تو حضورؐ کا چہرہ انور سرخ دکھائی دیتا۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کا چہرہ اقدس بتا دیتا کہ یہ امر آپ کو پسند نہیں ہے۔

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہؐ کی پیشانی اقدس پر جب شکن پڑتی تو آپ کا چہرہ انور پارہ قمر کی طرح چمکنے لگتا''۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ''رسول اللہؐ کا چہرہ انور دائرہ قمر کی مانند تھا''۔ حضرت شیخ محققؒ نے ان تشبیہات کے متعلق صراحت کی ہے کہ ''یہ آپ کے رخ انور کے کمال ضیاء نورانیت اور اس کی عظمت و ہیبت وجلال کا طریقہ اظہار ہے۔ چاند اپنے نور سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو انس و لذت بخشتا ہے، جب کہ آفتاب کی روشنی نگاہوں کو خیرہ کرتی ہے۔ چہرہ اقدس کو چاند سے اور ذات عظیم الصفات کو سطوت وجلالت میں آفتاب سے تشبیہ حسب حال ہے''۔

صباحت حضرت یوسفؑ کی صفت تھی اور ملاحت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت مبارکہ۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''مجھ میں ملاحت ہے اور میرے بھائی یوسف میں صباحت'' حضور انورؐ کی ملاحت دلنواز ہے جس پر صباحت یوسفی رشک کرتی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی راتوں میں دیکھا ہے۔ کبھی آپ کو دیکھتا ہوں اور کبھی چاند کو تو بلا شبہ آپ میری آنکھوں کو چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوئے۔'' حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہؐ جب خوش ہوتے تو چہرہ انور چمک اٹھتا گویا وہ چاند ہے اور ہم اس بات کو شادمانی کی علامت سمجھتے''۔

حضرت ابوعبیدہؓ ربیع بنت معوذ سے اوصاف حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا

جاتا تو انہوں نے کہا ''اگر تم حضورؐ کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج نے طلوع کیا ہے۔

ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں سحر کے وقت سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی تھی بہت تلاش کی مگر نہیں ملی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ انور کی روشنی میں سوئی نظر آ گئی۔ میں نے اس کا ذکر حضورؐ کیا تو فرمایا ''اے حمیرا! افسوس ہے اس پر جس نے مجھے نہیں دیکھا''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ''رسول اللہؐ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور خوبر ہیں۔آپ کے رنگ میں نورانی کیفیت ہے اسی لئے صفت خواں ہمیشہ ماہ کامل سے آپ کے چہرہ انور کو تشبیہ دیتے ہیں۔آپ کے چہرہ کا پسینہ موتی کے مانند اور خوشبو میں مثل مشک ختن تھا''۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں''۔رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے''۔

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے دریافت کیا گیا کہ حضور اکرمؐ کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوئی تھی۔تو انھوں نے فرمایا حضور انورؐ کا سارا ضحک تبسم ہی ہوتا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار اور تروتازہ اور انتہائی سفید اور شفاف نظر آتے۔ (بہ روایت حضرت حسین بن زید کلبیؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتی تھیں اور ان پر آپ کے دندانہائے مبارک کا نور آفتاب کی شعاعوں کی طرح جلوہ افروز ہوتا تھا (بیہقی بہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ)۔تاریخ بخاری میں ہے کہ نبی پاکؐ نے کبھی جماہی نہ لی۔آپ کی آواز بے حد دلکش اور پیاری تھی آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خوش آواز و شیرین کلام نہ تھا۔بڑی دور تک بے تکلف پہنچتی تھی۔اللہ تعالی

نے حضور اکرمؐ سے زیادہ فصیح وشیریں بیان کوئی دوسرا پیدا نہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "(حضرت) اسماعیلؑ کی لغت و اصطلاح جونا پید تھی، جبرئیلؑ میرے پاس لائے اور میں نے یاد کرلیا"۔ فرمایا "میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میرے ادب کو بہت اچھا کر دیا"۔ فرمایا "میری نشونما قبیلہ بنو سعد بن بکر میں ہوئی جو عرب میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے جوامع الکلم دیا گیا اور میرے لئے کلام مختصر کیا گیا"۔ اللہ تعالی نے تمام لوگوں کو جو فہم و دانش عطا فرمائی وہ حضور اکرمؐ کو دیئے گئے فہم و دانش کے مقابلے میں ذرہ برابر ہے۔ رسول اللہؐ عقل وحکمت میں سب سے زیادہ ہیں۔ حکیم ترمذی نے ذکوانؓ سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہؐ کا سایہ دھوپ میں بنتا تھا نہ شعاع میں" حضرت قاضی عیاضؒ نے بیان کیا ہے کہ "حضور اکرمؐ کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے موٹا یا باریک ریشم رسول اللہؐ کے دست مبارک سے زیادہ نرم نہ چھوا اور نہ مشک وعنبر سونگھا جو حضور انورؐ کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو"۔

رسول اللہؐ کے جسم اطہر واقدس کے پسینہ شریف کی خوشبو اور مہک کا یہ اعجاز کہ سب خوش بوؤں سے زیادہ لطیف خوشبو ہے کہ جسے نصیب ہو وہ اسے محفوظ کر لیتے، فیض پاتے اور نازو افتخار کرتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "مدینہ منورہ کے راہ گیر راستوں کی خوشبو سے جان لیتے کہ حضورؐ ادھر سے گزرے ہیں"۔ ابراھیم نخعی سے روایت ہے کہ "رات کی تاریکی میں ہم حضورؐ کو آپ کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے"۔

حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب پیدل چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں اور میں نے حسن رفتار کے ساتھ حسن جسامت اقدس اور جمال سراپا کا

مشاہدہ کیا تو یقین ہوا کہ آپ جیسا حسین پہلے کبھی دیکھا ہے اور پھر کبھی دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ، حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں اور جب کسی طرف متوجہ ہوتے پورا جسم اقدس ہی ادھر پھیر لیتے (محض چہرہ مبارک اور آنکھوں کو ادھر نہیں پھیرتے تھے) آپ کی نظریں بالعموم نیچی رہتیں اور آسمان کی طرف اٹھنے کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں۔ آپ کے دیکھنے کا انداز بالعموم ملاحظہ ہوتا۔

حضرت لقیط بن صبرہؓ کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے چلنے کا انداز یوں تھا کہ پائے اقدس زمین پر سے پوری قوت کے ساتھ اٹھاتے اور اوپر والا حصہ جسم آگے کی طرف مائل محسوس ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے رفتار میں تیز کسی کو نہیں دیکھا، گویا کہ زمین آپ کے لئے لپیٹ دی جاتی تھی، ہم اپنے آپ کو ساتھ رکھنے کے لئے مشقت میں ڈالتے اور سخت جدوجہد کرتے مگر حضور اکرمؐ کسی قسم کی مشقت نہ اٹھاتے اور نہ طبیعت اقدس پر کوئی گرانی اور کلفت محسوس ہوتی۔ (الوفاء سیرت سید الانبیاء علامہ ابن جوزیؒ)

شانِ تکلم

حضرت امام حسن بن علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے کہا کہ مجھے حضور پاک ﷺ کے طرز گفتار اور انداز کلام کی خبر دو تو انھوں نے فرمایا کہ حضور انورؐ بلا مقصد و ضرورت بات نہیں فرماتے۔ آپ کا سکوت اور خاموشی طویل ہوتی آپ کا آغاز کلام اور اس کا اختتام دہن شریف کے جانبوں اور کناروں سے ہوتا یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی اور آپ کا کلام مبارک جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کے سمندر ایک ایک کلمہ میں سمٹے ہوتے نیز کلمات میں باہمی مناسب فاصلہ ہوتا (تا کہ سامعین اچھی طرح سن سکیں سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں) نہ الفاظ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگی مقصد کے لحاظ سے تھوڑے (بلکہ حق بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح تیزی اور روانی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے بلکہ حضورؐ اس طرح کلام فرماتے کہ ہر کلمہ الگ الگ ہوتا اور سننے والا اس کو اچھی طرح ضبط اور یاد رکھ سکتا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ گفتگو فرماتے تو سامعین میں سے کوئی شخص اگر آپ کی جملہ باتوں اور کلمات طیبات کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا۔

رسول اللہ صل ﷺ دوران خطاب و کلام عموماً ہر جملہ تین مرتبہ دہراتے (تا کہ سامعین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے)۔

حضرت ام معبدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سکوت فرماتے تو چہرہ اقدس سے وقار

وعظمت وجلال وہیبت جھلکتی اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پروے ہوئے موتیوں کا ہار ہے جو نیچے ڈھلک رہا ہے اور کلام گفتگو میں شہد کا سا مٹھاس ۔حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نور مجسم ؐ جب کلام فرماتے تو سامنے کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ترتیل وترسیل کے ساتھ تھا صراح میں ہے کہ ترتیل کے معنی آرام کے ساتھ ہموار اور خوب واضح لفظوں سے پڑھنا۔اللہ تعالی نے فرمایا ''قرآن کو خوب واضح حروف،آرام وسکون اور ہموار لفظوں سے پڑھو''۔ترسیل کے بھی یہی معنی ہیں۔

حضرت ابن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ حضور انور ؐ کی خاموش پسندی کا سبب چار چیزیں تھیں۔حلم،حذر یعنی خشیت الٰہی،تقدیر اور تفکر یعنی غور وخوض،آپ کا ہنسنا مسکرانے کی حد تک تھا اور آپ کے حضور میں صحابہ کا ہنسنا بھی آپ کی پیروی اور اتباع ہی میں تھا۔حضور ؐ کی مجلس مبارک،حلم وحیاء اور خیر وامانت کی مجلس تھی جس میں آوازیں بلند واونچی نہ ہوتیں،بری باتوں سے اجتناب کیا جاتا تھا۔جب حضور ؐ کلام فرماتے تو تمام صحابہ اپنے سروں کو جھکا لیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اگر سر اٹھایا تو وہ اڑ جائیں گے۔صاحب الشفا نے صحابہ کرام کی اس حالت کو حضور اکرم ؐ کے کلام فرمانے کی حالت کے ساتھ مخصوص ومقید کیا ہے حالانکہ دیگر کتابوں میں مطلقا آیا ہے کہ مجلس نبوی کی حاضری میں صحابہ کرام کی ہمہ وقت یہی حالت رہتی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ منہ میں سنگریزہ رکھ کر بیٹھا کرتے تھے تاکہ سانس نہ گھٹے اور بات نہ کر سکیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک میں حلم ووقار اور آپ کے حرکات وسکنات میں بردباری وآہستگی ایسی تھی جو کسی دوسرے میں ممکن نہیں۔حضور ؐ مجلس میں سب لوگوں سے بڑھ کر باوقار

رہتے اور آپ کے جسم واعضاء کا کوئی عضو باہر نہ نکلتا تھا، جس طرح عام طور پر کوئی ہاتھوں کو گھماتا ہے کوئی پاؤں پھیلاتا ہے وغیرہ۔

حضور انورﷺ کی نشست مبارک کبھی احتباء کے وضع پر ہوتی اور کبھی مزلع (چہارزانو)۔احتباء اس نشست کو کہتے ہیں جو اچھی طرح بیٹھ کر گھٹنے اٹھا کر پنڈلیوں کو ملا کر بیٹھا جائے۔ (مدارج النبوۃ)

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے نام پر نام رکھو، میری کنیت پر کنیت نہ رکھو، کیوں کہ میں ہی ابوالقاسم ہوں''۔ حضرت ابوہریرہؓ سے (یہ دوسری) روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ م''یرے نام اور کنیت دونوں کو جمع نہ کرو (یعنی ایسا نہ کرو کہ کسی کا نام رکھو تو میرا ہی نام رکھو اور کنیت رکھو تو وہ بھی میری کنیت ہو، ایک تک مضائقہ نہیں مگر دونوں کا اجتماع نامناسب ہے) میں ابو القاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں''۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک انصاری کو لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے محمد رکھا، انصار اس پر غضبناک ہوئے اور کہا کہ یہ نام اس وقت رکھا جاسکتا ہے کہ رسول اللہؐ سے ہم اجازت حاصل کر لیں۔ حضورؐ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''انصار نے اچھا کیا''۔ پھر ارشاد ہوا ''میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو، کیونکہ فقط میں ہی ابوالقاسم ہوں کہ تمہارے درمیان (اللہ کی نعمتیں) تقسیم کرتا ہوں''۔ جابرؓ نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی، انصاریوں نے اس پر کہا کہ جب تک رسول اللہؐ سے اس باب میں ہم دریافت نہ کر لیں تجھے اس کنیت سے مخاطب نہ کریں گے۔ حضورؐ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ ''میرا نام رکھو میری کنیت نہ رکھو''۔ (طبقات ابن سعد ج اول)

اعظم کرامات اور جامع ترین فضائل و کمالات میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی ہیں جو محامد اخلاق محاسن افعال اور جامع جمال و کمال پر مبنی ہیں واضح رہنا چاہئے کہ حق تعالی نے اپنے حبیبؐ کے اسماء گرامی قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتابوں میں اور انبیاء و رسل علیھم السلام کے

زبانوں پر بہ کثرت بیان فرمائے ہیں۔ اسماء کی کثرت مسمیٰ کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اسماء، صفات و افعال سے ماخوذ ہوتے ہیں اور ہر اسم کسی صفت و فعل سے ہی بنا ہے۔

سب سے زیادہ مشہور و اعظم اسماء میں اسم "محمد ﷺ" ہے جس طرح کہ "اسم اللہ" کہ وہ اسم ذات باری تعالیٰ ہے باقی اسماء صفات ہیں اور انھیں پر محمول ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی زبان مبارک پر رکھا۔ لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ کیوں آپ نے اپنے نبیرہ دلبند کا نام "محمد ﷺ" رکھا، حالاں کہ یہ نام آپ کے اجداد اور آپ کے خاندان میں کسی کا نہ تھا۔ جواب میں فرمایا کہ اس بنا پر کہ میں امید رکھتا ہوں کہ سارے جہاں ان کی تعریف و ستائش کریں۔ اور منقول ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا کہ گویا ان کی پشت سے چاندی کی ایک زنجیر نکلی ہے جس کا ایک سرا آسمان میں ہے اور دوسرا مشرق و مغرب میں۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ زنجیر ایک درخت بن گیا ہے جس کے پتے پر نور ہیں اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے متعلق ہیں اس زمانے کے تعبیر گویوں نے تعبیر دی کہ ان کے صلب سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی مشرق و مغرب والے پیروی کریں گے اور آسمان و زمین کے لوگ ان کی تعریف و ستائش کریں گے۔ اس بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام رکھا یہ وہ گفتگو ہے جو حضرت عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ سے فرمائی۔ آپ نے فرمایا "مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ آمنہ تم اس مولود کی حاملہ ہوئی ہو جو اس امت کا سردار ہے جب تم سے وہ تولد ہو تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا"۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام محمد ﷺ نہ رکھا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے اس نام معظم کی حفاظت و صیانت اپنے ذمہ لے لی تھی تا کہ اس نام مبارک میں کسی کے ساتھ اشتراک و اشتباہ نہ رہے لیکن جب حضور اکرم ﷺ کے ظہور عالمتاب کا زمانہ قریب آیا تو آپ کے قریب

زمانہ کے اہل کتاب کو بشارتیں دیں اور حضورؐ کا اسم شریف انھیں بتایا، بعض قبیلہ کے لوگوں نے اپنے بچوں کے یہ نام (بہ امید برکت وخیر) رکھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرے پانچ نام ہیں، میں محمدؐ ہوں اور میں احمدؐ ہوں، اور میں ماحیؐ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشرؐ ہوں کہ (قیامت کے دن) سب لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقبؐ ہوں''۔ (بخاری بہ روایت حضرت جبیرؓ بن مطعم) (مدارج النبوۃ)

جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں (وہ جو قریب قیامت کے زمانہ میں مبعوث ہوں) ماحی ہوں (ماحی یعنی جن کی بدولت گناہ مٹ جائیں) خاتم ہوں (خاتم النبین) عاقب ہوں (جن کی بعثت تمام پیغمبروں کے بعد ہوئی ہو)۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، حاشرؐ ہوں، مقفی (جس کا زمانہ تمام پیغمبروں کے بعد آئے) ہوں، نبی رحمت ہوں۔

ابوموسیٰؓ اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے انھیں اپنے نام بتائے جن میں سے بعض نام ہم نے یاد کر لئے، حضورؐ نے فرمایا کہ میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، مقفی ہوں، حاشر ہوں، نبی رحمۃ ہوں، نبی ملحمہ (وہ پیغمبر جو قریب قیامت کے ایام فتنہ وفساد کے کچھ دنوں پیشتر ہو) ہوں اور میں عاقب ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد بھی فرمایا ہے جیسا کے سورہ احزاب میں ارشاد ہوا

''اے (محبوب) نبی! ہم نے آپ کو (آپ کی امت کا)، (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر بھیجا ہے''

شاہد کے معنی گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہوا اور اس کو اپنی آنکھوں دیکھے بھی۔ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے کہ شہادت وہ

ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے۔شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعہ سے اس امر کا باور کرانا ہے۔علامہ سلیمان سلمان منصور پوری رقمطراز ہیں کہ رسول اللہؐ کی شہادت (یعنی توحید کی گواہی) جسے حضورؐ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگو کو یقین کے درجہ تک پہنچایا امور ذیل کے متعلق تھی ہستی باری تعالی تقدیس ذات وتنزیہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا وسزا سے تعلق جزا وسزا کی حقیقت، وجود عالم معاد، عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ۔ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے حضور اکرمؐ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تیقن کو ملحدوں اور دہریوں اور منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا، حضور انورؐ ہی کا حصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے مقدسہ کے بارے میں شرح مسلم میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ان ناموں کے سواء حضورؐ کے اور بھی نام ہیں۔ابن عربی نے شرح ترمذی میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور رسول اللہؐ کے بھی ہزار نام ہیں۔

ذات انور واطہر صلی اللہ علیہ وسلم

اہل علم و عرفان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود گرامی سے اجزائے عالم میں رحمت کے حاصل ہونے کے بارے میں کہتے ہیں کہ مٹی کو حضورؐ کی رحمت یہ ملی کہ وہ مطہر یعنی پاک کرنے والی ہوگئی، پانی کو طوفان سے روک دیا گیا، ہوا شیاطین کے راستے سے سلامت ہوگئی، آگ صدقات کے جلانے سے بچ گئی اور آسمان شیاطین کا اس تک پہنچنے اور باتوں کو چوری سننے سے محفوظ ہو گیا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضور اکرمؐ کا اسم گرامی انتہائی روشن اور منور ہونے کی بنا پر نور اور سراج منیر رکھا، اس لئے کہ آپ کے ذریعہ قرب ووصال حق کا طریقہ روشن وظاہر ہوا اور حضورؐ کے جمال وکمال سے آنکھوں میں بینائی اور روشنی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب آئی''۔ ''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بشارت دینے والا، ڈرانے والا اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا''۔

حق تعالیٰ نے حضورؐ کو چراغ (سراج) سے تشبیہ دی۔ چراغ سے تشبیہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ چراغ سے لاکھوں چراغ روشن کئے جاسکتے ہیں، اس کے برعکس چاند وسورج قائم مقام نہیں رکھتے۔ حضور اکرمؐ کو ''نور'' فرمانے میں حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے تلمیح ہے کہ ''اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے''۔ لہٰذا آسمان وزمین میں نہیں ہے مگر نور الٰہی جو تمام موجودات میں ہویدا ہے اور وہی وجود وحیات کا مالک ہے اور حضور اکرمؐ کا جمال وکمال اس نور الٰہی کا مظہر اتم اور اس کے ظہور کا واسطہ ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''کیا ہم نے آپ کو انشراح صدر نہ فرمایا''۔ حضورؐ کے انشراح

صدر میں جو عظیم نعمت ہے اس نعمت کے اظہار و احسان کے لئے فرمایا گیا اس سے مراد حضور اکرمؐ کے سینہ مبارک کی وسعت اور کشادگی ہے جو کہ حق تعالیٰ سے تمام مناجات اور دعوت خلق کے مابین معارف کے انوار اور علوم، توحید، معرفت اور عجیب وغریب اسرار اور القائے وحی میں آسمانی اور رسالت و تبلیغ کے بار ہائے گراں کے برداشت کی طاقت مرحمت فرمانے کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے نام اور آپ کے ذکر کو دنیا و آخرت میں نبوت و شفاعت کے ساتھ بلند فرمایا ہے اور حضورؐ کے اسم گرامی کو اپنے اسم جلالت کے ساتھ کلمہ اسلام، اذان، نماز اور تمام خطبات میں شامل وجزو قرار دیا۔ کوئی بھی خطبہ دینے والا تشہد پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہ ہوگا جو "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله" نہ کہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں نے آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے، لہذا جو کوئی بھی آپ کا ذکر کرے گا وہ میرا ہی ذکر ہوگا اور آپ کی طاعت میری ہی طاعت ہوگی"۔ جس نے رسولؐ کی پیروی کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور حضورؐ کی متابعت کو اپنی محبت کا مستلزم قرار دیا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

"(اے حبیب!) فرما دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمھیں محبوب بنا لے گا"۔ (ق ۳/ ۳۱)

حدیث شریف میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ کا اسم شریف عرش پر، ہر آسمان پر اور جنت میں ہر جگہ لکھا ہوا ہے۔ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں ہے جس کے پتے پتے پر لا اله الا الله محمد رسول الله نہ لکھا ہوا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو کوئی آسمان نہ گزرا مگر یہ کہ میں نے اپنا نام وہاں پایا، وہاں لکھا ہوا تھا محمد رسول الله"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم گرامی سے آپ

کے نام کو مشتق فرمایا جیسا کہ حسان بن ثابت ؓ فرماتے ہیں ”فذو العرش محمود وھذا محمد“ لہٰذا صاحب عرش کا نام محمود ہے، اور حضور کا نام محمد ؐ ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے ستر ناموں کو حضور کے نام سے موسوم فرمایا۔

حضور اکرم ؐ کے مناقب جلیلہ میں سے حق تعالیٰ اپنے حبیب ؐ کی عظمت اور قدر و منزلت کی قسم یاد کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا

”لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون“ (ق ۱۵/۲/۷۲)

(ترجمہ) ”قسم ہے آپ کی عمر کی بے شک یہ اپنے نشے میں بہک رہے ہیں“۔

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ؐ کی مدت حیات و بقا کی قسم یاد فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک کوئی ذات، حضور اکرم ؐ سے زیادہ گرامی تر نہیں، کیونکہ اس نے حضور ؐ کی حیات طیبہ کی قسم یاد فرمائی، حالانکہ کسی اور کی ذات اور اس کی حیات کی قسم یاد نہ فرمائی۔

بعض اہل علم و عرفان کہتے ہیں کہ حضور اکرم ؐ کی ذات گرامی سے قسم کا رواج آج تک جاری ہے اور اہل مدینہ ہمیشہ ہی حضور کی قسم کھایا کرتے ہیں اور ان کا معمول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جو اس قبر انور میں پوشیدہ ہے اور اس ذات کی قسم جسے اس قبر انور نے چھپایا ہے، یعنی نبی معظم ؐ۔

اللہ تعالیٰ نے ایک قسم اس طرح یاد فرمائی کہ اپنی ربوبیت کو اپنے حبیب ؐ کی طرف نسبت کر کے قسم یاد کی، جیسے ”فوربك“، قسم ہے آپ کے رب کی۔ اور ”يس والقرآن الحكيم“ (یٰس قسم ہے حکمت والے قرآن کی) ”یٰسین“، حضور ؐ کا اسم گرامی ہے، جس طرح ”طه“ ہے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق ؓ سے منقول ہے کہ یٰسین سے مراد حضور ؐ کا اسم گرامی اور خطاب ہے، یعنی ”اے سید و سردار“۔

عظمتوں کے نورانی حقائق

سورۃ الضحیٰ میں حق تعالیٰ نے دن اور رات کی قسم یاد فرمائی جو کہ مظہر آیات الٰہی ہیں اور اس میں اپنے حبیبؐ کے دنیا وآخرت میں احوال شریف کی خبر دی گئی۔ فرمایا ''اے حبیب! آپ کو آپ کے رب نے نہ چھوڑا اور نہ دشمن بنایا جب سے کہ آپ کو برگزیدہ فرمایا''۔ مفسرین ''ضحی'' کو حضورؐ کے روئے عالم آراء سے اور ''لیل'' کو حضورؐ کے گیسوئے عنبریں سے تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ امام فخر الدین رازیؒ نے نقل کیا ہے۔ اس سورت کے سلسلہ میں شان نزول اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک سلسلہ وحی رکا رہا اس پر مشرکین چہ میگوئیاں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ، ان کے رب نے محمدؐ کو چھوڑ دیا اور ان کو دشمن بنا دیا (معاذ اللہ) ''آنے والی گھڑی پچھلی سے افضل ہے'' مطلب یہ کہ ہر آن مراتب، درجات اور وہ نعمتیں جو حق تعالیٰ نے آخرت میں رکھی ہیں مثلاً شفاعت و مقام فدرع وغیرہ، دنیا میں عطا کردہ نعمتوں سے بہتر و عالی تر ہیں، کیونکہ دنیا اپنی تنگی اور گنجائش نہ رکھنے کی بناء پر اس کی جگہ نہیں رکھتی۔ ''جب آپ دیکھیں گے تو اس جگہ بڑی بڑی نعمتیں اور بہت بڑا ملک دیکھیں گے''۔ یا یہ کہ حضورؐ کے امر کی انتہاء ابتداء سے بہتر ہے، اس لئے کہ آپ کی ہر گھڑی، مراتب کمال اور فیضان عطا کس ترقی وعروج پر ہے اور دنیا وآخرت میں جود وکرم اور بخشش وعطا اور وجوہ کرامت، انواع سعادت میں یہ آیت کریمہ جامع ہے، کیونکہ فرمایا ''عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے حبیبؐ سے وعدہ کیا جا رہا ہے کہ میں آپ کو اتنا عطا کروں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس کا بیان حد وشمار اور حصر واحصار سے باہر ہے۔

سورہ نجم حضور اکرم ﷺ کے فضل وشرف اور حضورؐ کی علامتوں پر اس طرح مشتمل ہے کہ ان کا شمار واحصار ناممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ”وما ینطق عن الھوی“۔ یعنی حضورؐ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ شب معراج کا ذکر کرتے ہوے سورہ نجم میں فرمایا گیا کہ حضور سدرۃ المنتہی تک پہنچے۔ یہ مقام مخلوق کے علوم کے پہنچنے کی انتہا ہے۔ اللہ تعالی نے حضورؐ کے بصر مبارک یعنی چشم مبارک کی تشریح فرمائی کہ وہ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ملاحظہ فرمایا اس کو عبارت والفاظ میں قید نہیں کیا جاسکتا اور افہام وعقول میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کم سے کم کو بھی سن کر برداشت کرسکیں۔ اسی بناء پر اللہ تعالی نے ایسے رمز وکنایہ اور اشارہ سے بیان فرمایا، جو آپ کی عظمت وتوقیر پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ”تو وحی نازل فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی“۔

اہل علم وعرفان فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیبؐ سے تین قسم کا کلام فرمایا، ایک اس عبارت کے ساتھ جو لغت عرب پر ہے اور جس کا ظاہر مخلوق کی سمجھ میں آتا ہے۔ دوسرے اشاروں میں جیسے قرآن کے حروف مقطعات جن کے سمجھنے اور تحقیق کرنے کی کسی میں صلاحیت اور طاقت نہیں اور تیسرے خالص ابہام میں کلام فرمایا جو کسی کے تصور وخیال میں بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ فرمایا ”تو وحی فرمائی اپنے بندہ سے جو وحی فرمائی“۔

حق تبارک وتعالی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء میں ارشاد فرمایا ”اور اللہ آپ پر کتاب وحکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھادیا جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے“۔ فضل عظیم کے ادراک اور اس کی اصل تک رسائی کسی کے لئے ممکن نہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں رویت الٰہی کی طاقت وبرداشت کی طرف اشارہ ہے۔ ایسی آیات قرآنیہ جن میں حضورؐ کے فضل وشرف کا بیان ہے، بہت ہیں۔ درحقیقت قرآن سب کا سب بعد از حمد وثنائے الٰہی،

حضور اکرمؐ کے اوصاف و کمالات کے بیان کا مظہر ہے۔ حضور اکرمؐ کی خصوصیات اور فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مشرکین اور دشمنان دین جس جگہ بھی حضور اکرمؐ کی طرف طعن و تنقیص کی نسبت کی ہے، حق سبحانہ وتعالی نے بذات خود متکفل ہو کر حضورؐ سے اس کا دفعیہ کیا ہے۔ محب کی ایسی ہی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی سے اپنے حبیب کی بد گوئی سنتا ہے، اسے وہ اپنے اوپر لے کر اس کے جواب اور اس کے الٹ دینے کے درپے ہوتا ہے اور اپنے حبیب کو نصرت بخشتا ہے۔ درحقیقت اس کا رد زیادہ بلیغ اور اس کی نصرت و اعانت زیادہ قوی و بلند ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کفار نے (گستاخی کی) تو اللہ تعالی نے فرمایا اے محبوب! آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے اور یقینا آپ کی خو بو بڑی عظیم ہے اور جس کسی کی یہ خوبیاں ہوں وہ دیوانے کیسے ہو سکتا ہے۔

چنانچہ عاص بن وائل سہمی نے حضور انور ﷺ سے ملاقات کی اور کچھ باتیں کیں اس کا جواب حق تعالی نے یہ دیا کہ ”جو آپ کا بدگو اور دشمن ہے وہی ابتر اور بے نسل ہے“۔ اور جب کفار نے کہا کہ آپ رسول نہیں ہیں تو حق تعالی نے اس کا جواب دیا کہ ”اے حبیبؐ! قسم ہے حکمت والے قرآن کی بلاشبہ یقینا آپ رسولوں میں سے ہیں“۔

حق تعالی نے فرمایا کہ ”اے حبیب فرمادو اگر تمام انسان اور جنات اس قرآن کی مثل لانے پر جمع ہو جائیں تو بھی اس کی مثل نہ لاسکیں گے۔ ”اور نہیں بھیجا آپ سے پہلے کسی رسول کو مگر یہ کہ وہ یقینا کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے“۔

اور جب کفار نے انسانوں میں سے رسول کے مبعوث ہونے کو بعید جانا تو حق تعالی نے فرمایا ”تم فرماؤ! اگر زمین میں فرشتے ہوتے تو چین سے چلتے تو ان پر آسمان سے ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے“۔

فیضان نسبت حبیب کبریا ﷺ

عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل کی گہرائی اور فکر کی پاکیزگی کے ساتھ احساس نتیجہ ایمان ہے۔ ذات اقدس واطہر سے متعلق ہر بات سے قلبی تعلق اور ان کا بار بار ذکر سچی وابستگی کی علامت اور سعادت دارین کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ظہور اقدس یعنی ولادت باسعادت سے متعلقہ جملہ انتسابات تقدیس وتحریم، وتعظیم وتکریم اور آدب وتوقیر کے لحاظ سے اعلیٰ ترین عظیم ورفیع اور محبت ووارفتگی اور سچے تعلق خاطر کی روشنی میں بے حد اہمیت ووقعت کے حامل اور فیوض وبرکات کے مبدا ومعدن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز ہر امر اور ہر بات اپنی جگہ بے پناہ فضلیت وشان رکھتی ہے۔ وقت ولادت، دن، تاریخ، مہینہ، سنہ، ملک وغیرہ تمام انتسابات کی بہر پہلو بے حد اہمیت ووقعت ہے ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے عظمت وبزرگی سے مالا مال فرمایا نسبی شرافت میں ساری مخلوق انسانی میں آپ منفرد شان کے حامل ہیں۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں اولاد آدمؑ میں بہترین گروہ میں بھیجا گیا“ (بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ)۔

حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیلؑ میں کنانہ کو چنا اور کنانہ میں قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے چنا“۔

(بروایت حضرت واثلہ بن اسقعؓ) (مسلم)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں ہر دور میں اولاد آدمؑ میں سے بہتر قرن اور قبیلہ میں مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ میں اس قبیلہ (بنی عبد المطلب) میں ظاہر ہوا جس میں میرا ظہور ہر ایک کو معلوم ہے

اور ہر ایک کے سامنے ہے‘‘۔ رسول اللہؐ نے حضرت عباس بن عبد المطلبؓ سے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جس دن پیدا کیا تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں پیدا کیا اور جب ان کو مختلف فرقوں میں بانٹا تو مجھے سب سے بہتر فرقہ و جماعت میں منتقل کیا۔ پھر جب ان کو متفرق قبائل اور شعوب میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ اور شعبہ میں پیدا کیا اور جب قبائل کو مختلف بیوت میں تبدیل کیا تو مجھے سب سے بہتر بیت میں منتقل کیا۔ تو میں ان تمام قریش سے بیت اور گھرانے کے لحاظ سے افضل ہوں اور ذاتی خصوصیت و کمالات میں افضل ہوں‘‘۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ سے حضرت جبرئیل نے فرمایا (اور حضورؐ نے ہم کو بتایا کہ جبرئیلؑ کہتے ہیں کہ) ’’میں نے سب روئے زمین کو غور سے دیکھا، تمام زمین کے اطراف و اکناف اور گوشہ گوشہ چھان مارا، مگر مجھے فضیلت میں محمد مصطفیٰؐ جیسی کوئی ہستی نظر نہیں آئی اور کسی کی اولاد بنی ہاشم جیسی افضل نظر نہ آئی‘‘۔

ہمارے پاس دوشنبہ کا دن محض حضور انورؐ کے ظہور مبارک یعنی میلاد شریف کے باعث اپنی اعلیٰ اور رفیع الشان شناخت و خصوصیت رکھتا ہے۔ اس دن کی بزرگی اور شرف سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس دن فخر موجودات رحمت عالمؐ نے اس جہان رنگ و بو کو اپنے وجود با برکت سے نوازا۔ رسول اللہؐ کی عادت شریفہ تھی کہ دوشنبہ کے دن ہمیشہ روزہ رکھا کرتے۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا ’’اسی دن میں نے ولادت پائی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی‘‘ گویا ہر دو شنبہ کو آپ کا روزہ شکر نعمت کے طور پر ہوتا۔

حضرت عیسیٰؑ پر جس دن آسمان سے مائدہ (خوان نعمت) اترا تو انھوں نے نزول مائدہ کے دن کو عید قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات بالخصوص اہل ایمان پر دوشنبہ کے دن احسان عظیم کیا اور نعمت

عظمیٰ بصورت میلادالنبیؐ عطاء کی تو اس روز یعنی دوشنبہ مبارکہ کی وقعت، برکت اور فضلیت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔اس دن اہل ایمان کو شکر نعمت کے طور پر عبادت الٰہی میں گزارنا سعادت کا موجب ہے اور اس دن کی بزرگی کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

وقت ولادت شریف کی اہمیت وفضلیت کے بارے میں روضۃ الاحباب میں ہے کہ صبح صادق طلوع آفتاب سے قبل میلاد کا واقعہ ہوا۔تمام انبیاء کرام کی ولادت کا بھی وقت یہی ہے۔ یہ ساعت سب سے سعید ساعت مانی جاتی ہے۔تاہم حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی زمانے کے ساتھ شرافت وبزرگی حاصل نہیں کی۔ بلکہ زمانے نے آپ سے شرافت وبزرگی پائی ہے۔

۱۲ربیع الاول شریف (تاریخ ولادت باسعادت کے بارے میں اگر چہ کہ ارباب سیر میں اختلاف ہے تاہم راجح قول ۱۲ تاریخ ہے) وہ تاریخ ہے کہ جس نے عالم رنگ وبو، گردش لیل ونہار، مظاہر وموجودات کو ابدی رحمتوں اور دائمی برکتوں سے ہمکنار کیا۔اس بات سے سب واقف ہیں کہ رمضان المبارک کی ستائیسوں شب کو قرآن حکیم کا نزول ہوا جسے قرآن حکیم نے شب قدر سے موسوم فرمایا ہے۔اس رات کو محض نزول وانتساب کلام اللہ کے باعث ہزاروں مہینوں پر فضیلت مل گئی تو اس رات کی برکت وفیضان کا کیا عالم ہوگا کہ جس رات کے ختم پر صاحب قرآن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے یہ حقیقت تاریخ ولادت کی اہمیت واضح کرتی ہے۔

ولادت باسعادت کے مہینہ کی بزرگی وشرافت کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ماہ ربیع الاول جو میلادالنبیؐ سے نسبت رکھتا ہے اس ماہ مبارک کی اہمیت وفضیلت کا خیال سال کے تمام مہینوں کی معنویت فضائل اوران کے اتمام واہتمام کا ضامن اور سبب ہے۔

سنہ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عام الفیل) کو اس واسطے اہمیت وفضلیت حاصل ہے کہ اس

سنہ میں تمام مخلوقات و موجودات کو وجہ رحمت عالمؐ کے جمال اقدس کے مشاہدہ کی سعادت نصیب ہوئی۔اس سنہ میں ساری انسانیت کو ہدایت‘ عزت و وقار اور نجات و مغفرت کا خزانہ ملا۔ احسان مند انسان اس سنہ میلاد النبیؐ کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ابھی تو چودہ صدی ہی ہوئے ہیں۔اگر چودہ لاکھ صدیاں بھی گزر جائیں تو بھی انسانی یادداشت میں حضور اقدسؐ کا سنہ پیدائش محفوظ رہے گا۔

جزیرہ عرب وہ خطہ زمین ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کا نزول ہوا۔اس ملک کی قدر و منزلت کا باعث‘ ولادت باسعادت کا اس ملک میں ہونا ہے۔اس ملک میں بہت ساری نشانیاں اور باحرمت علامتیں ہیں۔علاوہ ازیں رحمت عالمؐ کی جلوہ گری سے انتساب کے باعث اس کو جو امتیاز اور مرتبہ حاصل ہے وہ اپنی جگہ پر ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ’’(عرب اور عربی سے) محبت کرو تین باتوں کے سبب سے‘ ایک تو یہ کہ میں عرب ہوں‘ دوسرے یہ کہ قرآن عربی میں ہے‘ تیسرے یہ کہ جنتیوں کی زبان عربی ہے‘‘۔

مکہ مکرمہ وہ مقدس و محترم شہر ہے جہاں رحمت ستودہ صفاتؐ کی جلوہ گری ہوئی۔مولد شریف ہونے کے باعث بھی مکہ مکرمہ کی اہمیت و خصوصیت ایک واقعہ ہے۔خالق کونین نے اس شہر پاک کی قسم ارشاد فرمائی تو اپنے محبوب کے مولد وطن ہونے کے باعث کو ظاہر فرمائی۔

’’لا اقسم بهذا البلد، وانت حل بهذا البلد‘‘

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (ق سورہ ۹۰۔آیت ۱،۲)

اگرچہ کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں یہاں کعبۃ اللہ ہے۔حجر اسود، مقام ابراھیم، صفا و مروہ کی مقدس پہاڑیاں، چاہ زم زم، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، جبل نور اور جبل ثور ہے۔یہ شہر انبیاء کرام کا جائے عبادت ہے۔یہاں بے شمار انبیاء کرام مدفون ہیں۔یہ امن و سلامتی کا شہر ہے یہاں جدال و قتال تو کیا

شجر و کانٹا، گھاس اکھیڑنا اور روئیدگی مٹانا حرام ہے۔ یہ حرمت کی جا ہے۔ شکار منع ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ محترم ہے، ان حقائق کے ساتھ قرآن پاک نے اس شہر مبارک کی عظمت کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت وسکونت کی نسبت سے بھی فرمایا یعنی مکہ مکرمہ کی اہمیت وفضلیت کے پہلوؤں میں حضور اقدسؐ کی ولادت شریفہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق تیار کرنے میں مصروف حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک بکری تھی اور گھر میں تھوڑے بہت جو بھی موجود تھے میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ انہیں پیس کر روٹیاں تیار کر دو اور میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور اسے آقائے دو جہاںؐ کے لئے بھونا۔ جب شام ہوئی حضور انورؐ نے کاشانہ اقدس مراجعت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت میں نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! میں نے آپ کے لئے ایک چھوٹی بکری ذبح کی ہے اور اس کا سالن تیار کیا ہے کچھ روٹیاں تیار کی ہیں میں اس بات کا متمنی اور آرزو مند ہوں کہ حضورؐ میرے ہاں قدم رنجہ فرمائیں'' (اور میرے دل میں یہی خیال تھا کہ حضورؐ اکیلے میرے گھر تشریف لائیں)۔ حضور انورؐ نے میری درخواست قبول فرمائی اور تشریف آوری کا وعدہ فرمایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اعلان کرے کہ تمام لوگ جابرؓ کے گھر چلیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ اعلان سنا تو گھبرا گیا کیوں کہ گھر میں طعام کا مختصر انتظام تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہؐ اور تمام صحابہ تشریف لائے جب سب بیٹھ گئے تو جو کچھ پکا تھا حضور اکرمؐ کے آگے حاضر کر دیا گیا آپ نے دعائے برکت کی بسم اللہ پڑھی اور تناول کیا۔ دوسرے حضرات گروہ در گروہ آتے گئے جب ایک جماعت فراغت پا لیتی تو دوسری جماعت آجاتی حتی کہ سب اہل خندق کھا کر سیر ہوئے۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ احد میں ان کے والد عبد اللہؓ بن حرام شہید ہو گئے اور ان

پر قرض واجب الادا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت ونصرت وسفارش وشفاعت حاصل کی تا کہ قرض خواہ آپ کے فرمانے پر میرے والد کے قرضہ میں سے کچھ معاف کر دیں۔ قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ حضور انورؐ نے فرمایا ''اے جابر جاؤ اپنی کھجوروں کے گچھے کاٹو اور اس کو الگ الگ ڈھیر کی صورت میں رکھو یعنی عجوہ کو الگ اور ابن زید کے نام پر موسوم کھجوروں کو الگ رکھو اور دیگر قسم کے کھجوروں کو الگ، پھر مجھے مطلع کرنا (میں تمہارے قرض خواہوں کا قرض انہیں کھجوروں سے ادا کروں گا)''۔ حسب ارشاد میں نے کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دئے۔ حضورؐ کو اس کی اطلاع پہنچائی۔ چنانچہ حضورؐ تشریف لائے اور ان ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر پر تشریف رکھے پھر مجھے فرمایا کہ پیمانہ سے ناپ کر ان کو دیتا جا۔ میں نے اسی ڈھیر میں سے سب کا قرض ادا کر دیا۔ پھر بھی وہ ڈھیر بالکل ایسے معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوا اور باقی بھی اسی طرح صحیح اور جوں کہ توں بچ رہے۔

ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ کو سخت بھوک لگی۔ رسول اللہؐ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ جس کے پاس جتنا زادراہ بچا ہے وہ میرے پاس لے آئے لوگ جب لے آئے تو حضورؐ نے ان سب زادراہ کو جمع فرما کر دعا کی۔ پھر حضورؐ نے لشکر کو حکم دیا کہ اپنے توشہ دان لے آؤ اور ان کو اس جمع شدہ ذخیرہ سے بھرتے چلے جاؤ سب نے اپنے توشہ دان بھر لئے پھر بھی جو جمع تھا اس میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہ ہوئی۔ جب حضورؐ نے سب کی خورک کا انتظام کر دیا اور آپ کی معجزانہ شان اور خداداد عظمت وطاقت کا اظہار ہوا اور دلیل نبوت وبرہان حقانیت سب پر عیاں ہوگئی تو حضورؐ مسکرا دیئے۔ (بخاری)

فضل وشرف امت حبیب کبریاؐ کے خصائص بھی بے شمار ہیں اور یہ فضائل وخصائص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ اگرچہ انسان وجنات سب ہی آپ کی امت ہیں لیکن

اس خصوصیت وقابلیت کے لحاظ سے جو انسان میں ہے عنایت ربانی انسانی رافت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور آپ نے انسانوں میں ظہور فرمایا۔

شانِ ظہورِ اقدس ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کے ظہورِ انور اور تمام عالموں کے لئے رحمت بن کر آنے کے متعلق قرآن مجید اور دیگر کتب سماوی میں سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ ارسلنا (ہم نے بھیجا) بعثنا (ہم نے بھیجا ہم نے کھڑا کیا) جاء کم (وہ تمہارے پاس آئے) وغیرہ کے ساتھ ارشادات حق تعالیٰ ظہور قدسی، میلاد النبیؐ اور بعثت شریف سے متعلق ہیں۔ اس طرح یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ روز میثاق سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس نوید سے سب کو سرفراز کیا۔

"اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمھیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والے ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا ان پر اور ضرور ضرور مدد کرنا ان کی"۔

(ق ۳/ ۸۱)

اس ارشاد ربانی سے رسول اللہؐ کی آمد سے تمام انبیاء علیہم السلام کو اس بات کی خبر دی پھر آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کے بارے میں عہد کا یقینی حال معلوم ہوتا ہے اور روز میثاق میں ظہورِ انور کے ذکر کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس بارے میں بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

اے لوگو! تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رسولؐ حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے۔

(ق ۴/ ۱۷۰)

اے لوگو! آ چکی ہے تمہارے پاس ایک (روشن) دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہم

نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا۔ (ق ۱۷۴/۴/۴)

اے اہل کتاب! بے شک آ گئے ہیں تمہارے پاس ہمارے رسول (حضور پاکؐ)، کھول کر بیان کرتے ہیں تمہارے لئے بہت سی ایسی چیزیں جنھیں تم چھپایا کرتے تھے کتاب سے اور درگزر فرماتے ہیں بہت سی باتوں (قصوروں) کو، بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی۔ (ق ۱۵/۵/)

اے اہل کتاب! بے شک آ گئے ہیں تمہارے پاس ہمارے رسول (حضور پاکؐ)، صاف بیان کرتے ہیں تمہارے لئے (احکام الٰہی)، بعد اس کے رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا، تا کہ تم یہ نہ کہو کہ نہیں آیا تھا ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا تو آ گیا ہے تمہارے پاس خوش خبری دینے والا ڈرانے والا........ (ق ۱۹/۵/)

بے شک تشریف لائے ہیں تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہش مند ہیں تمہاری بھلائی کے، مومنین کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں۔ (ق ۱۲۸/۹/)

مطلب یہ کہ ''تمہارے پاس اس نبی برحقؐ کی تشریف آوری تمہارے ہی قبیل اور تمہاری ہی جنس سے ہے اور تم ان کے صدق و امانت کے مقام و مرتبہ کو خوب جانتے ہو اور تمہارے درمیان وہ کبھی بھی متہم بالکذب نہ ہوئے اور تم ان کے آباء و اجداد کو بھی جانتے ہو کہ وہ عرب میں سب سے اشرف، افضل، ارفع اور طاہر و مطہر تھے کہ ان میں نہ سفاح (فحاشی وغیرہ) تھی اور نہ جاہلیت کی خباثتیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اصلاب فاخرہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کر کے عالم ظہور میں لایا گیا اور تم ان کے شرف ذاتی، محامد صفاتی، عزائم اخلاقی اور محاسن افعالی کو دیکھتے رہے

ہو اور ان کے بعض صفات کریمہ کو بیان بھی کرتے رہے ہو''۔ اس کے بعد حق تعالی فرماتا ہے ''ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا اور دنیا و آخرت میں تمہارا زیاں کار ہونا سخت دشوار ہے''۔ یہ تمہاری رشد و ہدایت کے لئے نہایت ہمت رکھتے ہیں اور شفقت و مہربانی رکھتے ہیں۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی فرماتے ہیں کہ حق تعالی اپنی معرفت و طاعت میں مخلوق کے عجز کو جانتا ہے، اس نے چاہا کہ معرفت کرائی جائے اور تعلیم دی جائے تو اس نے ان کے مابین ایسی مخلوق پیدا فرمائی جو انھیں کے جنس سے ہے اور اپنی صفت میں سے رحمت و رافت کا لباس پہنا کر ان کا نام نبی صادق اور رسول برحق رکھا، اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے موافق گردانا۔ چنانچہ فرمایا ''جس نے رسول کریم کی پیروی کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی''۔

(اے حبیب!) فرمائیے اے لوگو! بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے۔ (ق ۱۰/۱۰۸)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالی نے مومنوں پر (جب) اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انھیں میں سے (ق ۳/۱۶۴)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ق ۹/۳۳)

بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ (ق ۲/۱۱۹)

اور اے محبوب! ہم نے تمھیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا۔ (ق ۴/۷۹)

اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنانے۔ (ق ۱۷/۱۰۵)

اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت (بنا کر) سارے جہانوں کے لئے۔ (ق ۲۱/۱۰۷)

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر۔ (ق ۳۳/۴۵)

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

(ق ۳۴/۲۸)

اس ارشاد ربانی سے معلوم ہو گیا کہ حضور انور ختمی مرتبت محمد مصطفیٰؐ کی رسالت، رسالت عامہ ہے۔ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے، کالے، عربی، عجمی، اگلے، پچھلے کوئی ہوں سب کے لئے آپ رسول ہیں اور سارے لوگ آپ کے احاطہ رسالت میں ہیں کوئی شخص آپ کے دائرے رسالت سے باہر نہیں۔

مزید بہت ساری آیات شریفہ ہیں جو خاص اس موضوع سے متعلق ہے جن میں رسول اللہؐ کی دنیا میں جلوہ گری یعنی ساری انسانیت کی ہدایت کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے بھیجے جانے اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر رونق افروز ہونے کے بارے میں ارشادات ہیں جن سے حضور انور ﷺ کی بارگاہ حق تعالی میں محبوبیت اور تمام مخلوقات وموجودات میں ہمارے سرکار کی عظمت وشان کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا۔ مومن کے لئے تو حضورؐ دنیا وآخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے حضورؐ دنیا میں رحمت ہیں کہ حضورؐ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف ومسخ اور استحصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے (کنز)۔ منافق کے لئے رحمت ہیں قتل سے امان کے سبب۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اللہ کی طرف سے فرستادہ رحمت ہوں''۔ (حاکم)

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا کہ ''کیا تمھیں میری رحمت کا حصہ ملا ہے؟'' عرض کیا ''ہاں! میں خوف زدہ رہتا تھا اپنے انجام سے، اب میں بے خوف ہو گیا ہوں، کیوں کہ حق تعالی نے اپنے ارشاد میں (جو آپ پر نازل ہوا) میری تعریف فرمائی

ہے۔حق تعالیٰ نے فرمایا ''قوت والا، عرش کے پاس مقیم، اطاعت گزار، وہاں امانت دار'' اور جبرئیلؑ کا یہ خوف بارگاہ قدس کی شان بے نیازی کی وجہ سے ہے جو کہ مقربیان بارگاہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا۔''

(مدارج النبوۃ)

حق تعالی نے اپنے حبیبؐ کے ذاتی وجود کو اور آپ کے شمائل وصفات کو تمام مخلوق پر رحمت بنایا ،لہذا جسے بھی رحمت کا حصہ پہنچا اس کے نصیب میں دنیا و آخرت میں نجات ملی اور ہر برائی سے محفوظ رہا اور محبوب حقیقی سے واصل وفائز المرام ہوا جیسا کہ کتاب الشفاء میں ہے۔اس تقدیر سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر ومصدر رحمت ہیں، اگر کوئی انکار وعناد اور استکبار کے مرض میں مبتلاء ہو کر شقاوت وضلالت اور حرمان وخسران میں پڑا رہے تو اس کا اپنے اوپر ہی ظلم ہوگا۔

عظمت ورفعت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اقدس ختمی مرتبت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جہان رنگ وبو میں رونق افروزی اللہ تعالی کا انعام خاص ہے۔جس کا قرآن حکیم نے یوں ذکر فرمایا

"لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم "

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔(ق ۳/۱۶۴)

حضور انورؐ کا دنیا میں جلوہ گر ہونا سارے عالموں پر اللہ تعالی کی رحمت خاص ہے۔جیسا کہ ارشاد پاک ہے

"وما ارسلنك الا رحمة للعلمين"

(اے محبوب!) ہم نے آپ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (ق ۲۱/۱۰۷)

اس ارشاد پاک کی دوطرح سے تفسیر کی جاتی ہے۔اللہ تعالی آپ کے سبب سارے عالموں پر رحمت فرماتا ہے، گویا آپ تمام جہاں کے لئے وجہ رحمت ہیں۔دوسری یہ کہ اللہ تعالی نے حضور اکرمؐ کو سارے عالموں کے لئے فقط رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔آپ کا رحمۃ للعلمین ہونا بجائے خود ساری مخلوقات پر دلیل فضیلت ہے، کیونکہ جو سارے جہاں کے لئے رحمت ہو اس کا سب سے افضل ہونا ایک کلیہ ہے۔فضیلت میں رسول عام لوگوں پر ہی نہیں آپس میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، جس کا ثبوت اس قرآنی دلیل سے ملتا ہے

"تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض"

یہ رسول ہیں جنھیں ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ (ق ۲/۲۵۳)

ظہور قدسی کا مقصد پوری انسانیت کی ہدایت ہے۔قرآن حکیم نے اس حقیقت کا اعلان اس طرح بھی فرمایا ہے

"قل یایھا الناس انّی رسول اللہ الیکم جمیعا"

(اے محبوب) کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (ق ۷/۱۵۸)

رحمت تامہ اور رسالت عامہ یہ دو ایسے اوصاف جمیلہ ہیں جن کے باعث حضور انور ﷺ کی فضیلت تمام مخلوقات، سارے انسانوں بلکہ انبیاء ومرسلین پر بھی قائم ہوجاتی ہے۔رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ "انبیائے سابق خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے مجھے تمام انسانوں کیلئے مبعوث کیا گیا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

فضیلت کے ضمن میں اولیت ایک اہم پہلو ہے افضل ہونا اول ہونے کے ساتھ ہے۔خالق کونین نے آپ کو بہ اعتبار تخلیق اولیت سے ممتاز فرمایا ہے جو سارے جہاں کے لئے رحمت ہو وہ بہ لحاظ وجود سب سے پہلے ہوگا جن پر انہیں افضل کیا گیا ہے۔شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حدیث شریف "اول ما خلق اللہ نوری" کے ذریعہ آپ کے اسم صفت "اول" کی تشریح فرماتے ہوئے واضح کیا ہے کہ "آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اول ہے"۔ (مدارج النبوۃ حصہ ۱)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے یہ معلوم کرایے کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالی نے کس چیز کو پیدا کیا؟" فرمایا "اے جابر! اللہ تعالی نے کل اشیاء سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا" (مواہب لدنیہ)

خلقت میں اولیت کی طرح نبوت میں بھی تقدم ایک حقیقت ہے جو کہ اس حدیث شریف سے

ظاہر ہے۔فرمایا ''میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدمؑ آب وتراب اورروح وجسد کے درمیان تھے''۔
(احمد، حاکم، بیہقی ، ابونعیم بحوالہ سیوطی)

حضورانور ﷺ نے فرمایا ''میں تخلیق میں سب انبیاء سے مقدم ہوں اور بعثت میں سب سے آخری میں ہوں''۔ (ابونعیم بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ)

فضیلت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاایک اور پہلواس ارشادربانی سے ظاہر ہے۔

بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (رحمت) کی خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا۔ (ق ۸/۴۸)

فضیلت ماننے والوں کے لئے چندامرضروری ہیں جن کابعدوالی آیت شریفہ میں ذکر ہے۔

تا کہ (اے لوگو!) تم ایمان لاؤاللہ پراوراس کے رسول پراورتا کہ تم ان کی مدد کرواوردل سے ان کی تعظیم کرو۔ (ق ۹/۴۸)

یہ حکم دیاجارہا ہے کہ رسول اللہؐ پرصدق دل سے ایمان لاؤان کی نصرت واعانت میں جاں سے گذرجاؤاورساتھ ہی ان کے ادب واحترام کوہردم ملحوظ رکھو۔کہیں ایسانہ ہوکہ تم خدمت دین توکرولیکن بارگاہ رسالت کے آداب کاخیال نہ رکھو۔حضورؐ کی اعانت اوراسی طرح حضور کی تعظیم وتکریم یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔ (ضیاءالقرآن)

معلوم ہوا کہ فضیلت کالازمہ تعظیم وتکریم ہے۔رسول اللہؐ کااسم مبارک بغیرذکروصف رسالت یا تحیات ودرودوسلام لیاجانااہل ایمان وسعادت کے طریقہ ادب کےمنافی ہے کیونکہ قرآن فرماتا ہے

''رسول اللہؐ کے پکارنے کوآپس میں ایسانہ ٹھہرالوجیسا کہ تم میں ایک دوسرے کوپکارتا ہے''۔

(ق ۶۳/۲۴)

اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محض نام لے کر پکارے جائیں، جیسا کہ لوگ بھائی بندھو کو پکارتے ہیں۔ قریش کا عام طور پر یہی طریقہ تھا کہ وہ آپ کو عام رواج کے موافق نام مع ولدیت سے مخاطب کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ تعمیل ارشاد مولیٰ میں اہل ایمان اور عاشقان قرآن وصاحب قرآن گذشتہ چودہ صدیوں سے حضورؐ کا اسم مبارک وصف نبوت ورسالت اور درودو سلام کے لاحقہ کے ساتھ لیا کرتے ہیں، کہا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں اور اس کو سعادت وابستگی جانتے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں مقامات پر رسول اللہ ﷺ کو مختلف اوصاف عالیہ سے یاد فرمایا ہے۔ البتہ چار مقامات پر اسم پاک ''محمدؐ'' آیا ہے، جن کے منجملہ تین میں وصف رسالت کے ساتھ ہے، جب کہ دیگر انبیاء ومرسلین کو ان کے اعجاز وکمالات کے باوصف بار بار نام لے کر خطاب فرمایا گیا ہے۔ یہ پہلو یقیناً حضورؐ کی فضیلت کاملہ کو نمایاں طور پر واضح فرماتا ہے۔

اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جب بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تکلم اور خطاب کا شرف ملتا تو وہ سب ہمیشہ ''یا رسول اللہؐ!'' کہا کرتے، کبھی نہ رشتہ وتعلق کو ظاہر کرتے اور نہ ہی اسم مبارک لے کر مخاطب ہوتے۔ یہ تعظیم وتوقیر محض ارشاد ربانی کی تعمیل اور حضور اقدسؐ کے ساتھ غایت ادب واحترام ومحبت کی آئینہ دار حقیقت ہے۔ اس ضمن میں صلح حدیبیہ کے موقع پر ہونے والا یہ واقعہ اہل بیت اطہار اور صحابہ کی محبت اور طریقہ ادب کی شرح اور تفہیم کے لئے کافی ہے۔

صلح حدیبیہ کی شرائط پر فریقین کے اتفاق کے بعد جب تحریر معاہدہ کا وقت آیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھنے کا حکم صادر ہوا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے بعد جب حضرت علیؓ نے لکھا ''محمد رسول اللہؐ نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ یہ ہے'' اس پر نمائندہ قریش سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے اصرار کیا

کہ ''محمد رسول اللہ'' کے بجائے ''محمد بن عبداللہ'' لکھا جائے اور اس بات پر اڑ گیا تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ''رسول اللہ'' کو محو کر کے ''ابن عبداللہ'' لکھو! تب حضرت علیؓ نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ اعتذار کیا کہ ''مجھ سے آپ کے اسم مبارک کے لاحقہ وصف رسالت کو محو کرنا نہ ہو سکے گا''۔

(زرقانی۔ج۲)

تعظیم وتکریم، ادب واحترام اور عشق ووارفتگی کے باعث حضرت علیؓ کا یہ اعتذار عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحوں کو بالیدگی عطا کرتا رہے گا۔علماء کرام نے رسول اللہؐ کے نسب عالیہ کی حد تک ولدیت کے اظہار کی رخصت دی ہے۔

اخلاق کریمانہ کے جلوے

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ خوش اخلاقی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ رسول اللہؐ کو تبسم کناں دیکھا ہے۔ جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت حضورؐ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اللہ تعالی کے حضور تواضع وانکساری کی یہ شان تھی کہ حضورؐ کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے سرے کی لکڑی کے قریب جھکا ہوا تھا۔

عبداللہ بن ابی الحسماء بیان کرتے ہیں کہ بعثت شریف سے پہلے میں نے حضورؐ سے کوئی چیز خریدی کچھ رقم باقی رہ گئی۔ حضورسؐے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لے کر حاضر ہوتا ہوں پھر میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ تشریف فرما ہیں حضورؐ نے مجھ سے صرف یہ فرمایا کہ تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ (ابوداود)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی بھی شئے طلب کی گئی ہو اور آپ نے جواب نفی میں دیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ سب لوگوں سے زیادہ جواد کریم ہیں اور آپ جملہ اوقات کی نسبت رمضان المبارک میں جودوکرم کا اظہار بہت زیادہ فرماتے

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جس شئے کا سوال کیا جاتا تو آپ ضرور

عطا فرماتے۔ ایک شخص حضورؐ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا تو آپؐ نے اس کو بھیڑ بکریوں سے بھری وادی کے تمام مواشی عطا کر دیئے۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہا اے میری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمدؐ بہت زیادہ بخشتے ہیں اور عطا کرتے ہیں''۔

حضرت ہارون بن رباب رضؓ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالت پناہیؐ میں ستر ہزار درہم پہنچے۔ حضور انور ﷺ نے ان کو چٹائی پر رکھا پھر تقسیم فرمانے لگے اور جو سائل بھی آیا اس کو عطا فرمایا حتیٰ کہ سبھی تقسیم فرما دیا اور ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ (سیرت سید الانبیاء الوفا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ بکثرت ذکر اللہ فرماتے اور بے مقصد بات نہیں کرتے۔ نماز کو لمبا فرماتے اور خطبہ میں اختصار فرماتے اور اس امر سے نفرت اور تکبر کا اظہار نہ کرتے کہ مساکین کے ساتھ چلیں اور ان کی ضرورت کو پورا فرما دیں۔

رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کے لئے ہلاکت کی بد دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا میں لعنت کرنے اور ہلاکت آفرینی کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ رحمت سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (بہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضؓ) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے ہی مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں سرتاپا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں جو بطور ہدیہ و کرامت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔

حضرت حسن مجتبیٰؑ، حضرت ہند بن ابی ہالہ رضؓ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا اور دنیاوی اشیاء ناراض نہیں کرتی تھیں۔ نہ آپ اپنی ذات کے لئے ناراض ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے لئے بدلہ لیتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بحرین سے کچھ مال لایا گیا تو حضورؐ نے فرمایا ''اسے مسجد میں پھیلا دو'' پھر حضورؐ مسجد سے باہر تشریف لے آئے

اوراس مال کی طرف نظر تک نہ ڈالی اور جب واپس تشریف لائے تونماز سے فارغ ہوکر مال کے نزدیک تشریف لائے اور ہر کسی کو وہ مال عطا کیا۔حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ آئے اور انھوں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! مجھے بھی اس مال سے عنایت فرمائیے۔کیونکہ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے''۔ (اسیران بدر میں سب سے زیادہ فدیہ حضرات عباس اور عقیل سے لیا گیا تھا) حضورؐ نے ان کی چادر میں اتنا بھر دیا کہ وہ اٹھا نہ سکتے تھے۔انھوں نے کہا ''یارسول اللہؐ! کسی کو فرمائیے کہ اسے میرے لئے اٹھا کر لے چلے''۔حضورؐ نے فرمایا ''نہیں اے چچا! جتنا تم اٹھا سکتے ہو اٹھالو''۔پھر حضرت عباسؓ (وہ چادر جس میں مال رکھا تھا) اپنے کندھے پر اٹھا کر چل دیئے اور حضور اکرمؐ ان کی طرف دیکھتے اور مسکراتے رہے۔حضورؐ سب کو مال عطا کرتے رہے یہاں تک کہ جب حضورؐ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ رہا تھا۔ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ یہ ایک لاکھ درہم تھے، جسے علاء بن حضرمی نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا مال تھا جو حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا تھا۔

حضور انور ﷺ کی جود وسخا کے اثر کا ظہور اور ابواب کرم و بخشش کا فتح حنین کے دن حد وشمار اور حصر وقیاس سے زیادہ تھا کیوں کہ اس دن ہر عربی کو سو سو اونٹ اور ہزار ہزار بکریاں عطا ہوئی تھیں۔صفوان بن امیہ کو پہلے سو بکریاں، دوبارہ سو بکریاں اور پھر سے سو بکریاں دی گئی تھیں۔واقدی کی کتاب المغازی میں منقول ہے کہ اس دن صفوان کے اونٹ بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی تھی۔اس پر صفوانؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریمؐ کے سوا بخشش وعطا میں کوئی اتنی جوانمردی نہیں کرسکتا۔حنین ہی کے موقع پر حضورؐ نے ہوازن پر احسان عظیم کیا کہ ان کے چھ ہزار قیدیوں کو رہا کردیا۔

(مدارج النبوۃ۔ج ۱)

اس عطا کے ساتھ حضورؐ نے اس کے اس کفر کا علاج فرمایا جو اس میں تھا۔ابوسفیانؓ بن حرب اور

ان کے بیٹے بھی انھیں مولفۃ القلوب میں سے تھے۔ چنانچہ ابوسفیانؓ آئے اور کہا ''یا رسول اللہؐ! آج قریش میں سب سے زیادہ مالدار آپ ہی ہیں، اس مال میں سے کچھ ہمیں بھی عطا فرمائیے''۔ حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ''چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ انھیں دے دو''۔ پھر ابو سفیانؓ نے یکے بعد دیگرے اپنے بیٹوں کے لئے بھی عطا کا معروضہ کیا تو ان کے بیٹوں کے لئے بھی خود دو بارہ اتنا ہی مال سرفراز کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابوسفیانؓ عرض کرتے تھے ''یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خدا کی قسم آپ جنگ کے زمانہ میں بھی کریم ہیں اور امن کے زمانے میں بھی آپ کریم ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے''۔

حقیقت جود وسخا اور کرم وعطا کے متحقق ہونے کے لئے بالفعل صفت کا ہونا شرط نہیں، یہ صفت ذاتی، طبعی اور پیدائشی ہے اور اس کے اثر کا ظہور اور ہے جو کچھ ہاتھ میں آتا ہے عطا فرما دیتے۔ حضور انورؐ جب کسی ضرورت مند محتاج کو ملاحظہ فرماتے تو اپنا خاصہ مبارک تک اٹھا کر عنایت کر دیتے۔ حضورؐ عطا وتصدق میں تنوع کرتے کسی کو ہبہ کرتے، کسی کو حق دیتے، کسی کو بارِ قرض سے چھڑاتے، کسی کو صدقہ دیتے، کسی کو ہدیہ کرتے اور کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے۔

رسول اللہ ﷺ بنی آدم میں علی الاطلاق سب سے زیادہ صاحب جود وسخا ہیں۔ حضورؐ کی جود وسخا کی مختلف قسمیں ہیں، یہ خواہ علم ومال کی عطا ہو یا بندوں کی ہدایت کے لئے دین حق کے اظہار میں ذاتی جہد وکوشش میں ہو۔

معمولات اقدس واطہر

حضرت سیدنا امام حسنؑ فرماتے ہیں میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ اپنے ہم نشینوں اور مصاحبوں کے ساتھ کیسی تھی تو انھوں نے فرمایا کہ ''رسول اللہ ﷺ ہر وقت خندہ پیشانی سے پیش آتے، اخلاق وعادات میں نرمی اختیار فرماتے، پہلو اور جانب کو ان کے لئے نرم رکھتے۔ یعنی نرم دلی اور شفقت ورافت سے پیش آتے۔ نہ ہی ذرہ بھر کسی کی عیب جوئی فرماتے اور نہ ہی زیادہ مدح سرائی۔ جس چیز کی آپ کو خواہش نہیں ہوتی تھی، اس سے عمداً بے توجہی وبے التفاتی کا اظہار فرماتے۔ حضورؐ سے امیدیں وابستہ کرنے والا ناامیدی اور نامرادی کا شکار نہیں ہوتا تھا''۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے کہ جب کسی بھی ضرورت مند کو دیکھو تو اسے یہاں لایا کرو۔ حضور انور کسی کے کلام کو قطع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ وہ حق سے تجاوز نہ کرتا۔ اگر تجاوز کرتا تو اس کی بات کاٹتے اور اسے روکتے یا اٹھ کر چلے جاتے، تاکہ خود بخود اس کو اپنے کلام کی قباحت وناپسندیدگی معلوم ہوجائے۔ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث اور روایت کو (حضرت سیدنا امام) حسینؓ سے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا۔ جب میں نے بیان کی تو معلوم ہوا کہ انھوں نے مجھ سے پہلے ہی حضرت ہندؓ سے اس کو دریافت کرلیا تھا اور میں نے ان کو دیکھا کہ انھوں نے ہمارے والد گرامیؓ سے سرکار دوعالمؐ کے گھر تشریف لے جانے اور حرم سرا سے باہر قدم رنجہ فرما ہونے کی کیفیات کے متعلق بھی دریافت کررکھا تھا۔ حضرت سیدنا امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی

المرتضیٰؓ سے سرکار دو عالمؐ کے حرم سرا اور دولت کدہ میں تشریف فرما ہونے کے بعد اعمال و اشغال کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہؐ اپنے ان اوقات کے تین حصے فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے لئے، دوسرا حصہ اہل خانہ کے لئے اور تیسرا حصہ اپنے لئے اور بہ روایت دیگر لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے مختص کئے تھے۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے اپنے دست مبارک سے کسی کو نہ مارا۔ جب کبھی آپ کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے امت پر سہولت پیدا کرنے کے لئے اور ان کو مشقت سے بچانے کے لئے آسان ترین امر کو ہی پیش نظر رکھا۔

حضرت نصر بن وہب خزاعیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دراز گوش پر سواری فرماتے ہوئے دیکھا جس کو رسا ڈالا ہوا تھا اور زین و لگام اس پر نہیں تھی صرف قصبہ جور میں تیار شدہ چادر اس پر تھی۔ حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو بلایا اور انہیں اپنے پیچھے سوار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما ہوتے (بغیر اس کے کہ حضورؐ کے لئے کوئی امتیازی مسند ہوتی یا لباس میں کوئی قائدانہ اور شاہانہ انداز ہوتا) اگر کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو وہ پوچھے بغیر معلوم نہ کرسکتا کہ حضورؐ ان میں کون ہیں (اگرچہ چہرہ اقدس کی تابانیاں اور انوار سب سے نمایاں ہوتے) ہم نے حضورؐ سے التجا کی آپ ایسی مسند اور نشست گاہ بنانے کی اجازت دیں کہ اجنبی آدمی آئے تو اس کو بغیر سوال کئے معلوم ہو جائے۔ تو حضورؐ کی اجازت اور رضامندی سے ہم نے مٹی کا اونچا چبوترہ سا بنایا حضورؐ اس پر تشریف رکھتے اور ہم آپ کے ارد گرد نیچے بیٹھتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے

آپ اوٹ لگا کر کھانا تناول کریں۔اس میں آپ کے لئے زیادہ آسانی رہے گی تو حضورؐ نے فرمایا نہیں نہیں میں تو ایسے ہی کھاؤں گا (شاہوں اور ناز پروردہ لوگوں کی طرح نہ بیٹھوں گا اور نہ ان کی طرح کھاؤں گا)۔

حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا بے شک آپ کا رب تبارک وتعالی آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اگر چاہو تو نبی عبد بنو اور چاہو تو نبی بادشاہ بنو تو میں نے کہا میں نبی عبد بننا پسند کرتا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں مہاجرین کی ایک جماعت (اہل صفہ) میں بیٹھا تھا اور وہ کپڑے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ذریعہ ستر اور پردہ حاصل کر رہے تھے اور ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم سبھی غور سے اس کی تلاوت وقراءت کو سن رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھا اور ہمارے درمیان بیٹھے تاکہ ہم گداؤں کو شہنشاہ کونین کی ہم نشینی کا شرف بخشیں۔

حلم وعفو

جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر کعبہ مبارکہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر فرمایا ”اے اہل مکہ! تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا“۔ تو انھوں نے متفقہ طور پر کہا ”ہم یہی کہتے اور سمجھتے ہیں کہ آپ کریم ورحیم بھائی ہیں اور چچا زاد، سوائے رحم وکرم کے اور کیا امید رکھیں گے“۔ تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو حضورؐ نے فرمایا ”میں آج اسی طرح اعلان عفو ودرگزر کرتا ہوں جس طرح یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے متعلق کیا تھا۔ آج کے دن تم پر کوئی سختی تشدد نہیں اور نہ زجر وتوبیخ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، وہ سب سے زیادہ رحم وکرم فرمانے والا ہے“۔

پھر قوم والے (مکہ سے) یوں نکلے جیسے کہ ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو (اور ان میں نئی زندگی آگئی) اور پھر وہ زمرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حبیب خداؐ نے صفوان بن ابی امیہ، ابوسفیان اور حارث بن ہشام کی طرف آدمی بھیجے۔ میں نے سوچا آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دشمنان حق تعالیٰ اور رسول اللہؐ کے خلاف کارروائی اور انھیں کیفر کردار تک پہنچانے کا موقع دیا ہے، مگر جب وہ حاضر ہوئے اور رسول اللہؐ نے فرمایا ”میری اور تمہاری حالت ویسی ہی ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا ”**لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم**“۔ وہ کہتے ہیں ”میں رسول اللہؐ سے حیاء ولحاظ کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آ گیا اور

اپنے عزم کو پورا نہ کرسکا''۔ (الوفاء)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی نہ تو آپ نے کبھی مجھ پر غصہ کیا اور نہ زود و کوب کیا، نہ زجر و توبیخ فرمائی اور نہ ہی چہرہ اقدس پر ایسے آثار نمودار ہوئے، نہ ہی کبھی یہ اتفاق ہوا کہ آپ نے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میرے سستی کا مظاہرہ کرنے پر عتاب فرمایا ہو۔ اگر کبھی اہل خانہ میں سے کوئی ناراض ہوتا تو آپ فرماتے ''انھیں کچھ نہ کہو اگر اس امر کی تقدیر ازل میں ہو چکی ہے تو ہو جانا ہے، جب یہ مقدر ہی نہیں تھا تو کیوں کر ہوتا''۔

شفقت ورحمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں گا مگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو یہ جانتے ہوئے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوگی، میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں''۔ (بہ روایت حضرت انسؓ)

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے گرد چٹائی کا ایک پردہ مسجد کے اندر بنایا (جن دنوں آپ اعتکاف میں بیٹھے تھے) حضورؐ نے چند راتیں اس کے اندر نماز تراویح ادا فرمائی، حتیٰ کہ حضورؐ کی آواز سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے (اور حضورؐ کے پیچھے صف بنانے لگے) پھر ایک رات حضورؐ کی آواز نہ سنائی دی تو صحابہ کرامؓ نے یہ خیال کیا کہ آپ آرام فرما ہوں گے تو بعض نے کھنکھارنا شروع کیا تا کہ حضورؐ کو اطلاع ہو جائے کہ ہم حاضر ہیں۔ حضورؐ رونق افروز ہوئے اور فرمایا ''میں نے تمہاری کاروائی کو مسلسل دیکھا اور سنا (مگر باہر نہیں نکلا) کیونکہ مجھے خیال تھا کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر فرض کر دی جاتی تو تم اس کی ادائیگی کی ہمت نہ کر سکتے۔ لہذا اپنے گھروں میں نماز ادا کرو، کیونکہ بہتر نماز وہی ہے جو کہ گھر کے اندر ادا کی جائے، ماسواء فریضہ کے کہ اس کا مسجد میں ادا کرنا بلکہ باجماعت ادا کرنا لازم ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ کفار قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ وہ ہمارے لئے کوہ صفا کو سونے کا پہاڑ بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے''۔ حضورؐ نے فرمایا ''کیا واقعی ایمان لے آؤ گے؟'' انھوں نے

عرض کیا ''ہاں''۔ حبیب کبریاؐ نے دعاء کا ارادہ فرمایا تو جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کیا ''اللہ تعالی آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کیا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا ان کے لئے سونا بن جائے گا، لیکن اس کے بعد اگر کوئی کفر کرے گا تو اس کو ایسا عذاب دیا جائے گا جیسا کہ جہاں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں''، تو حضورؐ نے عرض کیا ''بلکہ توبہ و رحمت کا دروازہ ہی کھولا جائے''۔

رسول اللہ ﷺ امت پر شریعت و احکام اور اس کے ترک میں آسانی و تخفیف کا لحاظ کرتے اور بعض افعال اس خوف سے کہ امت پر فرض نہ قرار دے دیئے جائیں، ترک کر دیتے ہیں، جیسے ہر نماز کے لئے مسواک کا ترک کرنا، عشاء میں تاخیر کو ترک کرنا، یا صوم وصال (پے در پے روزے رکھنا) کو ترک کرنا، اسی قسم کے اور احکام ہیں۔ حضورؐ اللہ تعالی سے دعاء مانگا کرتے کہ سب و لعن کو رحمت و قربت اور موجب طہارت بنا دے۔ حضورؐ فرمایا کرتے کہ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس کوئی ایسی بات نہ پہنچائے جو مکروہ اور ناپسندیدہ ہو، اس لئے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ پاک وصاف ہو۔ جب قریش نے آپ کو جھٹلایا اور حد سے زیادہ آپ کو ایذائیں پہنچائیں تو حضرت جبرئیلؑ نے حاضر ہو کر کہا ''اللہ تعالی نے اس فرشتہ کو حکم فرمایا ہے جو پہاڑوں پر مقرر ہے اور تمام پہاڑ اس کے قبضہ و تصرف میں ہیں کہ جو کچھ محمدؐ فرمائیں، ان کا حکم بجالاؤ، چنانچہ پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا کہ ''اے محمدؐ حکم فرمائیے، آپ کیا چاہتے ہیں اگر آپ چاہیں تو اخبشین نامی دونوں پہاڑوں کو ان پر زیر و زبر کر دوں''۔ اخبشین مکہ مکرمہ میں دو پہاڑوں کے درمیان آبادی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ''نہیں''، میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہوں، میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ نکالے گا جو خدا کی عبادت کریں گے اور اس کا شریک نہ گردائیں گے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ''اللہ تعالی نے آسمان وزمین اور پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں اور جو فرمائیں اسے بجالائیں اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کریں''۔ حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے فرمایا ''میں پسند کرتا ہوں کہ صبر کروں اور اپنی امت سے عذاب کی تاخیر کروں شاید کہ حق تعالی انھیں بخش دے اور انھیں توبہ کی توفیق دے کر ان پر رحمت فرمائے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وخصائل میں سے وفاء، حسن عہد، صلہ رحمی اور عیادت ومزاج پرسی بھی ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی چیز ہدیہ میں لائی جاتی تو حضورؐ فرماتے اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ، کیونکہ وہ (حضرت) خدیجہؓ کی سہیلی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت خدیجہؓ سے جتنا رشک کرتی تھی اتنا کسی عورت سے میں نے رشک نہ کیا کیونکہ حضورؐ انھیں بہت یاد کیا کرتے تھے۔ اگر حضورؐ کوئی بکری بھی ذبح کرتے تو اس میں سے بھی حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو ضرور بھجوایا کرتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک عورت حضورؐ کی خدمت میں آئی۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر بڑی خوشی وشادمانی کا اظہار کیا اور ان کی خوب خاطر ومدارات کی۔ جب وہ عورت چلی گئی تو فرمایا ''یہ عورت (حضرت) خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی''۔ وضعداری کو عمدہ طریق سے پورا کرنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے''۔

مرحمانہ تعلیم

حضرت مسعود بن الحکمؓ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے دوران نماز ''یرحمك الله'' کہہ دیا۔لوگوں نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے چپ رہنے کو کہہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے رسول اکرمؐ نے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔آپ نے نہ مجھے مارا اور نہ ناراضگی کی بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ عام لوگوں کے ساتھ عام حالت میں جو کلام کی جاتی ہے وہ حالت نماز میں کرنی درست نہیں ہوتی۔نماز صرف تحمید اور تکبیر کا نام ہے۔(یہ امر ذہن نشین رہے کہ نماز کے آداب بھی تدریجی طور پر آہستہ آہستہ سکھلائے گئے۔اسی لئے اعرابی کو کلام کرنے کے باوجود اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا اور صحابہ کرام نے اشارہ سے جو کچھ سمجھایا یہ بھی بعد میں منسوخ کر دیا گیا لہذا اب کسی کو اشاروں اور کنایوں سے کچھ سمجھانا بھی نماز کے لئے مفید و مبطل ہے)۔

حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انتہائی رحیم اور نرم دل ہیں، ہم حضورؐ کی خدمت میں بیس دن رات ٹھہرے۔حضورؐ نے ہمارے چہرے دیکھ کر اندازہ فرمالیا کہ ہم گھروں کے لئے اداس ہو گئے اور سخت شائق۔حضورؐ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ ہم نے اپنے پیچھے گھروں میں کون کون لوگ چھوڑے ہیں۔ہم نے عرض کیا،تو حضورؐ نے فرمایا ''اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے اندر نماز کو اور دین کو قائم کرنا اور اس کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا'۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام یا قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی شخص تین دن تک حاضر بارگاہ نہ ہوتا تو حضورؐ اس کے متعلق دریافت کرتے اگر غائب ہوتا تو اس کو دعائے خیر سے نوازتے اور اگر موجود ہوتا تو اس کے ہاں دیکھ بھال کے لئے تشریف لے جاتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریضوں کی عیادت اور غلاموں کی دعوت بھی قبول فرماتے۔ دراز گوش پر سواری سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بھی یہ اعزاز بخشتے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس سے فرمایا کہ ”کیا تو اس امر کی گواہی دیتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟“ اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا جو کچھ تجھے (حضرت) محمدؐ فرمار ہے ہیں وہ کہہ دے اور اعتراف توحید و رسالت کر دے۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور فوت ہو گیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ”اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھو اور اس کو اپنے قبرستان میں دفن کرو“۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ”اے اللہ! میں تیرے کرم و فضل پر امید رکھتے ہوئے تجھ سے یہ عہد لیتا ہوں جس میں تو ہرگز خلاف نہیں فرمائے گا۔ میں شان بشریت اور اس کے لوازمات و مقتضیات سے بھی موصوف ہوں، لہذا اگر جلال میں کسی مسلمان کو مجھ سے ایذا پہنچے۔ خفگی یا سختی ہو جائے تو اس تکلیف کو اس شخص کے حق میں رحمت و کرم سے تبدیل فرما اور تطہیر و تزکیہ اور بروز قیامت قرب کا موجب بنا تا کہ اس وجہ سے تو اس کو اپنے قرب سے مشرف فرمائے“۔

شانِ شجاعت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے حسین ہیں اور سب سے شجاع و دلیر اور سب سے زیادہ جواد و کریم ہیں۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے اندر (خوفناک آواز سن کر) گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لوگ اس طرف نکلے جدھر سے آواز آئی تھی، مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ ادھر سے آرہے ہیں اور گھوڑے پر سوار ہیں اور تلوار مبارک گردن اقدس میں حمائل کی ہوئی ہے اور اس خوفناک آواز کی تحقیق و تسلی کر کے آرہے ہیں اور لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں "کوئی بات نہیں گھبراؤ نہیں"۔

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے حضورؐ کو میدان بدر میں دیکھا کہ ہمارے شیر دل صف شکن مجاہدین بھی سرکار دو عالمؐ کی پناہ لیتے تھے اور حضورؐ ہم سب کی نسبت دشمن کے قریب تھے اور اس دن آپ سب لوگوں سے جرات و دلیری میں اور بسالت و شجاعت میں یقیناً بڑھے ہوئے تھے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ جب جنگ کی آگ زوروں پر ہوئی اور خوب بھڑک رہی ہوتی اور دونوں جنگجو فریق ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوتے تو ہم رسول اللہؐ کی پناہ لیتے اور ان کے دامن میں آکر اپنا بچاؤ کرتے۔ حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے بخدا جب جنگ کی آگ بھڑکتی تو ہم دامن محبوبؐ میں پناہ ڈھونڈتے اور ہم سے بڑا بہادر وہی ہوتا تھا جو رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ صف معرکہ میں رہتا۔

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور آپ کے بازوؤں کی قوت و طاقت کا بیان سِرّ میں ہے کہ شجاعت دلاوری اور خوف کی جگہ دلیری دکھانے کو کہتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے کہ شجاعت قوت غضب کی فراوانی اور عقل کو اس کے تابع بنانے کا نام ہے، قاموس میں ہے کہ شجاعت خوف کے وقت دل کو مضبوط

رکھنے کا نام ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ صفت شجاعت کمال کی مانند تھی۔ بسا اوقات ایسے سختی اور شدت کے موقعوں میں جہاں دلاوروں اور دلیروں کے قدم اکھڑ گئے تھے وہاں حضور اکرمؐ ثابت وقائم رہے اور اپنی جگہ سے جنبش تک نہ فرمائی، بلکہ بڑھ بڑھ کر آگے آتے اور پیچھے نہ ہٹتے۔ چنانچہ غزوہ حنین کے موقع پر کفار کی تیروں کی بوچھار سے صحابہ کرام میں ایک قسم کا ہیجان اور پریشانی پیدا ہوگئی تھی۔ مگر حضور اکرمؐ نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ فرمائی، حالانکہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ آپ کے گھوڑے کا لگام پکڑے کھڑے تھے۔ حضورؐ چاہتے تھے کہ اقدام کریں، چنانچہ آپ گھوڑے سے اترے اور خدا سے مدد مانگی اور زمین سے ایک مشت خاک لے کر دشمن کی طرف پھینکی تو کوئی کافر ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس خاک سے بھر نہ گئی ہو۔ حضورؐ نے اس وقت یہ رجز پڑھا ''انا النبی لا کذب ۔ انا بن عبد المطلب۔ (ترجمہ) میں نبی ہوں اس میں کذب نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں''۔ حضورؐ سے زیادہ بہادر، شجاعت اور دلیر کوئی نہ دیکھا گیا۔ منقول ہے کہ جب مسلمان اور کافر باہم گتھم گتھا ہوئے اور مسلمانوں کو پریشانی لاحق ہوئی تو حضور اکرمؐ نے اس وقت اقدام فرمایا، اسی وقت انصار کو ندا دی گئی اور مسلمان واپس ہو کر حضور کے گرد جمع ہونے لگے، بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوت، زور بازو اور مضبوطی میں ایسے ہیں کہ جہاں بھر کے کشتی گیر (پہلوان) حضورؐ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ محمد بن اسحاق اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رکانہ نامی ایک پہلوان تھا، جو شدید القوت اور فن پہلوانی میں بے مثل ومنفرد تھا۔ دور دور سے لوگ اس کے مقابلے کے لئے آتے تھے وہ سب کو پچھاڑ دیتا تھا۔ ایک روز مکہ کی کسی گھاٹی سے وہ حضور اکرمؐ کے سامنے آگیا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا ''اے رکانہ! اللہ سے کیوں نہیں ڈرتا اور میری

دعوت کو کیوں قبول نہیں کرتا''۔رکانہ نے کہا ''اے محمدؐ اپنی صداقت پر کوئی شہادت لاؤ''۔حضورؐ نے فرمایا ''اگر میں کشتی میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟''اس نے کہا ''ہاں''حضورؐ نے فرمایا ''پھر کشتی کے لئے تیار ہوجا'' چنانچہ رکانہ کشتی کے لئے تیار ہوگیا۔حضورؐ اس کے قریب آئے اور اسے پکڑ کر زمین پر گرادیا۔رکانہ حیران و ششدر ہو کر درخواست کرنے لگا کہ وہ چھوڑ دیا جائے۔اس نے پھر دوبارہ اور سہ بارہ کشتی کی،حضورؐ نے اسے ہر بار گرادیا۔پھر رکانہ تعجب کے ساتھ کہنے لگا کہ آپ کی شان عجیب ہے،آپ اتنی قوت وطاقت کے حامل ہیں''۔حدیث شریف میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ وہ ایمان لایا یا نہیں۔حضور اکرمؐ سے رکانہ کے علاوہ اورلوگوں نے بھی کشتی لڑی ہے اور حضورؐ ان سب پر غالب رہے۔چنانچہ ابوالاسد جحمی ایک شخص بڑا شہ زور تھا وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوجاتا اور لوگ اس کے نیچے سے کھال کھینچنے کی پوری قوت صرف کرتے۔کھال پھٹ جاتی مگر اس کے نیچے سے نکال نہ سکتے تھے۔وہ اپنی جگہ سے ہٹتا تک نہیں تھا۔ایک روز اس نے حضور اکرمؐ کو پکارا کہ آپ اس کے ساتھ کشتی لڑیں،اس نے کہا اگر آپ مجھے زمین پر گرادیں تو میں ایمان لے آؤں گا تو حضور نے اسے زمین پر چت کردیا۔

(مدارج النبوۃ)

التفات وکرم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمسن حضرت امام حسنؓ کو بہلانے کے لئے اپنی زبان اقدس کو اپنے مبارک ہونٹوں سے باہر لاتے جب حضرت امام حسن اپنے نانا جان رسول اللہؐ کی زبان اقدس کی نورانی سرخی دیکھتے تو ادھر راغب ہوتے اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس زبان پاک کو چھونے کے لئے ہاتھ بڑھاتے۔ (بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ)

ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مزاح (خوشگوار گفتگو) فرماتا ہوں تو بھی اس دوران میری زبان حقیقت ترجمان سے حق ہی نکلتا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہؐ سے عرض کی ''مجھے سواری کے لئے اونٹ عطا فرمائیے''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''ہم اونٹنی کے بچے پر تجھے سوار کریں گے اور وہ سواری کے لئے مہیا کریں گے'' تو اس نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا''۔ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''(ہر) کوئی اونٹ ایسا ہے جو اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوگا''۔

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک بڑھیا آقائے دوجہاںؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کسی چیز کے متعلق دریافت کیا۔ حضور اقدسؐ نے جواب سرفراز فرمایا اور بطور خوش طبعی فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا، لہذا حضورؐ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور ادھر بڑھیا زار و قطار رونے لگی، یہاں تک کہ جب رسول اللہؐ رونق افروز ہوئے تو حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! یہ عورت اس وقت سے رو رہی ہے، کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا

کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی''۔رسول اللہؐ نے تبسم فرمایااور کہا''ہاں ہاں کوئی بڑھیا بڑھاپے کی حالت میں جنت کے اندر داخل نہیں ہوگی بلکہ ان کو جوان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا انداز گفتگو بڑا خوشگوار ہوتا۔اگر اس طرح خوش طبعی مزاج اقدس میں نہ ہوتی تو خداداد ہیبت اور رعب و دبدبہ اور شان وشکوہ وجلالت سے صحابہ کرام کے دل ہر وقت لرزتے رہتے۔یہ اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہؐ کا ان پر خصوصی کرم تھا کہ آپ اس انداز سے ان کے ساتھ پیش آتے تا کہ ان پر ہر وقت مرعوبیت کا عالم طاری نہ رہے۔

(حاشیہ الوفاء گیارہواں باب)

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کافی خوش طبعی فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اللہ رب العزت صحیح اور درست مزاج کرنے والے پر مواخذہ نہیں فرماتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں جو کچھ نبی کریمؐ سے سنتا تھا،اس کو سپرد قلم کر لیتا اور صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتا تا کہ محفوظ رہے۔مجھے قریش نے اس سے منع کیا اور کہا تو جو کچھ سنتا ہے لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول اللہؐ کبھی حالت جلال میں ہوتے ہیں (اور کبھی خوش طبعی فرماتے ہیں) میں نے ان کے کہنے پر لکھنا ترک کر دیا اور سید الانبیاءؐ سے اس متعلق عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا''لکھو،ضرور لکھو،مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،میرے دہن سے ہر وقت حق ہی صادر ہوتا ہے،خواہ جمالی حالت ہو یا جلالی''۔ (الوفاء ابن جوزی)

عطاوکرم

رسول اللہ ﷺ کی ذات اشرف نفوس اور آپ کا مزاج سب سے زیادہ معتدل، حضورؐ کا خلق احسن اخلاق اور حضور اکرمؐ جملہ جسمانی وروحانی کمالات کے جامع اور خوبصورتی وخوب سیرتی پر حاوی اور سب سے زیادہ کریم، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جود والے ہیں (بخاری ومسلم)۔ رسول اللہؐ سے کبھی کوئی ایسا سوال نہ کیا گیا ہو اور کوئی چیز ایسی نہ مانگی گئی جس کے جواب میں حضور نے ''لا'' یعنی نہیں فرمائی ہو۔ ہر شخص حضورؐ سے جو کچھ مانگتا، آپ اسے مرحمت فرماتے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انتہائی حسین، خوبصورت اور حسن صورت کے مالک ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بجز تشہد میں پڑھنے کے لا کبھی نہیں فرمایا۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو حضورؐ کی ''لا'' نعم ہوئی۔ اگر حضورؐ کے پاس سائل کے سوال کے موقع پر بفرض محال کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو توقف کرتے اور اچھی باتوں کے ساتھ سائل کی دلجوئی فرماتے اور معذرت چاہتے۔ لیکن صراحت کے ساتھ نہ فرماتے کہ میں نہیں دے سکتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ''لا'' کے ساتھ کلام فرمانا حضور اکرمؐ کا عطا سے منع کرنے کی ہی غرض سے نہ ہوتا تھا اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ معذرت خواہی کے طور پر لا نہیں فرماتے۔ ایک جماعت نے حضورؐ سے غزوہ میں شریک ہونے کے لئے سواری مانگی تھی حضورؐ نے فرمایا ''کوئی سواری ایسی نہیں پایا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔

باوجود اس کے علماء بیان کرتے ہیں کہ ''کوئی سواری ایسی نہیں پاتا جن پر تمہیں سوار کروں''

اور ''میں تمہیں سوار نہیں کرتا'' کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر کلمہ ''لا'' جاری نہ ہونے سے مراد بخل وخست کی نفی ہے جو کہ آپ کی وسعت قلبی اور فراخ دستی سے تعلق رکھتی ہے اور جس طرح بخیل وکمزور لوگ کرتے ہیں ویسے آپ نہ کرتے تھے۔

نیز یہ جو آیا ہے کہ ''ہر کوئی جو مانگتا اسے مل جاتا''۔ تو اس سے جود وسخا کا اثبات ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ سائل کے لائق جو چیز ہوتی اس کی لیاقت کے مطابق عطا کر دیتے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حضور سائل کی مصلحت کی خاطر نہ دینے میں مصلحت وقت ملاحظہ کرتے۔ مثلاً عمل اور حکومت وغیرہ کے مانگنے کے باوجود نہ عطا فرمائی تاکہ مسلمانوں کے معاملات کے انتظام اور اس شخص کے حال کی درستگی میں کوئی خلل واقع نہ ہو جائے۔ اور کبھی مخالفت اس غرض سے ہوتی کہ وہ شخص طمع سوال اور حرص کی نامناسب عادتوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کسی عمل کی خواہش کی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوذر تم ضعیف وناتواں ہو۔ عمل کی خواہش نہ کرو اور کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ یہاں تک کہ اگر تمہارا کوڑا زمین پر گر جائے تو اسے بھی کسی سے نہ اٹھواؤ۔ حضرت ابوذرؓ اکابر صحابہ اور ان میں بہت بڑے زاہد تھے۔ اور ان کا خیال یہ تھا کہ مال جمع کرنا اور ذخیرہ اندازی کرنا حرام ہے۔ اگرچہ ادائے زکوۃ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سائل کو روانہ فرماتے اگر کوئی چیز نہ ہوتی تو فرماتے ہمارے نام پر قرض لے لو جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا تو ادا کریں گے۔

حیاء ایمان کا جز

حیاء کے معنی شرمیلا پن اور شرم رکھنے کے ہیں اس کے مادہ حیات ہے اسی لحاظ سے حیاء بمعنی بارش کے آتے ہیں کہ بارش حیات کا موجب وسبب ہے۔جس میں جتنا زیادہ دل زندہ ہوگا اس میں حیاء بھی اتنی ہی زیادہ قوی اور بیشتر ہوگی۔لغت میں حیاء کے معنی تغیر وانکساری کے ہیں جو انسان کو خوف اور از قسم معیوب چیز سے عارض ہوتا ہے۔شریعت میں حیاء اس خوبی کا نام ہے جو برائی کے ارتکاب سے بچانے کا سبب اور حق دار کے حق میں کوتاہی سے محفوظ رکھنے کا باعث ہے۔حیاء کو ایمان کا جز بھی کہا گیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے ''حیاء ایمان کا جز ہے''۔اگر چہ یہ صفت طبعی وخلقی ہے۔لیکن اس کا استعمال بقدر علم واکتساب قانون شریعت پر لازمی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس حیاء سے مراد اکتساب یعنی حاصل کرنے والی صفت ہے۔حضورؐ نے اسے ایمان کا حصہ بتایا ہے اور اس کے حصول پر مسلمان کو مکلف گردانا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حیاء نہیں دیتا مگر بھلائی''۔ایک اور روایت میں ہے کہ ''حیاء سراسر بھلائی ہے''۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیاء نہ کرنے کی نصیحت کرتا تھا، گویا کہ اس کا بھائی لوگوں سے شرم وحیاء کی بناء پر اپنے حقوق نہیں مانگتا تھا (اس بناء پر بھائی نصیحت کرتا تھا کہ اپنے حقوق کے مانگنے میں شرم وحیاء نہ کرے) اس پر حضور اکرمؐ نے اس شخص سے فرمایا ''اسے چھوڑ دو، کیونکہ حیاء ایمان کا حصہ ہے''۔ (مدارج النبوۃ)

حیاء کے آثار ہیں سے، لوگوں کے عیبوں سے اور ان چیزوں سے جو انسان اپنے لئے ناپسند ومکروہ

رکھتا ہے تغافل وچشم پوشی کرتا ہے اس معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں زیادہ شدید تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور انورؐ کی بارگاہ میں ایک شخص آیا، جس کے چہرے پر زرد رنگ مانند زعفرانی کے لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اسے کچھ نہ فرمایا (کہ وہ شرمندہ ہوگا، کیونکہ حضور اکرمؐ کی عادت کریمہ تھی کہ کسی کے منہ پر ایسی بات نہ فرماتے جو آپ کو ناگوار معلوم ہوتی ہو۔ اگر کسی کو کچھ کہنا ضروری ہو اور اس کہنے کو ضروری خیال فرماتے تو اشارہ وکنایہ میں فرمایا کرتے) پھر جب وہ باہر گیا تو کسی سے فرمایا کہ اس سے کہو کہ چہرے کی زردی کو دھوڈالے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ کہہ دو اپنے جسم سے وہ کپڑے اتار دے اور دوسرے کپڑے پہن لے۔ مخفی نہ رہنا چاہئے کہ یہ ارشاد اس شخص کے غیر واجب کام میں ہوگا ورنہ محض زردی کی اباحت میں روایتیں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی حیاء کی یہ شان ہے کہ کسی چہرے پر بھر پور نظر نہ ڈالتے۔ اگر کسی میں کوئی ایسی بات نظر آتی جو آپ کو ناپسند ومکروہ ہوتی تو حضورؐ یہ نہ فرماتے کہ فلاں شخص ایسا کہتا ہے یا ایسا کرتا ہے، بلکہ اس طرح فرماتے کہ اس قوم کی حالت کیا ہوگی جو ایسا کرتی ہے یا ایسا کہتا ہے اور اس کی مخالفت فرماتے مگر کسی کرنے والے یا کہنے والے کا خاص طور پر نام نہ لیتے۔ حضورؐ کی عادت کریمہ میں یہ عبارت قاعدہ کلیہ کا حکم بتاتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرمؐ نہ فحش گو تھے اور نہ کسی کو برا کہتے اور نہ اونچی آواز میں بولتے اور نہ بازاروں میں شور وغوغا کرتے اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتے، بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیتے''۔

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ نے حضور پاکؐ کا ذکر کیا تو فرمایا ''بخدا حضورؐ کے دولت کدہ کے دروازے لوگوں پر بند نہیں کئے جاتے تھے اور نہ آپ کے آگے دربان کھڑے ہوتے تھے۔ آپ کھلی جگہ

تشریف رکھتے جہاں ہر ایک بہ سہولت حاضری دے سکتا تھا۔ دراز گوش پر بھی سواری فرما لیتے اور اپنے پیچھے غلاموں اور نیاز مندوں کو سوار فرما لیتے''۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا گیا کہ ''جب رسول اللہؐ گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے؟''۔ آپؓ نے فرمایا ''آپ گھر والوں کے ضروری امور سر انجام دیتے اور جونہی نماز کا وقت ہوتا مسجد میں تشریف لے جاتے''۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ننھے بچوں میں سے کوئی بھی ننھا بچہ آ کر اگر رسول اللہؐ کا دست اقدس پکڑ لے تو آپ اس کا ہاتھ نہیں جھٹکتے۔ (مفہوم)

شانِ کرم

ام المومنین حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے فرمایا کہ ”آپ کو بشارت ہو، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی غمگین نہ کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے، یتیموں کا بوجھ اٹھاتے، معدوم کا کسب فرماتے، مہمان کو ٹھہراتے اور حق کی طرف دستگیری فرماتے ہیں“۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امامہ بنت زینبؓ کو گود میں لیتے اور نماز میں اپنے کندھے پر بیٹھاتے اور جب سجدہ میں جاتے تو زمین پر اتار دیتے۔ پھر جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے تھے۔ آپ کی یہ عادت کریمہ اولاد کی شفقت اور مہربانی کی وجہ سے تھی۔

حضور انور ﷺ کی رضاعی بہن جن کا نام شیما تھا اور وہ آپ کی رضاعی والدہ حضرت بی بی حلیمہؓ کے ساتھ حضورؐ کی خدمت بجالاتیں۔ ان کا ذکر ابن اثیر نے صحابیات میں کیا ہے۔ جب وہ ہوازن کی قیدیوں میں حضورؐ کے پاس آئیں اور انھوں نے اپنے آپ کو پہچانوایا تو حضورؐ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی اور فرمایا اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ رہو۔ عزت و اکرام سے رہو گی اور مال و منال سے بھی بہرہ مند ہوگی۔ یا اگر تم اپنی قوم کی طرف جانا چاہتی ہو تو کہہ دو۔ انھوں نے اپنی قوم کی طرف جانا چاہا۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو ساز و سامان کے ساتھ بھیج دیا۔

ابو الطفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کو میں نے اس وقت دیکھا جب میں بچہ تھا اچانک ایک عورت حضورؐ کے پاس آئی اور حضورؐ نے اس عورت کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی۔ وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے؟ تو صحابہ کرام نے بتایا کہ ”یہ وہ محترم عورت (حضرت بی

بی حلیمہ سعدیہؓ) ہیں جنھوں نے حضور اکرمؐ کو دودھ پلایا ہے۔

عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف فرما تھے کہ حضورؐ کے رضاعی والد آئے حضورؐ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی وہ اس پر بیٹھے پھر حضورؐ کی رضاعی والدہ آئیں تو چادر شریف کے ایک کونے پر انھیں بٹھایا پھر حضورؐ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں اپنے سامنے بٹھایا۔

حضور اکرم ﷺ ابو لہب کی آزاد کردہ باندھی حضرت ثویبہ کو بطور صلہ کھانا اور کپڑے وغیرہ بھجوایا کرتے تھے کیونکہ انھوں نے بھی حضورؐ کو دودھ پلایا تھا۔حضرت ثویبہ کا انتقال ہو گیا تو حضورؐ نے دریافت کیا کہ ''ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے؟''۔لوگوں نے کہا ''کوئی باقی نہیں ہے''۔

حضور اکرمؐ غایت درجہ عادل وامانت دار اور سب سے زیادہ مہربان اور راست گو تھے جن کا اعتراف آپ کے اظہار نبوت سے پہلے دشمن و بیگانے سب ہی کرتے تھے اور وہ آپ کو **''محمد الامین''** کہا کرتے تھے۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اسم گرامی ''امین'' اس بناء پر رکھا گیا کہ آپ میں تمام اخلاق صالحہ جمع کر دیئے گئے تھے اور اللہ تعالی کے ارشاد ''مطاع ثم امین'' کی تفسیر میں بیشتر مفسرین اسی طرف گئے ہیں اس سے مراد حضور کی ذات گرامی ہے۔ایسا ہی شفاء شریف میں بھی کہا گیا ہے۔

جب قریش کے چار قبیلوں میں تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے میں اختلاف رونما ہوا تو سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ علی الصباح جو سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو وہ جو کچھ حکم کرے اس پر ہم سب راضی ہوں گے تو اس وقت سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اس

پر وہ سب کہنے لگے کہ ''یہ محمد ہیں، یہ امین ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ جو کچھ بھی فیصلہ فرمائیں گے ہم سب کو منظور ہے''۔حضور اکرمؐ فرماتے ''خدا کی قسم! میں یقینا آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں''۔

شانِ صدق

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی سے منقول ہے کہ ابوجہل لعین، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتا تھا ہم نہ تو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور نہ آپ کو دروغ گو جانتے ہیں اور نہ آپ ہم سے جھوٹ بولتے ہیں لیکن ہم اسے جھٹلاتے ہیں جو دین کی باتیں آپ لے کر آئے ہیں''۔ اس کی یہ باتیں کتنی لغو، نامعقول اور متناقص ہیں، اس لئے کہ اب تو حضور اقدس ﷺ کو صادق اور راست گو جانتے ہو تو جو کچھ وہ فرمائیں تم اس کی تصدیق کرو، پھر یہ عناد و استکبار کیسا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

''(اے محبوب!) ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں، یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے لیکن یہ ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں''۔ (ق ۶ / ۳۳)

اس آیت کریمہ کی اور بھی تفسیر ہے مطلب یہ کہ اللہ فرماتا ہے کہ اے محبوب! تم فارغ ہو اس کا غم نہ کھاؤ یہ تو مجھ پر بہتان باندھ رہے ہیں میں ہی ان کو سزا دوں گا۔

منقول ہے کہ اخنس بن شریک روز بدر ابوجہل سے ملا، اخنس نے کہا ''اے ابوجہل اس جگہ میرے اور تمہارے سواء کوئی نہیں ہے جو کہ ہماری باتوں کو سنے، مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ صادق ہیں یا کاذب'' تو اس نے کہا ''خدا کی قسم بلاشبہ محمد ﷺ راستی پر ہیں اور وہ صادق ہیں، ہرگز دروغ گو نہیں ہیں''۔

ہرقل بادشاہ روم نے ابوسفیان رضی سے حضور انور ﷺ کے اوصاف و احوال کے بارے میں سوال کئے اور آپ کی نبوت پر اس نے استدلال کیا ہے، ہرقل نے دریافت کیا ''کیا تم ان میں سے تھے کہ اس مرد کو مہتم بالکذب گردانتے تھے''، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دعوائے نبوت سے پہلے ایسا

جانتے تھے۔ابوسفیان نے جواب دیا ''خدا کی قسم !انھوں نے کبھی بھی دروغ گوئی نہ کی''۔ہرقل نے کہا ''جب یہ بات ہے تو ذات خدا پر دروغ گو کیسے بندھ سکتے ہیں''۔ہرقل کی یہ بات علامات نبوت کی معرفت میں مفید ترین چیز ہے۔

نضر بن حارث نے قریش سے کہا ''محمدؐ تمہارے سامنے ہی خورد سال سے جوان ہوئے تمہارے سب کاموں میں تمہارے محبوب وپسندیدہ ،قول وقرار میں تم سب سے زیادہ صادق ترین اور دیانت وامانت میں تم سب سے زیادہ عظیم ترین رہے اور جب کہ تم ان کی کنپٹیوں کے بالوں میں آثار پیری دیکھ رہے ہو اور تمہارے پاس دین وملت کی باتیں لے کر تشریف لائے ہیں تو تم انھیں جادوگر (ساحر) کہتے ہو۔نہیں خدا کی قسم !وہ ساحر نہیں ہے''۔یہ نضر بن حارث کافر تھا،لیکن سمجھدار تھا اور انصاف رکھتا تھا ،لیکن دوسروں کے دلوں پر تو پردے پڑے ہوئے تھے۔

ولید بن مغیرہ رؤسائے کفار قریش سے تھا اس نے بارہا قرآن پاک سنا اور روکر کہنے لگا یہ بشر کا کلام نہیں ہے اس کلام میں جو شیرینی اور دل نشینی ہے وہ کسی دوسرے کلام میں نہیں بے شک اس میں حلاوۃ اور طلاوۃ ہے۔شرح میں طلاوۃ کے معنی خوبی اور دل میں اثر کرنے کے ہیں۔

حارث بن عامر ان شریر لوگوں میں سے تھا جو لوگوں کے سامنے حضورؐ کی تکذیب کیا کرتا تھا لیکن جب یہ گھر والوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتا تو کہتا ''خدا کی قسم !محمدؐ جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہیں''۔

ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابوجہل آیا اور مصافحہ کیا۔لوگوں نے کہا ''کیا تم محمدؐ کے ساتھ مصافحہ کرتے ہو؟'' کہنے لگا ''خدا کی قسم !میں جانتا ہوں کہ محمدؐ پیغمبر ہیں،لیکن کیا کریں ہم عبد مناف کی اولاد کے پیرو کار کب تھے''۔

(مدارج النبوۃ)

شان طاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر تم جانو جو کچھ کہ میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے'' (بخاری)۔ترمذی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا ''میں وہ تمام کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سن رہا ہوں جو تم سن نہیں سکتے''۔اور فرمایا کہ ''آسمان خاص قسم کی آواز نکالتا ہے اور اسی لائق ہے کہ آواز اطیط نکالے۔''اطیط '' پالان اور اونٹ کے درد وکرب سے کراہنے کی آواز کو کہتے ہیں اور آسمان کا ''اطیط '' کرنا ملائکہ کی کثرت واژدحام کی گراں باری کی بناء پر ہے۔اور فرمایا ''آسمان میں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں اللہ کے حضور فرشتے پیشانی رکھے سجدہ نہ کر رہے ہوں''۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم !اگر تم وہ کچھ جانو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے اور اپنی بیویوں سے لذت نہ اٹھاؤ گے اور زمینوں اور اس کی بلندیوں اور راہوں کی طرف نکل کھڑے ہو گے اور خدا کے حضور گڑ گڑاؤ گے اور فریاد کرو گے اور دعاؤں میں اونچی آوازوں سے پکارو گے''۔مطلب یہ کہ میں صبر وتحمل کی قوت سے ان کے بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔اگر تم جان لو تو ہر گز وہ بوجھ نہ اٹھا سکو گے۔

لہذا حق تعالی نے آپ میں خشیت قلبیہ اور استحضار رحمت الہیہ کے ساتھ علم الیقین اور عین الیقین کو اس شان سے جمع فرمایا ہے کہ کوئی دوسرا ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اکرمؐ کا نماز میں قیام اس طرح ہوتا کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے۔اس پر صحابہ کرام عرض کرنے

لگے" یارسول اللہؐ! اتنی محنت ومشقت کس لئے برداشت فرماتے ہیں، حالانکہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کے سبب تمام اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو معاف فرمایا ہے اور آپ تو مغفور ہیں ہی"۔ حضورؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی اس عنایت وکرم پر کہ اس نے مغفور بنایا شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرمؐ کا ہر عمل لزوم ودوام لئے ہوئے ہے، تم میں سے کس کی طاقت ہے جو حضورؐ جتنی مشقت برداشت کر سکے۔

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور اکرمؐ کے ساتھ تھا۔ حضورؐ خواب استراحت سے بیدار ہوئے، مسواک کی اور وضو کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں بھی حضورؐ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ پھر حضورؐ نے سورہ بقرہ کی تلاوت شروع فرمائی تو کوئی رحمت والی آیت ایسی نہ گزری جس میں حضورؐ نے توقف کر کے اللہ کے حضور رحمت کی درخواست نہ کی ہو، اور ایسی کوئی عذاب والی آیت نہ گزری جس میں حضورؐ نے توقف کر کے اللہ سے اس کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو۔ پھر حضورؐ نے قیام کے برابر طویل رکوع فرمایا اور پڑھا "**سبحان ذی الجبروت والملکوت والعظمۃ والکبریاء**"۔ پھر رکوع سے سر مبارک اٹھایا کر اتنا ہی قیام فرمایا اور اس میں یہی کلمات پڑھے۔ اس کے بعد سجدہ کیا، اس میں بھی یہی کلمات پڑھے، پھر دونوں سجدوں کے درمیان جلوس فرمایا، اس میں بھی یہی کلمات پڑھے (اس کے بعد بقیہ رکعتوں میں) سورہ آل عمران، سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی تلاوت کی۔ اور کبھی حضورؐ ایک ہی آیت پر ساری رات قیام میں گزار دیتے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ آیت یہ ہوتی کہ "اگر تو ان پر عذاب فرمائے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے"۔ اس سے مقصود امت کا عرض حال اور ان کی مغفرت کی درخواست تھی۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وصال حق کے

طریقے کے بارے میں دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا ''میرے مال کی راس معرفت ہے، میرے دین کی اصل عقل ہے، محبت میری اساس ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر اللہ میرا انیس ہے، شفقت میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میری غنیمت ہے، فقر میرا فخر ہے، زہد میری حرفت ہے، یقین میری قوت ہے، صدق میرا شفیق ہے، طاعت میری محبت ہے، جہاد میری خوبو ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک و آرام نماز میں ہے۔ میرے دل کا پھل ذکر میں ہے اور میرا غم اپنی امت کے لئے ہے اور میرا شوق اپنے رب کی طرف ہے''۔ (مدارج النبوۃ ج اول)

اوصاف جمیلہ

صحیح بخاری میں حضرت عطاءؒ سے ایسی حدیث منقول ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر اخلاق کریمہ کی جامع ہے اور ان میں سے آپ کے کچھ صفات عالیہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہیں چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ ''آگاہ ہو اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا گواہ اس کتاب پر جو ہم نے ان کی طرف بھیجی، ان کی تصدیق وتکذیب اور ان کی نجات وگمراہی پر گواہی دینے والا اور فرماں برداروں کی بشارت دینے والا اور اور نافرمانوں کو ڈرانے والا امیوں کے لئے، یعنی اہل عرب کے لئے جو کہ حضور کی قوم تھی ان کو پناہ دینے والا بھیجا''۔ صراح میں ''حرز'' کے معنی ہموار اور اچھی جگہ کے ہیں۔ یعنی تم میرے بندہ خاص ہو، اس مقام کی حقیقت اور اس مرتبہ خاص کا تمہارے سواء کوئی سزاوار نہیں۔ ''اور میں نے تمام مخلوق کی طرف رسول فرمایا ہیں، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا کیونکہ تمام کار اور اپنا بار تم نے میرے سپرد کردیا۔ اور اپنی ہر ایک قوت وطاقت سے دستکش ہوگئے اور تمام کاموں میں میں ہی تمہارے ہر امر کا متولی ہوا۔ میرا یہ بندہ خاص ایسا ہے کہ نہ درشت خو ہے اور نہ سخت گو۔ نہ یہ بازاروں میں آوازیں بلند کرتا ہے''۔ بازار کی قید اتفاقی ہے، کیونکہ بازاروں میں اکثر آوازیں اونچی ہوتی ہیں اور معنوی لحاظ سے مراد یہ ہے کہ بازار میں آنے سے اجتناب فرماتے ہیں، کیونکہ وہ دنیاوی کاروبار کی جگہ ہے اور اہل آخرت کے لئے بلا ضرورت جانا ان کے حال کے لائق نہیں۔ ''اور بدی کو بدی سے دور نہیں کرتے''۔ مطلب یہ کہ بدی کا بدلہ، بدی سے نہیں دیتے۔ اگر حد سے تجاوز نہ کیا جائے تو شریعت میں درست ہے۔ ''لیکن وہ معاف کرتے، چھپاتے اور بخشش کی دعاء مانگتے

ہیں، بلکہ احسان کرتے ہیں''۔ جیسا کہ دوسری جگہ خود ہی ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ ''بدی کو بھلائی سے دور کرو''۔ ''اور روح قبض نہیں فرمائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ ٹیڑھے لوگ سیدھے نہ ہوجائیں اور یہ کج رو اور ٹیڑے لوگ کلمہ لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر سیدھے ہوجائیں۔ اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالی اندھی آنکھوں کو بینا فرمائے گا اور بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا''۔

اس حدیث میں بعض روایتوں میں اتنا زیادہ مروی ہے کہ حق تعالی نے فرمایا ''میں نے انھیں پر خو بو اور خصلت کے ساتھ درست فرمایا ہے (صراح میں ''سداد'' کے معنی راست گفتاری اور راست کرداری کے ہیں) اور میں نے ان کو ہر اچھی خصلت عطا فرمائی ہے اور میں نے آرام واطمینان کو ان کا لباس بنایا جو انھیں گھیرے ہوئے ہے۔ اور نیکی وبھلائی کو ان کی علامت اور شعار بنایا مانند اندرونی کپڑے کے جو آپ کے ساتھ چسپاں ہے اور پرہیزگاری کو ان کا ضمیر اور ان کا دل بنایا ہے، اس لئے کہ تقوی کی جڑ دل میں ہوتی ہے (اسی لئے ایک مرتبہ حضور انورؐ نے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقوی کی جگہ یہ ہے۔ اس کو ضمیر کے تعبیر فرمایا، کیونکہ اضمار دل میں بات چھپانے کو کہتے ہیں) اور میں نے حکمت کو ان کی عقل کو مبارک بنایا (حکمت نام ہے اشیاء کے احوال کو جس طرح نفس الامر میں ہیں جاننے کا اور اس کے معنی راست گفتاری اور راست کرداری بھی ہے) اور میں نے سچائی اور ایفائے وعدہ کو ان کی طبیعت بنائی، درگزر فرمانا اور نیکی کا حکم کرنا ان کی خصلت رکھی۔ اور میں نے انصاف یا میانہ روی کو ان کی سیرت اور حق کو ان کی شریعت اور ہدایت کو ان کا امام اور اسلام کو ان کی ملت بنائی، ان کا اسم گرامی احمد (محمدؐ) ہے (حضور اکرمؐ پچھلی امتوں میں محمدؐ واحمدؐ دونوں ناموں سے یاد کئے جاتے تھے) اور میں نے ان کے ذریعہ گمراہی کے بعد راہ راست دکھائی اور جہالت کے بعد ان کے ذریعہ

مینارہ علم روشن کیا اور ان کے ذریعہ مخلوق کو پستی سے بام عروج پر پہنچایا اور ان کو بلند کیا اور شناسا کیا، اور کمی کے بعد انھیں زیادہ کیا ان کے ذریعہ۔ اور ان کے ذریعہ انھیں بے نیاز کیا قلت و احتیاج کے بعد اور مختلف دلوں، پراگندہ خیالوں اور جدا جدا ٹولوں کے درمیان ان کے ذریعہ الفت و محبت پیدا فرمائی اور بنایا ان کی امت کو بہترین امت ان سب میں جتنی لوگوں میں امتیں نکالی گئیں''۔ (مدارج النبوۃ حصہ اول)

عبودیت کبریٰ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک گردانی گئی''۔ نماز میں حضورؐ کی آنکھوں کے لئے آرام و قرار گردانا گیا یا حضورؐ کی آنکھوں کی خنکی و ٹھنڈک قرار دی گئی ہے۔ حضور اکرمؐ نماز میں خوشی و مسرت اور روشنی و خوشدلی پاتے اور جو ذوق و شہود حالت نماز میں آپ کو حاصل ہوتا وہ کسی دوسری عبادت اور کسی وقت نہ ہوتا۔ ''قرۃ العین'' فرحت و سرور، دریافت مقصود اور انکشاف غیب سے کنایہ ہے۔ ''قرۃ'' قر سے مشتق ہے جس کے معنی قرار و ثبات کے ہیں چونکہ نظارہ محبوب کی دید سے قرار اور راحت و آرام حاصل ہوتا ہے۔ یا ''قرۃ'' قر سے مشتق ہے بمعنی سردی ٹھنڈک۔ چونکہ محبوب کے مشاہدہ سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ اسی بنا پر فرزند کو قرۃ العین کہتے ہیں اور یہ کہ فرمایا ''فی الصلوۃ'' (نماز میں) صرف الصلوۃ (نماز) نہ فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ آنکھوں کا سرور و آرام مشاہدہ حق سے ہے کہ حضورؐ بحکم ''کانك تراہ'' گویا کہ تم نماز میں اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ مشاہدہ حق حالت نماز میں حاصل ہے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا

کی۔آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت فرمائی ۔میں نے سوچا حضورؐ سو آیات تلاوت فرما کر رکوع کریں گے،مگر آپ قراءت فرماتے رہے۔میں نے خیال کیا کہ سورہ بقرہ (کی حد) تک تلاوت فرمائیں گے اور پھر رکوع کریں گے ،مگر حضورؐ نے سورہ آل عمران کا آغاز فرمایا حتیٰ کہ اس کو ختم فرمایا، پھر سورہ نساء تلاوت فرمائی اور آپ ترسیل وترتیل کے ساتھ قراءت فرماتے رہے اور جب ایسی آیت مقدسہ پر پہنچے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو تسبیح بھی ادا فرماتے اور جب ایسی آیت مقدسہ تلاوت فرماتے جس میں سوال اور طلب حاجت کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اور حاجت طلب فرماتے اور جہاں تعوذ اور پناہ خداوند تبارک وتعالیٰ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو پناہ طلب فرماتے ۔پھر حضورؐ نے رکوع کیا اور ''سبحان ربی العظی'' پڑھنا شروع فرمایا اور حضورؐ کا رکوع بھی قیام کے قریب تھا۔پھر رکوع سے سر اقدس بلند کیا اور ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہا اور قومہ میں اتنی دیر قیام کیا جتنی دیر رکوع میں مصروف رہے۔پھر سجدہ فرمایا اور ''سبحان ربی الاعلی'' پڑھتے رہے اور حضورؐ کا سجدہ (سجود) بھی قیام کے قریب قریب تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔حضورؐ نماز میں قیام میں رہے (اور قرآت فرماتے رہے) حتیٰ کہ میں نے بیٹھ جانے کا ارادہ کیا یعنی بیٹھ کر نماز ادا کروں اور رسول اللہؐ حالت قیام میں رہیں (تاہم میں نے ایسا نہ کیا صرف اس لئے کہ اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں اور حضورؐ حالت قیام میں رہیں تو یہ بات رسول اللہؐ کی جناب عزت مآب میں بے ادبی بنے گی،لہٰذا قیام ہی کو ترجیح دی اور بیٹھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صلوۃ الّیل ادا فرماتے تو اتنا طویل قیام کرتے کہ حضورؐ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔میں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں''، تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے عائشہ ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ

بنوں"۔ (الوفا۔ابن جوزیؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالی نے ہر نبی کے اندر ایک خواہش پیدا فرمائی ہے، میری خواہش قیام لیل اور نماز تہجد ہے"۔ (بہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کو درد کی تکلیف محسوس ہوئی تو حضورؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ! ہم آپ پر درد کا اثر دیکھتے ہیں (اس کا موجب اور باعث کیا ہے) تو حضورؐ نے فرمایا "جو کچھ درد وتکلیف دیکھ رہے ہو اس کے باوجود میں نے گزشتہ رات میں ابتداء سات طویل ترین سورتیں نماز میں تلاوت فرمائی ہیں"۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز میں صبح صادق ہونے تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرمائی اور اسی کی تکرار فرماتے رہے اور رکوع وسجود ادا کرتے رہے اور وہ آیت مقدسہ یہ تھی

"ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم"

(ترجمہ) اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرمادے اور بخشش سے نوازے تو اسکا اہل ہے، کیونکہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔ (ق۷/۵/ ۱۱۸)

جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! آپ ساری رات صبح تک یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ رکوع وسجود فرما کر رکعات مکمل کرتے رہے"۔رسول اللہؐ نے فرمایا !میں نے اللہ تعالی سے اپنی امت کے لئے حق شفاعت طلب کیا اور اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ حق عطا فرما دیا ہے اور یہ شفاعت ان شاء اللہ تعالی ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جو شرک وکفر سے مجتنب رہا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا"۔

حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں رات کو اپنے مکان کی چھت پر ہوتی اور رسول اللہ ﷺ کی تلاوت اور قراءت کی آواز سنا کرتی۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ کلمات کو الگ الگ کر کے ادا فرماتے۔ الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر وقف فرماتے پھر الرحمن الرحیم پڑھ کر وقف فرماتے۔

حضرت ام المومنین بی بی حفصہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نفلی نماز میں بیٹھ کر قراءت فرماتے اور ایک چھوٹی سورت پڑھتے، مگر ترسیل اور ترتیل کے ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ وہ ایسی سورتوں سے بھی لمبی ہو جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی قراءت کبھی بلند آواز سے ہوتی تھی اور کبھی آہستہ آواز کے ساتھ۔ (ایضاً)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کا افتتاح و آغاز ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك'' سے فرماتے۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے فرمایا مجھے تم سب سے زیادہ نبی پاکؐ کی کیفیت نماز یاد اور محفوظ ہے میں نے حضورؐ کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اچھی طرح جماتے، پھر اپنی پشت مبارک کو ہموار فرماتے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے حتی کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر حصہ اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتا اور جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو زمین پر اس انداز سے رکھتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بالکل بچھا کر فرش کی مانند بناتے اور نہ بالکل ہی اوپر اٹھائے رکھتے اور دونوں پائے اقدس کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ کرتے اور اب دو رکعت ادا کرنے کے بعد تشہد میں بیٹھتے تو بائیں پائے مبارک کو بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پائے اقدس کو کھڑا رکھتے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نماز کو مختصر فرماتے (قراءت کے اعتبار سے) اور تمام ومکمل فرماتے (رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ کے لحاظ سے ہو یا طویل قراءت بھی مختصر معلوم ہوتی تھی، لہذا مجموعی طور پر تمام ومکمل بھی ہوتی تھی) اور دوسروں کی نسبت انتہائی مختصر بھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کا آغاز کرتے تو تکبیر تحریمہ کے لئے دونوں دست مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے۔

عبداللہ بن قاسم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا ''کیا میں تمھیں رسول خداؐ کی نماز (کی کیفیت عملی طور پر) نہ دکھلاؤں''۔ ہم نے عرض کیا ''ہاں! کیوں نہیں؟''۔ انھوں نے تکبیر کہی، پھر قراءت فرمائی، بعدازاں رکوع کیا۔ دونوں ہاتھوں کو حالت رکوع میں گھٹنوں پر رکھا حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہوگئی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا حتی کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہوگیا۔ پھر سجدہ کیا حتی کہ ہر عضو اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہوگئی ہے۔ پھر سر اٹھایا اور دوسرا سجدہ بھی پہلے کی طرح ادا کیا۔ دوسری رکعت میں بھی اس طرح کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں عمل کیا تھا۔ پھر کہا ''ایسے ہی رسول اللہؐ کی نماز ہے''۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ صبح کی نماز میں سات آیات سے سو آیات تک تلاوت فرماتے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم ظہر وعصر (یعنی سری نمازوں) میں رسول کریمؐ کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے ہم نے پہلی رکعت میں آپ کے قیام کا اندازہ تیس آیات کی قراءت وتلاوت کے برابر اور پچھلی دو رکعت میں اس سے نصف قراءت کے برابر اندازہ لگایا۔ (الوفاء)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں ایک مہینہ قیام کیا۔ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ جوں ہی سورج ڈھلتا اور اگر آپ استراحت فرما ہوتے تو بیدار ہوجاتے، غسل کرتے یا

وضوئ کرتے، پھر چار رکعت نماز نفل ادا کرتے جن کو پوری طرح تمام ومکمل کرتے اور حسن ادائیگی کا اہتمام کرتے اور ہر رکن میں پوری طرح ممکن اور سکون واعتدال سے کام لیتے''۔ میں نے ان کے متعلق دریافت کیا (کہ ان پر مداومت اور ان کے لئے اتنا اہتمام حضورؐ کیوں فرماتے ہیں) تو حضورؐ نے فرمایا ''آسمان اور جنت کے دروازے اس وقت کھولے جاتے ہیں اور وہ دروازے اس وقت تک بند نہیں کئے جاتے جب تک یہ نماز پڑھی جاتی ہے تو میں اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری طرف سے اس ساعت میں میرے رب کریم کی بارگاہ میں یہ خیر اور نیکی صعود کرے اور اس کی بارگاہ قبولیت تک پہنچے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور نماز فجر سے قبل دو رکعت ادا کرتے اور کسی بھی حال میں ترک نہ کرتے۔ حضرت عبداللہ بن شقیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رسول اللہؐ کی نفلی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضورؐ نماز ظہر سے قبل چار رکعت میرے گھر میں ادا کرتے اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے، پھر میرے گھر مراجعت کرتے اور دو رکعت ادا کرتے، نماز مغرب مسجد میں ادا کرتے پھر میرے گھر قدم رنجائی ہوتی اور دو رکعت ادا کرتے جب عشاء کی نماز پڑھا کر واپس تشریف لاتے جب بھی دو رکعت ادا کرتے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر ادا کر کر طلوع آفتاب تک مسجد میں ہی اپنی جائے نماز پر جلوہ افروز رہتے (اور بعد از طلوع وارتفاع آفتاب دو رکعت ادا کر کر باہر تشریف لاتے)۔ حضرت ام ہانیؓ نے حضرت ابو یعلیؓ کو بتایا کہ ''حضورؐ فتح مکہ کے موقع پر میرے ہاں تشریف لائے۔ غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز چاشت ادا کی۔ میں نے آپ کو اس قدر خفیف اور مختصر نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا البتہ آپ رکوع وسجود مکمل طور پر ادا کرتے یعنی صرف قراءت میں اختصار تھا''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز چاشت چار رکعت ادا کرتے اور جس قدر اس میں اضافہ اللہ تعالی کو منظور ہوتا اضافہ کر لیتے''۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صلوۃ ضحیٰ یعنی نماز چاشت اس تسلسل کے ساتھ ادا کرتے کہ ہم خیال کرتے کہ حضورؐ اس کو ترک نہیں کریں گے اور آپ ترک کرتے تو کئی دن گزر جاتے ہم یہ سمجھتے کہ اب آپ ادا نہیں کریں گے۔ (الوفاء)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تہجد کا قیام کرتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری ہوتے ''اے اللہ! تیرے لئے حمد وثناء ہے تو آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان جملہ اشیاء کو اور فضاء کو منور کرنے والا ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے تو آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اسے برپا اور قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے لئے حمد ہے تو حق ہے اور قائم ودائم تیرا وعدہ حق ہے تیری بقاء حق ہے جنت ودوزخ اور قیامت حق ہیں۔ سب انبیاء بالعموم اور محمدؐ بالخصوص برحق ہیں، اے اللہ! میں نے صرف تیری اطاعت کی ہے اور تجھ پر اعتماد وبھروسہ اور فقط تیری الوہیت پر ایمان لایا ہوں میرا رجوع اور بازگشت صرف تیری طرف ہے اور تیری توفیق واعانت سے اعدائے دین کے ساتھ مخاصمت کرتا ہوں اور جملہ تصفیہ طلب امور کا فیصلہ تجھی پر چھوڑتا ہوں تو ہی سبقت عطا فرمانے والا ہے اور مقام قرب سے پیچھے ہٹا دینے والا لا الہ الا انت ولا الہ غیرک''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے یہاں ایک رات استراحت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رات آدھی ہوئی یا اس سے ذرا پہلے یا پیچھے حضورؐ بیدار ہوئے اور چہرہ اقدس کو مل کر نیند کے اثرات کو دور کرنے لگے پھر حضورؐ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے مشکیزہ کی طرف بڑھے اور اس سے وضوء کیا پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور میں نے بھی وہی طرز عمل اپنایا جیسے کہ حضورؐ نے فرمایا پھر میں حضورؐ کے ساتھ (بائیں جانب) کھڑا ہو گیا حضورؐ نے اپنا دایاں دست مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر ذرا ملا (اور مجھے پیچھے سے کھینچ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا) پھر حضورؐ نے دو دو رکعت ادا کرنی شروع کیں جب دس رکعت ہو گئیں تو پھر وتر ادا کیا اور بعد ازاں گدے پر لیٹ گئے۔ جب موذن نے حاضر ہو کر نماز کے لئے عرض کیا تو حضورؐ نے دو خفیف سی رکعتیں (سنت فجر) ادا کیں۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز فجر ادا کی۔ نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے دعا مانگی۔

حضرت صفوان بن معطلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ شریک سفر تھا میں نے حضورؐ کی نماز شب اور نماز تہجد کا مشاہدہ کرنے کے لئے تاک لگا رکھی تھی حضورؐ نے نماز عشاء ادا کیا پھر سو گئے جب آدھی رات ہو گئی تو بیدار ہوئے اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ بعد ازاں مسواک کیا اور وضوء کیا اور دو رکعت ادا کیا۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان کا قیام طویل تھا یا رکوع و سجود پھر آرام کیا بعد ازاں بیدار ہوئے پھر وہی آیات مبارکہ تلاوت فرمائی۔ مسواک کیا اور پھر استراحت کیا۔ بعد ازاں پھر بیدار ہو کر حسب سابق عمل کیا اور یہ عمل اسی طرح وقفہ وقفہ سے جاری رہا حتی کہ حضور پاکؐ نے گیارہ رکعت مکمل فرمائیں۔

زید بن خالدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل سے یہ عہد کیا کہ میں آج رات رسول اللہؐ کی صلوۃ لیل کا ضرور بالضرور مشاہدہ کروں گا۔ میں نے حضورؐ کی دہلیز کو (یا آپ کے خیمہ کو) دو سادہ تکیہ بنایا (اور لیٹ گیا) رسول اللہؐ نے دو رکعت نماز ادا کیں مگر مختصر پھر دو رکعت جو انتہائی طویل تھیں پھر دو رکعت ادا کی جو ان سے مختصر تھیں اور بعد ازاں دو رکعت ادا فرمائیں وہ پہلی دو سے بھی مختصر تھیں پھر نماز وتر ادا کیا اور اس

طرح سے تیرہ رکعت نماز ادا کیں۔

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں، بعض میں سات رکعت بعض میں نو رکعت اور بعض روایات میں گیارہ رکعت اور تیرہ رکعت کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں کوئی مخالف وتعارض نہیں ہے بعض اوقات آپ تعداد رکعت کم کرتے (اور قراءت میں طوالت کردیتے) اور بعض اوقات قراءت میں اختصار فرماتے اور تعداد رکعات بڑھا دیتے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رات دن سے کم وقت میں قرآن مجید ختم نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قرآن مجید ختم کرتے تو کھڑے ہو کر دعا مانگتے۔

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں نماز وتر ادا فرمائی (کبھی اول حصہ میں کبھی وسط میں) لیکن حیات اقدس کے آخری ایام مبارک میں آپ وقت سحر کے قریب وتر ادا کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں تین سورتیں سبح اسم ربك الاعلی، قل یا یها الکافرون اور قل هو الله احد تلاوت فرماتے اور جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملك القدوس پڑھتے اور تیسری دفعہ آواز مبارک کو بلند فرماتے اور ایک روایت میں جو انہی سے مروی ہے کہ تیسری مرتبہ اس کلمہ میں تطویل کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو دو رکعت ادا فرماتے رہتے اور آخری ایک رکعت کا اضافہ فرما کر جفت کو وتر بنا دیتے۔ (صحیحین)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں بیس

رکعت علاوہ وتر کے ادا فرمائیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں نماز ادا کررہے تھے میں آکر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا پھر یکے بعد دیگرے متعدد آدمی آکر پیچھے کھڑے ہوتے گئے حتی کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب حضورؐ نے ہماری موجودگی کا اور آپ کی اقتداء کرنے کا احساس فرمایا تو نماز میں اختصار کیا اور پھر اٹھ کر اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور وہیں نماز پڑھی۔ ہمارے ہاں نماز ادا نہ فرمائی۔ صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے ہماری اقتداء کو آج رات جان لیا تھا اور ہماری موجودگی کو محسوس کرلیا تھا تو حضورؐ نے فرمایا ''ہاں! اسی وجہ سے تو میں نے نماز میں اختصار کیا اور الگ جا کر نماز پڑھنے لگا''۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے قریب مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔ بعض صحابہ نے بھی حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں رات باجماعت نماز ادا کرنے کا تذکرہ ہونے لگا تو دوسری رات پہلی کی نسبت زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ حضورؐ دوسری رات مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔ صحابہ کرام نے بھی حضورؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی لوگوں نے باہم اس کا تذکرہ کیا تو تیسری رات اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ سرکار دوعالمؐ مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔ حاضرین نے بھی حضورؐ کی معیت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے اور مسجد کی وسعت ان کے لئے تنگ ہو گئی مگر رسول اللہؐ باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ عرض کرنے لگے یارسول اللہؐ! باہر تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں مگر حضورؐ ان کی طرف نہ نکلے حتی کہ صبح ہوئی تو نماز فجر کے لئے باہر تشریف لائے نماز ادا کرنے کے بعد صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا! بعد حمد

وثنائے باری! غور سے سنو اور یقین رکھو، آج رات تمہارا عمل اور حال مجھ پر مخفی نہیں رہا لیکن میں اس لئے باہر نہیں نکلا اور تمھیں نماز ادا نہیں کرائی کیوں کہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تم پر اس کو فرض ولازم نہ کردیا جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ اور اس میں قصور وکوتاہی کرکے مجرم وگنہگار بن جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو نماز تراویح کی طرف ترغیب دیتے تھے اور قیام رمضان کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے بغیر اس کے کہ اس کا ان پر لازمی امر فرمادیں بلکہ فرماتے ''جو شخص رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ وثواب باری تعالی حاصل کرنے کی خاطر قیام کرے گا (اور نماز تراویح) ادا کرے گا اس کے پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کوئی ایسی خبر سنتے یا ایسا امر مشاہدہ فرماتے جو حضورؐ کی مسرت اور خوشی کا موجب ہوتا تو آپ سجدہ شکر ادا کرتے (امام الائمہ سراج الائمہ حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حدیث شریف میں نماز شکرانہ مراد ہے اور سجدہ جو کہ جز ونماز ہے لہذا کل نماز کو جز والے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (الوفاء سیرت سید الانبیاءؐ)

تعلیمات رحمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پوری انسانیت کے لئے ہے حضورؐ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اس بناء پر حضورؐ اپنی تعلیمات کے ذریعہ بالخصوص دنیائے انسانی کو دین ودنیا کی سعادتوں اور برکتوں سے سرفراز فرمانے کے لئے جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو سرتاپا رحمت بنایا جو کلام اپنے حبیبؐ کے سینہ اطہر پر نازل فرمایا، اسے بھی سراسر ہدایت ورحمت بنایا اور اس کلام کو تحریروں

اور دلوں میں محفوظ فرما دینا بھی رحمت ہے، اسے بندگان خدا تک پہنچا دینا بھی رحمت یہاں تک کہ مقام محمود اور حوض کوثر کا آپ کو عطا فرمایا جانا بھی عین رحمت۔ رسول اللہؐ سارے جہانوں کے لئے رحمت خداوندی ہیں۔ اہل ایمان کے ساتھ حضورؐ کی توجہات رحمت بہت خاص ہیں اس نورانی حقیقت کو قرآن مجید نے خصوصیت کے ساتھ نمایاں فرمایا ہے۔

(ترجمہ) ''جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان'' (ق/۹/۱۲۸)

محبوب کردگار کی شان شفقت ایسی ہے کہ بنی نوع انسانی میں جس کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو رحمت عالمؐ کے قلب مہربان پر گراں گزرتی ہے اور ہر وہ چیز جس میں انسان اور انسانیت کا بھلا ہو اس کے لئے تاجدار رحمت خواہش مند رہتے ہیں جب سارے نوع انسانی کے ساتھ رشتہ محبت و رحمت و شفقت کا یہ عالم ہو تو پھر اپنے وابستگان دامن، اہل حق و صداقت مومنین پر ابر کرم کے برسنے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے رءوف و رحیم فرما کر حضورؐ کی رفعت شان اور خصوصی اوصاف مقدسہ کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ دو اسماء مبارکہ سوائے اپنے حبیبؐ کے کسی اور نبی میں جمع نہیں فرمائے آقائے رحمت کی یہ شان محبوبیت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں رحمت کی جھلکیاں بہر پہلو نمایاں ہیں۔ شرک و کفر، مظاہر و اصنام پرستی، جہل و ظلم، جبر و استبداد، قتل و غارتگری، برائیوں اور بد اخلاقیوں میں مبتلاء انسانوں کو توحید و رسالت، یقین و توکل، علم و عرفان، رحم و مروت، صدق و صفا، کردار کی بلندی اور اخلاق حسنہ سے مالا مال کر دینا انسانی معاشرہ پر احسان اور انسانیت کی سب سے بڑی خیر خواہی ہی تو ہے۔ ہدایت و پیمبری کی تاریخ شاہد ہے کہ مختلف قوموں اور علاقوں میں مبعوث ہادی و پیمبر خیر و فلاح کا پیغام پہنچا کر

اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے لیکن رسول اللہؐ نے نہ صرف پیغام حق پہنچایا بلکہ خود اپنی ہدایات وتعلیمات کا عملی نمونہ اپنی حیات طیبہ، سیرت مبارکہ اور اسوہ حسنہ کے ذریعہ پیش کر کے عقیدہ واطاعت کے تمام نظری وعملی مسائل حل کر دیئے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔

(ترجمہ) "بے شک تمہارے لئے رسول اللہؐ کا اسوہ حسنہ بہترین نمونہ ہے"۔ (ق ۳۳/ ۲۱)

حضور ختمی مرتبت رسول اللہؐ نے انسانی اصل اور حقیقت کے بارے میں اس فرمان حق تعالی کے ذریعہ انسانی حقوق اور غربت کے استحصال کے تمام راستے بند کر دیئے۔

"یا ایھا الناس اناخلقنکم من ذکروانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا"

(ترجمہ) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو"۔ (ق/ ۴۹/ ۱۳)

ایمان، عبادات، قانون، حق جان، مال اور عزت کے تحفظ کے بارے میں مساوات کا درس دے کر واضح فرمایا کہ فضل وشرف کی بنیاد خون، ہڈی، نسل، رنگ، ذات پات، قبیلہ اور خاندان نہیں بلکہ تقوی، صالحیت اور اخلاق حسنہ ہے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ اس حقیقت کا شارح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ ہاں، عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب"۔ (مسند احمد)

نوع انسانی کی بقاء کا انحصار انسانی کے حیات کے انقطاع پر نہیں بلکہ انسانی جان کے تحفظ پر ہے۔ جان کی حفاظت انسانیت کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تعلیمات رحمت اور حیات طیبہ اسی حفظ حیات کے جذبہ سے عبارت ہے۔قرآن حکیم نے اس بارے میں واضح طور پر جان بچانے کی خوبی اور جان لینے کے وبال کو عیاں فرمایا ہے جو رحمۃ للعالمین کے احترام آدمیت کے اصول کا سر چشمہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جس نے خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے (کی سزا) کے سواء کسی کو قتل کیا تو اس نے (گویا) تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی تو اس نے (گویا) پورے انسانوں کی جان بچائی''۔جس ذات اقدس کے نزدیک جان کا تحفظ اور انسانی حیات کی حرمت کا یہ جذبہ ہو وہاں محض منافرت اور بے جا خون خرابے کا کیا تصور ہوسکتا ہے۔رحمۃ للعالمینؐ کا انداز رحمت تعلیمات اقدس تمام آدمیت جملہ حیوانات، نباتات اور جمادات بلکہ مکمل موجودات پر مہربانیاں اور کرم ساری انسانیت کو ترغیب رحم دینے کے لئے کافی ہے اور اس حقیقت کا شارح ہے جو ساری دنیا کے امن وسلامتی کے لئے ضروری ہے۔

امن وسلامتی کے پیمبر اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفاظت جان ومال وعزت کا حکم اس طرح دیا کہ ''تمہارا خون اور تمہارا مال (ایک دوسرے پر) تا قیامت حرام ہے''۔(بخاری ومسلم)

اس وقت متمدن ومہذب دنیا میں جاری امن عامہ اور مساوات انسانی کی تمام تحریکات یقیناً ان ہی ارشادات رحمت سے اثر پذیر نظر آتی ہیں۔انسانی اعمال اور ان کے نتائج کے ضمن میں ہادی برحقؐ نے اس قانون قدرت کو اپنی تعلیمات میں نمایاں فرمایا۔

''فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ o ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ''۔

(ترجمہ) ''جو ایک ذرہ بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ دیکھے گا''۔

(ق/۹۹ /۸،۷)

جنگ وقتال کے سلسلے میں عرب کا وحشیانہ مزاج اور انسانیت سوز ومظالم اور فریق مخالف کے ساتھ

بدترین سلوک مثلاً رات میں حملہ، عورتوں اور بچوں کا قتل ،مغلوب لوگوں کو زندہ جلا دینا، لاشوں کو بے حرمت کرنا اور مقتولین کے چہروں کا مثلہ کرنا علاوہ ازیں اسیران جنگ سے نامناسب برتاؤ عام بات تھی۔اذن قتال کے بعد جتنے معرکہ ہوئے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ وقتال کی جابر روایت کے برخلاف مخالفین کے ساتھ حیرت انگیز اور اچھا سلوک کو رواج دیا حضورؐ نے کبھی بھی رات کے وقت معرکہ آرائی نہیں کی اگرچہ کہ دشمن سر پر کیوں نہ پہنچ جائے۔خیبر اور حنین کے غزوات اس کی مثالیں ہیں ہر سریہ یا غزوہ کے موقع پر یہ تاکید فرماتے اور اہتمام ہوتا کہ دشمنوں کے سامنے پہلے دعوت حق اسلام پیش کی جائے۔فوجوں کی روانگی سے قبل یہ تہدیدی حکم فرمایا کرتے کہ ”اللہ کی راہ میں اس شخص سے لڑو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔وعدہ خلافی اور زیادتی نہ کرو۔بچے بوڑھے عورت اور عبادت خانہ کے گوشہ نشینوں کو قتل نہ کرنا۔ باغ کے نزدیک نہ جانا۔درخت نہ کاٹنا اور مکانات نہ ڈھانا“۔جنگ بدر کے موقع پر پانی کا ذخیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا لیکن قریش نے جب التجاء کی تو رحمۃ اللعالمینؐ نے عین حالت جنگ میں اپنی طرف سے دشمنوں کو پانی دے کر کمال رحمت کا جلوہ دکھایا۔اسیران بدر پا بجولاں مسجد نبوی شریف کے ایک گوشہ میں مضطربانہ پڑے تھے۔آپ نے ان کی آرام اور نیند کے خیال سے بیڑیاں کھول دینے اور زنجیریں ڈھیلی کر دینے کا حکم دے کر دنیا کو احساس دلایا کہ مغلوب قیدیوں کے ساتھ انسانی برتاؤ یہ کرنا چاہیئے۔

ایمان اور عبادات میں برابری کا اصول منشائے رب کے موافق رحمۃ للعالمینؐ کی تعلیم ہے۔اللہ وحدہ لاشریک کی الوہیت اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کی رسالت پر یقین قلبی اور اقرار لسانی ایمان ہے۔عبادات میں نماز پنجگانہ اپنے شرائط اور ارکان کے ساتھ ہر مومن عاقل و بالغ مرد و عورت مقیم مسافر تندرست بیمار پر فرض ہے۔اس ضمن میں اعلیٰ و ادنیٰ ،حاکم و محکوم، راعی و رعایا، بزرگ و خرد، قدیم و جدید یا سابقین

وآخرین کسی کی تخصیص نہیں۔اسی طرح رمضان کے روزے اہل ایمان پر یکساں فرض ہیں۔زکوۃ اورحج ،نصاب واستطاعت کی شرط کے ساتھ نصاب والوں اور مستطیع مسلمانوں پر فرض ہیں۔

غلامی،انسانی عزوشرف پر بدنما داغ اورہزاروں سال سے معاشرہ کی رسوائی کا سبب تھی۔حریت انسانی حقوق اوراحترام آدمیت کے لئے ایک بڑا چیلنج بنی ہرنئی فکر،تحریک اورنظریہ کوتکا کرتی تھی۔انسانی شرافت وعظمت کے اولین نقیب محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قباحت کے خاتمہ کے لئے قدم اٹھایا اورخالق کونین کا یہ حکم سنا کراس عظیم کام کا آغاز فرمایا کہ''غلاموں کی آزادی کے لئے زکوۃ کامال صرف کیاجائے''۔عہداورروزہ شکنی کے کفارہ کے کئی شرائط میں غلام کی آزادی بھی کئی شرطوں میں سے ایک شرط رکھی گئی۔مالی معاوضہ کے عوض غلاموں کی آزادی کا قانون بنا۔انسانی احترام کے ضمن میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک آپ کی تعلیم رحمت کا حصہ ہے۔فرمایا''دن بھر میں غلام کوستر بار معاف کرو''۔فرمایا''غلام کہہ کرمت پکارو میرا بچہ میری بچی کہا کرو''۔اوحبش کے بیٹے!'' کہنے پرایک صحابی کو تنبیہہ فرمائی اوراس طرز تخاطب کوجاہلیت کوخوبو قراردیا۔کسی آزاد کوغلام بنانے اوراسے بیچنے یاخرید نے پرحکماً امتناع عائد فرمادیا۔انسانی معاشرہ سے غلامی کی لعنت کوختم کردینے کے سلسلے میں آپ کی مرحمانہ سعی کا یہ اثر ہے کہ آج غلامی یابردہ فروشی کا عملاً وجود نہیں۔

انسانی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ عہد قدیم سے طلوع اسلام تک کم وپیش دنیا کے بعض مردوں نے خود پرستی،انا اوراحساس برتری کے ماتحت عورتوں کو اپنے ظلم وجور،قہر وغضب اورنفرت وحقارت کا نشانہ بنا رکھا ہوا تھا۔قید وبند،خرید وفروخت اورزندہ درگور ہونا بعض عورتوں کا مقدر تھا۔سماجی ناطے،خونی رشتے اورانسانی اقدار مرد کے پاس بے معنی تھے۔لڑکی کا باپ بننا ذلت اورکسی عورت کا بیٹا کہلانا عار تھا۔رحمۃ للعالمین نے ظلم وجہل اوراستحصال کی شکار اس صنف نازک کوتمام انسانی حقوق عطا فرمائے اوراس کو

اس کا مستحقہ مقام اور رتبہ عطا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالعموم تمام انسانیت کو اور بالخصوص اپنے متبعین کو عورت کے حقیقی مؤقف، اس کی عزت وحرمت، اس کے حقوق وواجبات سے واقف کروا کر ان کی ادائیگی کے ضمن میں حکماً پابند کر دیا۔ عورت کو بحیثیت ماں تعلیمات رحمت میں خصوصی جگہ دی گئی۔ ایک سائل سے حضور اقدسؐ نے تین مرتبہ ماں اور چوتھی بار باپ سے حسن سلوک کی بات فرمائی۔ (مسلم شریف)

چار گناہوں میں بڑا گناہ ماں کی نافرمانی کو قرار دیا ہے۔

"جنت ماں کے قدموں کے پاس ہے"۔ (احمد، نسائی)

ماں کو اولاد سے حسن سلوک اور صلہ رحمی چاہنے کا حق دیا۔ اسی طرح بہن کو بھائی سے صلح رحمی چاہنے کا حق ہے۔ بیٹی کو تحفظ جان، بہتر نشوونما، اصول تعلیم اور مقررہ شرح پر میراث پانے کا حق عطا کیا گیا۔

حضور انورؐ نے فرمایا "اللہ تعالی نے حرام فرمایا ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کا زندہ دفن"۔

(بخاری ومسلم)

عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں اور اولاد پر حکمران بنایا گیا۔ (بخاری بحوالہ رحمۃ للعلمین)

حضور انورؐ نے مرد کو عورت کے ساتھ حسن سلوک وخوبی سے بسر کرنے، نفقہ وسکونت اور فطری وظائف کی ادائیگی کا پابند فرما دیا۔ عورتوں کے قول وفعل سے اذیت پہنچے پر صبر کی ہدایت اور صرف ناپسند عادتوں کے بجائے پسندیدہ اعمال پر نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا "عورتوں سے بھلائی کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے جو ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے"۔ نرمی اور ملاطفت سے اسکی اصلاح ممکن ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو مارنے پیٹنے سے منع کیا ہے۔ عورتوں کے حقوق کے ضمن میں یہ ارشاد ملتا ہے کہ "تم جب کھاؤ اسکو کھلاؤ اور جب تم پہنو

اس کو پہناؤ۔ نہ اس کے چہرے پر مار مارو نہ برا بھلا کہو اور نہ جدائی اختیار کرو"۔ حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں سے بھلائی کی تاکید فرمائی۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ "کامل اور بہترین مومن، بیوی کے ساتھ حسن سلوک میں سب سے اچھا ہوتا ہے"۔ باہمی حقوق میں عورت مرد کے ساتھ کردی گئی انسانیت کے اس نصف اور ناگزیر حصہ پر رحمۃ للعالمینؐ کی رحمت خاص بہترین اور صالح معاشرہ کے قیام کا سبب ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچے بہت عزیز تھے۔ آپ کی تعلیم رحمت میں بچوں کے لئے خصوصی باب ہے جس کا خلاصہ اس حدیث شریف میں ہے کہ "جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں" (ترمذی)

حضور انورؐ نے بچوں کو مار ڈالنے یا زندہ درگور کر دینے کی سفاک رسم کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا ۔لڑکیوں کو بلا اور مصیبت سمجھنے والوں کو ارشاد مبارکہ کے ذریعہ یقین دلایا کہ لڑکیوں کا وجود باعث رحمت وشفاعت ومغفرت ہے۔ فرمایا "جو کوئی اپنی لڑکی کے ساتھ محبت ومہربانی کا سلوک کرے تو دوزخ کے عذاب سے اس کو بچالے گی۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بڑی ہوجائیں تو قیامت میں میرا اس کا مرتبہ دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا کہ یوں برابر ہوگا"۔ (مسلم)

حضور پاک ﷺ نے فرمایا "اللہ جس کو اولاد کی محبت دے اور وہ ان کا حق بجالائے وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا"۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر میں ختم کروں گا دفعتاً صف سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے اور مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی

ہو گی''۔ (بخاری)

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بچوں پر یہ شفقت ورحمت بلا امتیاز ہر کمسن کے ساتھ تھی۔ مسند ابن حنبل میں ہے کہ ایک غزوہ میں چند بچے زد میں آکر مارے گئے تھے اس بات پر بے حد رنجیدہ خاطر تھے۔ فرمایا ''خبر دار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبر دار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے''۔

دربار اقدس میں جب فصل کا نیا میوہ آتا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ حضار محفل میں جو سب سے زیادہ کم عمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔

رسول انسانیت رحمت حق تعالی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز کرم اور لطف عام بے مثل و بے نظیر ہے۔ حضورؐ نے ساری زندگی کسی سے بدلہ یا انتقام نہیں لیا بلکہ عفو اور درگزر اور لطف و بخشش سے کام لیا۔ اس ضمن میں فتح مکہ کے موقع پر عفو عام کا اعلان سب سے اہم واقعہ ہے۔ حضورؐ نے قریش سے دریافت فرمایا تھا کہ ''تمہارا کیا خیال ہے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟''۔ لوگوں نے کہا ''بھلائی کا''۔ حضور انورؐ نے فرمایا ''تم پر آج کوئی عتاب نہیں اور ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو''۔ اس طرح حضرت ثمامہ بن آثال، عمیر بن وہب، سراقہ بن مالک بن جعشم، ابوسفیان، وحشی، ہند، عکرمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر دشمنوں کے ساتھ سلوک رحمت نے ان سب کو آپ کا والہ وشیدا بنا دیا۔ رسول اللہؐ کی تعلیمات میں عدم انتقام اور عفو کی خصوصی ہدایات نے حضورؐ کے ماننے والوں ہی کو نہیں بلکہ ہر ذی فہم کو اس جوہر خاص کے فیوض و برکات سے مالامال کر رکھا ہے۔

غریبوں سے محبت رسول اللہؐ کا شعار رحمت تھا چنانچہ اس دعاء سے حضورؐ کے غریبوں سے تعلق خاطر اور غریبوں کی دل جوئی کا بھرپور اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا ''خداوندا! مجھے مسکین رکھ، مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر''۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان، ابن ماجہ) یہ دعاء ساری دنیا کے

غریبوں کا حوصلہ، ڈھارس، سرمایہ افتخار اور باعث اطمینان و وجہ قناعت اور صبر و شکر کا سبب ہے"۔

اللہ تعالی نے حضور ختمی مرتبتؐ کو سارے جہاں پر وجہ رحمت واقعی بنایا ہے۔ حضورؐ کے دائرہ رحمت میں اشرف المخلوقات کے ساتھ تمام مخلوق، مظاہر اور اشیاء سب شامل ہیں۔

حیوانات پر رحمت کا حال ان ارشادات واحکام سے ملتا ہے جو وقتاً فوقتاً ان پر مظالم اور بے رحم سلوک کے انسداد کیلئے صادر ہوے۔ فرمایا "اونٹوں کے گلے میں قلاوہ نہ لٹکاؤ، زندہ جانوروں کے بدن سے گوشت نہ کاٹو، اعضاء نہ کاٹو، دم اور بال نہ کاٹو، زیادہ دیر باندھ کر نہ رکھو، جانوروں کی پیٹھوں کو کرسی نہ بناؤ، جانوروں کو لڑانا جائز نہیں، جانور کو باندھ کر تیر اندازی نہ کرو، جانوروں کے چہروں کو نہ داغو، ان کی برداشت سے زیادہ کام نہ لو، جانوروں کو بھوکا نہ رکھو اور ان کے منہ پر نہ مارو۔ فرمایا "پرندوں کے انڈے نہ اٹھاؤ، پرندوں کے بچوں کو نہ پکڑو، چیونٹیوں کے گھر نہ جلاؤ وغیرہ۔ نباتات پر رحمت کا اندازہ ان فرامین مبارکہ سے ہوتا ہے۔ "سر سبز درختوں کو اور پھل دار اشجار کو نہ کاٹو، لشکروں کو ہدایت فرماتے کہ فتح کی صورت میں باغ کے قریب نہ جائیں" اور جمادات پر رحمت اور ان سے تعلق خاطر کا حال اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ "احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اسے جانتے ہیں"۔

حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کی رحمت کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہے آخرت میں آپ کی رحمت بصورت شفاعت رہے گی۔ آپ کی شفاعت سے انکار جہل و محرومی کی بات ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

(ترجمہ) "قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری تعریف کریں"۔ (ق ۱۷/۷۹/۷)

صحابہ کرام کے نزدیک مقام محمود سے مرتبہ شفاعت مراد ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "مجھ کو دیگر

انبیاء پر چند فضیلتیں عطاء ہوئیں ان میں سے ایک شفاعت ہے"۔ (بخاری)

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر نبی کو ایک مقبول دعا کا موقع ملا۔ میں نے اپنی دعاء قیامت میں اپنی امت کی شفاعت کے لئے بچائی ہے"۔ (بخاری)

فرمایا "میں سب سے پہلا شفیع ہوں گا اور وہ جس کی شفاعت قبول کی جائے گی"۔ (مسلم)

صحیحین میں ایک طویل حدیث شریف متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جس میں رسول اللہؐ کا یہ انداز رحمت گنہگاران امت کی ڈھارس بندھاتا ہے۔ "قیامت میں لوگ شفیع کو ڈھونڈتے ہوئے تمام انبیاء کرام کے پاس حاضر ہوں گے ہر جگہ سے تہی دامن و مایوس ہو کر خاتم النبیین محمد مصطفیؐ کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ "آپ ہماری شفاعت کیجئے!"۔ حضورؐ عرش کے پاس آ کر طلب اذن کے بعد سر بہ سجدہ اللہ تعالی کی حمد و ثناء کریں گے۔ پھر آواز آئے گی "اے محمد! سر اٹھاؤ، کہو سنا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی"۔

کتابیات

کتاب	مصنف	ناشر
صحیح بخاری شریف (اردو)	امام بخاری ترجمہ مولوی محمد اسحٰق	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
صحیح مسلم شریف (اردو)	امام مسلم ترجمہ علامہ وحید الزماں	خالد احسان پبلشرس لاہور
سنن نسائی (اردو)	امام ابو عبد الرحمن ترجمہ مولانا دوست محمد شاکر	ارشد برادرس دہلی
سنن ابوداؤد (اردو)	امام ابوداؤد ترجمہ مولانا عبد الحکیم خاں	ایضاً
جامع ترمذی (اردو)	امام ترمذی ترجمہ علامہ بدیع الزماں	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
سنن ابن ماجہ (اردو)	امام ابن ماجہ ترجمہ علامہ وحیدلزماں	ایضاً
سیرت النبیؐ	ابو محمد عبد الملک بن ہشام ترجمہ مولوی قطب الدین احمد	اسلامی کتب خانہ لاہور
سیرت حلبیہ	علی ابن برہان الدین حلبی ترجمہ مولانا محمد اسلم قاسمی	ناشر اردو بازار کراچی
طبقات کبیر	محمد بن سعد ترجمہ مولانا عبد اللہ العمادی	دار الطبع عثمانیہ حیدر آباد
رحمۃ للعلمینؐ	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی
سیرت المصطفیٰؐ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	مکتبہ ملت دیوبند
الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	المجلس العلمی علیگڑھ
مدارج النبوہ	علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی	ادبی دنیا مٹیا محل دہلی
الخصائص الکبریٰ	عبد الرحمن جلال الدین سیوطی ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
قصص الانبیاء	علامہ عماد الدین ابن کثیر ترجمہ مولانا محمد اصغر	فرید بک ڈپو دہلی
رسول رحمت	مولانا ابو الکلام آزاد	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
الوفا سیرت سید النبیاءؐ	عبد الرحمن ابن جوزی ترجمہ محمد اشرف سیالوی	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی